ما شاء اللہ لا قوة الا باللہ

مسلمان بچوں اور بڑوں کے لئے

تاریخ اسلام کا بہترین نصاب تین۳ حصوں میں

(۱)

رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم

(۲)

خلافتِ راشدہ

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضؓ کی سوانح اور حالات زمانۂ خلافت

(۳)

خلافتِ راشدہ

خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضؓ اور خلیفہ چہارم حضرت علی رضؓ کی سوانح اور حالات زمانۂ خلافت،

مصنفہ

مولانا سید فرید الوحیدی القاسمی؛

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست مضامین رسولِ عربیؐ حصہ اول

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
انتساب	۴	قیدیوں کے ساتھ برتاؤ	۵۶
تعارف از طرف ناشر	۵	۳ھ ، غزوۂ اُحد	۵۹
تقاریظ	۷	جنگِ اُحد کے واقعات	۶۴
پہلی بات	۹	۴ھ ، سریۂ منذر	۶۶
حضورؐ کی پیدائش	۱۱	۵ھ ، غزوۂ خندق	۶۸
بی بی حلیمہ کے گھر میں آپؐ کی برکتیں	۱۴	۶ھ ، صلحِ حدیبیہ	۷۲
دادا اور والدہ کی وفات	۱۸	حضورؐ کے خطوط	۷۵
حضورؐ کا سفرِ شام اور نکاح	۲۱	۷ھ ، غزوۂ خیبر	۷۷
غارِ حرا میں عبادت اور نبوت	۲۴	۸ھ ، سریۂ موتہ	۸۰
کفار کا ظلم اور مسلمانوں کی ہجرت	۲۷	فتحِ مکّہ	۸۲
مکّہ کے کافروں کا بائیکاٹ	۳۱	غزوۂ حُنین	۸۴
حضرت خدیجہؓ کی وفات	۳۳	۹ھ ، غزوۂ تبوک	۸۶
معراج کا واقعہ	۳۶	۱۰ھ ، حجۃ الوداع	۸۹
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت	۴۰	۱۱ھ ، اللہ میاں کے پاس جانا	۹۱
مدینہ میں حضورؐ کا استقبال	۴۵	وفات کے بعد	۹۴
اللہ کے راستہ میں جہاد	۴۹	حضورؐ کی پیاری صورت	۹۵
۲ھ ، غزوۂ بدر	۵۱	تمت	

انتساب

مادرِ علمی دار العلوم دیوبند کے نام

جس کے فیضِ صحبت سے مجھ جیسا

ناکارہ و ننگِ دار العلوم بھی

محروم نہ رہا،

وَلِلْأَرْضِ مِنْ كَأْسِ الْكِرَامِ نَصِيبُ

سید فرید الوحیدی عفی عنہ
مدنی منزل دار العلوم دیوبند
(انڈیا)

تعارف از طرف ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

زیرِ نظر کتاب "تاریخ اسلام" تین حصوں پر مشتمل ہے، جو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ کے برادر زادے یعنی بھتیجے مولانا سید فرید الوحیدی صاحب کی تصنیف ہے،

پہلا حصہ "رسولِ عربیؐ" کے نام سے موسوم ہی جس میں حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کو مختلف عنوانات کے ضمن میں ایسے دلکش اور آسان طرز پر بیان کیا ہی کہ پڑھنے والے کے ہر واقعہ دلنشین ہوتا جاتا ہے، اس کے بعد "سوالات" قائم کرکے ہر عنوان میں بیان کردہ باتوں کو دریافت کیا گیا ہے، اس حصہ کے چھیانوے ۹۶ صفحات ہیں،

دوسرا حصہ "خلافتِ راشدہ" جو تاریخ اسلام کا دوسرا حصہ اور خلافتِ راشدہ کے بیان کا پہلا حصہ ہی، اس دوسرے حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی سوانح اور دونوں ہستیوں کے زمانۂ خلافت کے حالات بیان کئے گئے ہیں، اس حصہ کے ۱۱۲ صفحات ہیں،

تیسرا حصہ "خلافتِ راشدہ" جو تاریخ اسلام کا تیسرا حصہ ہے .....

اس تیسرے حصہ میں مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی اور چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہما کی سوانح اور دونوں ہستیوں کے زمانہ خلافت کے حالات بیان کئے گئے ہیں،

حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت میں مشہور جنگِ جمل اور جنگِ صفین ہوئیں جن میں ۸۰ ہزار کے قریب مسلمان دشمنانِ اسلام کی سازشوں کا شکار ہو کر شہید ہو گئے، اس کا بیان بھی اس حصہ میں کیا گیا ہے اور فتنہ خوارج کا بھی،

یہ کتاب ہندوستان میں شائع ہوئی تھی، آج جبکہ ہمارے پاکستان میں نظامِ اسلام کی جدوجہد ہو رہی ہے اشد ضرورت ہی کہ تاریخ اسلام سے مسلمان اور ہماری اولاد پوری طرح واقف ہوں، اس ضرورت کے پیشِ نظر "مکتبہ رشیدیہ" نے یہ رسائل شائع کئے ہیں، اگر ان کو قرآن کریم کے مدارس میں بچوں کو اور اسی طرح اسکولوں میں پڑھا دیا جائے تو خدا کی ذات سے امید ہی ہمارے بچے بڑے ہو کر اپنے دین کی تاریخ سے بے بہرہ نہ ہوں،

اللہ تعالیٰ ہماری اس محنت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ نفع اٹھانے کی توفیق نصیب فرمائے، آمین،

حافظ رشید احمد غفرلہٗ

تقاریظ

شیخ الادب و الفقہ حضرت مولانا سیّد محمد اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ

سابق مفتی و مدرّس دار العلوم دیوبند (انڈیا) کی گرامی قدر رائے

حامداً و مصلیاً و مسلماً

اَمّا بعد: میں نے اس رسالہ کے اکثر مقامات دیکھے، اس رسالہ کا مقصد یہ ہے کہ بچوں کو ایام طفولیت میں ہی فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثاروں کے حالات سے ایسے سلیس اور آسان طریقہ سے آگاہ کیا جائے کہ وہ اس کو پوری طرح سمجھ لیں، اس لئے ہر مضمون کے بعد سوالات قائم کرکے غور کرنے اور سمجھنے کا طریقہ بتایا ہے،

میرا خیال ہے کہ میرے عزیز مصنف رسالہ اپنے اس مقصد میں پوری طرح کامیابی حاصل کر چکے ہیں اور بحیثیت مسلمان ہونے کے جو فریضہ اُن کا تھا اس کو علی وجہ الکمال انجام دے چکے ہیں ـــــ اب بچّوں کے نگرانوں، قومی مدارس کے ذمّہ داروں کا فرض ہے کہ وہ اس کو اپنے اپنے گھروں اور اپنے اپنے مدارس میں داخل درس کریں، اور حضرات مدرسین سے تاکید کریں کہ اس کو پوری توجہ کے ساتھ پڑھنے والوں کے ذہن نشین کرائیں۔

میں دعا کرتا ہوں کہ قادرِ مطلق مؤلف کی مساعی کو قبول و مشکور فرمائے آمین،

(مولانا) محمد اعزاز علی غفرلہٗ

۳۰ رجمادی الثانی ۱۳۷۰ھ

مؤرخِ اسلام شیخ الحدیث
مولانا سید محمد میاں صاحب دیوبندی رحمہ اللہ
سابق شیخ الحدیث و مفتی مدرسہ امینیہ دہلی (انڈیا)
فرماتے ہیں

آپ کی یہ کتاب اپنی نوعیت کی بہترین کتاب ہے بچے اسے یقیناً شوق سے پڑھیں گے، اور اس کے اندازِ بیان سے لطف اندوز ہوں گے،

میں چاہتا ہوں کہ آپ اس کتاب کے بقیہ حصے بھی جلد تکمیل کو پہونچائیں،

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بہت جلد مدرسوں اور اسکولوں کے نصاب میں داخل ہو جائے گی،

خدا آپ کی محنت کو قبول فرمائے،

(مولانا) محمد میاں دہلی
۲۶ر اکتوبر سنہ ۱۹۵۱ء

پہلی بات

پوجا ، رسول ، پیغامبر ، نصیب ، دوزخ ، جنت

آج سے کوئی چودہ سو برس پہلے کی بات ہے کہ دنیا میں بہت خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں، سب لوگ بُتوں کی، آگ کی، اور سورج وغیرہ کی پوجا کیا کرتے تھے، ایک دوسرے کو ذراسی باتوں پر قتل کر ڈالتے تھے، چوری، ڈاکہ اور گالی گلوج بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھی، کسی کے یہاں جب لڑکی پیدا ہوتی تھی تو اس کو زندہ دفن کر دیا کرتے تھے، وہ بیچاری چیختی چلاتی رہ جاتی تھی، اور بتوں کی اور آگ کی پوجا کرنے والے اس پر سینکڑوں من مٹی ڈال کر دبا دیتے تھے، جب کسی عورت کا شوہر مرجاتا تھا تو اس عورت کو آگ میں ڈال کر جلا دیا جاتا تھا، شراب بہت پیتے تھے، اور حرام اور گندی چیزیں کھاتے تھے، دنیا میں جتنی بُری باتیں ہوتی ہیں سب کرتے تھے، تب اللہ میاں نے ان کو بُری باتوں سے روکنے کے لئے اپنا رسول دنیا میں بھیجا، اس نے آکر سب لوگوں کو بتلایا کہ اللہ میاں سے ڈرو، اس کا حکم مانا کرو، ورنہ دوزخ میں جلائے جاؤ گے، بڑے بڑے سانپ اور موٹے موٹے بچھو تمھیں کاٹیں گے نہ تمھیں کھانے کو کچھ ملے گا، اور نہ پینے کو کوئی چیز نصیب ہوگی، جب تمھیں

پیاس لگے گی تو گندھک اور پیپ کا بدبودار پانی پینا پڑے گا،

اور اگر اللہ میاں کا حکم مانوگے تو جنّت میں جاؤ گے، وہاں بڑھیا بڑھیا میوے اور پھل کھانے کو ملیں گے، گلاب اور کیوڑے سے زیادہ خوشبودار اور شکر سے زیادہ میٹھا پانی پینے کو ملے گا، اور ہمیشہ ہمیشہ آرام سے رہوگے،

اللہ کے رسولؐ نے سب لوگوں سے کہا کہ دیکھو! چوری کرنا، ڈاکہ ڈالنا، گالی دینا، اور شراب پینا، جھوٹ بولنا، یہ سب بہت بُری باتیں ہیں، اللہ میاں ان سب باتوں سے بہت ناراض ہوتے ہیں،

سب لوگوں نے اللہ میاں کے بھیجے ہوئے پیغامبر کی باتیں سُنیں، اور بہت سے لوگوں نے اُس پر عمل کیا، وہی باتیں ہم تمہیں سناتے ہیں، یہ باتیں بہت اچھی ہیں، انھیں غور سے پڑھنا اور یاد رکھنا؛

سوالات

۱۔ چودہ سو برس پہلے دنیا کی کیا حالت تھی ؟

۲۔ اللہ میاں کے رسولؐ نے کیا باتیں بتلائیں ؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش

جہالت ، یتیم ، برکتیں ، چڑھائی ، کنگورے

ہمارے ملک (ہند و پاکستان) سے بہت دور سمندر پار پچھم کی طرف ایک ملک ہے، اس کا نام عرب ہے، وہاں جہالت اور گمراہی بہت زیادہ پھیلی ہوئی تھی، وہاں ایک بہت شریف اور بزرگ گھرانے میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوشنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول ۵۷۱ء میں پیدا ہوئے، آپؐ ابھی پیٹ میں تھے کہ آپؐ کے والد جناب عبداللہ کا انتقال ہو گیا، اور آپؐ یتیم ہو گئے، بچہ جب تک ماں کے پیٹ میں رہتا ہے تو ماں کو بہت تکلیف ہوتی ہے، متلی آتی ہے اور قے ہوتی ہے، مگر آپؐ جب والدہ کے پیٹ میں تھے تو انھیں کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی،

آپؐ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ دیکھو! تمھارے ایک بچہ پیدا ہوگا، وہ تمام انسانوں کا سردار ہوگا، جب وہ پیدا ہو تو تم یہ کہنا کہ میں اس بچہ کو اللہ کے سپرد کرتی ہوں، اور اس بچہ کا نام محمدؐ رکھنا،

آپؐ کے پیدا ہونے سے پہلے اور پیدا ہونے کے وقت بڑی بڑی برکتیں دکھلائی دیں جس سال آپؐ پیدا ہوئے اُسی سال ملکِ یمن کے بادشاہ ابرہہ نے بہت سے ہاتھی لے کر مکہ پر چڑھائی کی، اور کعبہ کو گرانا چاہا

مکہ والوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ اس کا مقابلہ کریں، اور اس سے لڑیں، بس اللہ پاک نے آسمان پر چڑیاں بھیجیں، ان چڑیوں نے ہاتھیوں پر اتنی کنکریاں برسائیں کہ سب ہاتھی مر گئے،

جس وقت آپؐ پیدا ہوئے اس وقت ملکِ ایران کے بادشاہ کے محل کے چودہ کنگورے گر گئے، وہ بادشاہ کافر تھا، اور آگ کی پوجا کیا کرتا تھا، اس کے یہاں ایک جگہ پر آگ جل رہی تھی، جو ایک ہزار سال سے جلائی جا رہی تھی' اور بجھنے نہ پاتی تھی، جب آپؐ پیدا ہوئے تو خود بخود وہ آگ بجھ گئی، اور اللہ میاں نے بتلا دیا کہ دیکھو! ہم نے اپنا پیارا بندہ زمین پر بھیج دیا ہے، اب تم لوگ آگ اور پتھر کی پوجا نہیں کر سکتے،

جب آنحضورؐ پیدا ہوئے تو سب سے پہلے آپؐ کی والدہ بی بی آمنہ نے آپؐ کو دودھ پلایا.... اسی زمانہ میں مکّہ کے آس پاس کے گاؤں سے کچھ عورتیں آئیں، جو چھوٹے چھوٹے بچّوں کو شہر سے لے جایا کرتی تھیں، اور انھیں دودھ پلایا کرتی تھیں، تاکہ وہ گاؤں میں رہ کر خوب تندرست ہو جائیں، سب عورتوں نے بڑے بڑے گھرانوں سے بچے لے لئے، مگر ہمارے سرکارؐ کو کسی نے نہ لیا، اس لئے کہ آپؐ غریب تھے، آپؐ کے باپ نہیں تھے، اور تم جانو غریب کو کون پوچھتا ہے، گاؤں کی عورتوں میں ایک خاتون تھیں، ان کا نام بی بی حلیمہ تھا، وہ بہت غریب تھیں، ان کے پاس جو اونٹنی تھی وہ بہت کم دودھ دیتی تھی، اور اُن کی سواری کا جانور بھی بہت دُبلا تھا، خود اُن کے بھی بہت کم دودھ ہوتا تھا، اس لئے اُن کا بچّہ

عبداللہ بیچارہ بھوکا رہتا تھا، تو سب عورتوں کو بچے مل گئے، مگر انھیں نہ ملا، وہ بیچاری رنجیدہ ہوئیں، اُن کے شوہر نے کہا کہ تم افسوس کیوں کرتی ہو؟ انھوں نے کہا، کہ سب عورتوں کو بچے مل گئے، مجھے نہیں ملا، اب ایک ہی بچہ رہ گیا ہے، مگر وہ بہت غریب ہے،

بی بی حلیمہ کے شوہر نے کہا کہ غریب ہے تو کیا ہے، تم اسی بچے کو لے لو، بی بی حلیمہ نے خوشی خوشی ہمارے سرکار کو لے لیا، انھیں کیا معلوم تھا کہ یہ بچہ جسے میں لے رہی ہوں دنیا جہان کی نعمتوں سے بڑھکر ہے، اور اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہے، وہ تو بیچاری سمجھی تھیں کہ منا سا پیارا بچہ ہے اور بس، ؛

سوالات

۱۔ حضورؐ کے پیدا ہونے کے وقت کیا باتیں پیش آئیں ؟

۲۔ آپؐ کی والدہ کا نام اور آپؐ کے والد کا نام بتاؤ ؟

معنی بتاؤ

پوجا ، پیغمبر ، جہالت ، بزرگ ، برکتیں، نصیب

بی بی حلیمہؓ کے گھر میں آپؐ کی برکتیں

قحط ، کلمات ، رضاعی ، نجومی ، دین ،

جب بی بی حلیمہ نے آپؐ کو لے لیا، اور لے کر اپنے ساتھیوں کے پاس آئیں تو بی بی حلیمہ کی اونٹنی کا دودھ بڑھ گیا، وہ فرماتی ہیں کہ میں نے اونٹنی کو دُوہا تو اس نے اتنا دودھ دیا کہ میں نے اور میرے شوہر نے خوب پیٹ بھر کر پیا، اور بی بی حلیمہ کا دودھ بھی بڑھ گیا، اُن کے بچّے عبداللہ نے بھی پیا، اور حضورؐ نے بھی پیا، حالانکہ پہلے دودھ بہت کم ہوتا تھا، میاں عبداللہ اکیلے ہی بھوکے رہ جاتے تھے،

جب بی بی حلیمہ آپؐ کو لے چلیں تو اُن کی سواری کا جانور جو دُبلا تھا، اور بہت آہستہ آہستہ چلتا تھا، اب بہت تیز رفتار ہو گیا تھا، اور سب سے آگے آگے رہتا تھا،

حضورؐ بی بی حلیمہ کے گھر پہنچے تو اُن کے گاؤں میں قحط پڑا ہوا تھا، بکریوں کے دودھ نہیں ہوتا تھا، مگر جیسے ہی حضورؐ پہنچے ہیں ان کی سب بکریاں دودھ دینے لگیں، اور سب کی بکریاں دودھ بالکل نہیں دیتی تھیں، جب آپؐ دو۲ برس کے ہو گئے تو آپؐ کا دودھ چھڑادیا گیا، جب آپؐ کا دودھ چھڑایا گیا تو سب سے پہلے آپؐ نے یہ کلمات ادا فرمائے،

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا، دو ہی سال میں آپؐ ماشاء اللہ خوب بڑے معلوم ہونے لگے تھے، جب آپ کا دودھ چھڑادیا گیا تو بی بی حلیمہ آپ کو مکہ لائیں، تاکہ آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کردیں، مگر بی بی حلیمہ کا جی نہ چاہتا تھا کہ آپؐ اُن سے جدا ہوں، اتفاق سے ان دنوں مکہ میں طاعون پھیلا ہوا تھا، بی بی حلیمہ نے آپؐ کی والدہ سے عرض کیا کہ ابھی طاعون پھیلا ہوا ہے، جب یہ کم ہوجائے گا تو دے جاؤں گی، آپؐ کی والدہ آمنہ نے اجازت دیدی، اور بی بی حلیمہ آپؐ کو واپس لے آئیں،

آپؐ کبھی بچوں کے ساتھ فضول کھیل کود میں نہیں لگتے تھے، ایک دن آپؐ نے اپنی رضاعی والدہ سے پوچھا کہ میرے بھائی دن بھر کہاں رہتے ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ وہ بکریاں چرانے جاتے ہیں، آپؐ نے فرمایا کہ میں بھی جایا کروں گا، پھر روزانہ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرانے جانے لگے، ایک دن آپؐ بکریاں چرانے گئے ہوئے تھے، وہاں اللہ میاں کے حکم سے اس کے فرشتے آئے اور انھوں نے آپ کا سینہ چیر کر آپؐ کا دل نکال لیا، اور اسے دھوکر پاک صاف کرکے پھر رکھ دیا، اور آپ کا سینہ پہلے جیسا کردیا،

یہ دیکھ کر آپؐ کے بھائی دوڑے دوڑے ہانپتے کانپتے گھر آئے، اور اپنی والدہ سے یہ قصہ سُنایا، کہ میرے بھائی محمدؐ کو دو آدمیوں نے لِٹاکر ان کا سینہ چیر ڈالا ہے،

بی بی حلیمہؓ اور اُن کے شوہر دونوں گھبرائے ہوئے چراگاہ پہنچے، تو دیکھا آپؐ اچھے خاصے بیٹھے ہیں، مگر بہت ڈرے اور سہمے ہوئے ہیں،

بی بی حلیمہ نے پوچھا کہ کیوں ڈرے ہوئے ہو؟

فرمایا، کہ اَمّی، دُو آدمی سفید کپڑے پہنے ہوئے آئے، اور مجھے لِٹا کر میرا پیٹ چیر کر اس میں سے کچھ نکال کر لے گئے ہیں،

بی بی حلیمہ انھیں گھر لائیں، اور ایک نجومی کے پاس لے گئیں، تاکہ دریافت کریں کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ مگر وہ آپؐ کو دیکھ کر شور مچانے لگے، کہ لوگو! دوڑو، اس بچّے کو قتل کر دو، ورنہ تم لوگ غارت ہو جاؤ گے، یہ بچّہ تمھارے دین کو مٹا دے گا، اور تمہیں ایسا راستہ دکھلائے گا جو تم نے آج تک نہ سُنا ہو گا،

بی بی حلیمہ نے اُسے بہت ڈانٹا، اور آپؐ کو لے کر گھر آگئیں، مگر ان دونوں باتوں سے بہت ڈر گئیں، اور آپؐ کو آپ کی والدہ بی بی آمنہ کے پاس پہنچا دیا، مگر آپؐ اتنے دنوں حضرت بی بی حلیمہ کی گود میں کھیلے، اور ان کے گھر میں رہے، اس لئے سب کو اُن سے بہت محبّت ہو گئی،

بڑے ہو کر جب آپؐ نے اسلام کی دعوت دی تو بی بی حلیمہ، اُن کے شوہر، اُن کی ایک لڑکی ایک لڑکے، جو بچپن میں ہمارے سرکار کے ساتھ کھیلا کرتے تھے سب مسلمان ہو گئے،

آپؐ کے رضاعی والد کا نام حارث تھا، اور آپؐ کی رضاعی بہن اور بھائی کا جو مسلمان ہوئے تھے شیما، اور عبداللہ نام تھا ؛

سوالات

۱۔ دودھ چھڑانے کے وقت آپ ﷺ نے کیا کلمات کہے؟

۲۔ بی بی حلیمہ کون تھیں اور ان کو کیا برکتیں حاصل ہوئیں؟

۳۔ رضاعی کسے کہتے ہیں، اور آپ ﷺ کے رضاعی والد اور رضاعی بھائی بہن کے کیا نام تھے؟

ذکرِ رسول ﷺ

تصنیف: قاری ابوالفضل احمد رضا صاحب خطیب جامع مسجد ریلوے اسٹیشن جمشید روڈ کراچی
پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے زمانہ نبوت تک کے
حالات مختصر اور دلکش انداز میں، کہ آدمی کتاب شروع کردے تو دل چاہتا ہے
پڑھتا ہی رہے،

پہلی فرصت میں مندرجہ ذیل پتے سے طلب فرمائیں:-

مکتبہ رشیدیہ قاری منزل
پاکستان چوک
کراچی ۱

دادا اور والدہ کی وفات

پرورش، انتقال، وفات، وصیت، تربیت

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بی بی حلیمہ کے گھر سے اپنی والدہ کے پاس آگئے، اور اپنی اماں جان کی گود میں پرورش پانے لگے، لیکن اللہ میاں کو کچھ اور ہی منظور تھا، چنانچہ جب آپؐ چھ برس کے ہوگئے تب آپؐ کی والدہ آپؐ کو لے کر مدینہ منورہ اپنے رشتہ داروں سے ملنے گئیں، وہاں کچھ دن رہ کر جب واپس تشریف لارہی تھیں تو راستہ میں ایک جگہ پڑتی ہے، اس کا نام ہے اَبْوَا، جب آپؐ اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ اَبْوَا میں پہنچے تو وہیں آپؐ کی والدہ کا انتقال ہوگیا،

بچو! تمہیں یاد ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے سے پہلے آپؐ کے والد ماجد کی وفات ہوچکی تھی، اب چھ برس کی عمر میں والدہ کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا، اور سرکارؐ اتنی ننھی سی عمر میں بِن ماں باپ کے ہوگئے،

آپؐ کے ساتھ سفر میں آپؐ کی باندی اُمِّ اَیمَنْ بھی تھیں، وہ آپؐ کو اپنے ساتھ مکہ معظمہ لے آئیں، اور آپؐ کے دادا جناب عَبْدُ الْمُطَّلب کے حوالے کر دیا، آپؐ کے دادا جناب عبدالمطلب بہت بڑے آدمی تھے،

مکہ کے سب لوگ اُن کی عزت کرتے تھے، انھوں نے بڑے پیار اور بڑی محبت سے آپؐ کی پرورش شروع کردی، ان کو آپؐ سے بہت محبت تھی، اور آپؐ بھی دادا سے بہت محبت کرتے تھے، مگر اللہ میاں نے یہ پسند نہ کیا کہ اس کا رسول آدمیوں کے ہاتھوں سے پرورش پائے، اور لوگ یہ کہیں کہ فلاں کی پرورش نے مُحَمَّدؐ کو اس قابل کردیا،

جب آپؐ کی عمر آٹھ سال کی ہوئی تو بی بی آمنہ کی وفات کے دو ہی سال بعد جناب عبدالمطّلب نے بھی مُنہ موڑلیا، اور آپؐ کو اکیلا چھوڑکر انتقال فرما گئے، جب آپؐ کے دادا کا جنازہ اٹھا تو آپؐ چھوٹے سے تو تھے ہی پیچھے پیچھے دوڑے چلے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے،

جب ان کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے اپنے لڑکے یعنی حضورؐ کے چچا اَبُوطَالِبْ کو وصیت کی کہ مُحَمَّدؐ کی پرورش اور تربیت خوب محبّت سے کرنا، جناب ابوطالب کو ہمارے سرکارؐ سے اتنی محبّت تھی کہ اپنے ساتھ ہی سُلایا کرتے تھے، اور اپنے ساتھ ہی کھانا کھلاتے تھے، اور ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہی رکھتے تھے،

جناب ابوطالب کے پاس بکریاں تھیں، حضورؐ انھیں چَرانے جایا کرتے تھے، حضورؐ پڑھے لکھے نہ تھے اور بالکل اُمّی تھے، مگر تمھیں یاد ہوگا اور تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ دو برس کی عمر میں جب سرکارؐ کا دُودھ چھٹا، تو آپؐ نے سب سے پہلے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا ...... پڑھا تھا، تو تم خود سوچو کہ جو بچّہ دو برس کی عمر میں اس طرح اللہ کی حمد

پڑھنے لگے، اُسے دنیا کی پڑھائی کی کیا ضرورت ہے؟ آپؐ کو خدا نے اپنے گھر سے پڑھا کر بھیجا تھا، چھوٹی سی عمر تھی، بکریاں چَراتے تھے، مگر نہ کبھی کسی نے کوئی شرارت دیکھی، نہ آپؐ کی زبان سے کوئی بُرا لفظ یا گالی سُنی، نہ آپؐ بازاروں میں بچّوں کے ساتھ کھیلتے تھے، حالانکہ بالکل بے پڑھے لکھے تھے،
مگر دیکھو! کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اَن پڑھ نہ کہہ دینا، یہ لفظ بُرا سا لگتا ہے، دین و دنیا کے سب سے بڑے آدمی اور اللہ کے محبوب کے لئے یہ لفظ اچھا نہیں لگتا، ہاں اگر کوئی ضرورت پڑے تو اُمّی کہہ سکتے ہو۔

سوالات

۱۔ آپؐ کی والدہ کی وفات کس جگہ ہوئی ؟
۲۔ دادا کی اور والدہ کی وفات کے وقت حضورؐ کی کیا عمر تھی ؟
۳۔ دادا کے انتقال کے بعد حضورؐ کس کی تربیت میں رکھے گئے ؟
۴۔ اُمّی کسے کہتے ہیں ؟

حضورؐ کا سفرِ شام اور نکاح

زلزلہ ، پادری ، نبی ، یہودی ، چاک ، عیسائی

تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ کے بعد دادا صاحب کی پرورش میں آئے اور دادا کے بعد آپؐ کے چچا ابوطالب آپؐ کی تربیت کرنے لگے، اب حضورؐ کی عمر بارہ ۱۲ برس کی ہوگئی، آپؐ کے چچا جناب ابوطالب ملکِ شام میں تجارت کرنے جایا کرتے تھے، چونکہ حضورؐ بچے تھے، اور سفر میں تم جانو کس قدر تکلیفیں ہوتی ہیں اس لئے وہ حضورؐ کو نہ لے جاتے تھے، مگر اب کی بار وہ چلنے لگے، تو حضورؐ انھیں لپٹ گئے، اور کہا کہ میں بھی چلوں گا، چچا کو بھتیجے کا دل توڑنا گوارہ تھا، انھوں نے آپؐ کو ساتھ لے لیا، چلتے چلتے آپ لوگ ایک جگہ پہنچے، اس جگہ کا نام "تیما" تھا، وہاں آپؐ کو ایک عیسائی پادری نے دیکھا، اس نے جناب ابوطالب سے پوچھا کہ یہ تمھارے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے فرمایا کہ میرا بھتیجا ہے،

اس نے کہا کہ یہ اللہ کے آخری نبیؐ ہیں، میں نے توریت میں اُن کے متعلق پڑھا ہے، یہ بالکل ویسے ہی ہیں، اگر تم انھیں شام لے جاؤ گے تو یہودی انھیں پہچان جائیں گے، اور قتل کر دیں گے،

یہ سُنکر جناب ابوطالب نے آپؐ کو وہیں سے مکہ واپس کر دیا، وہاں سے

آکر حضورؐ مکہ میں رہنے لگے، مکہ کی ایک بہت مالدار خاتون تھیں اُن کا نام خدیجہ تھا، اُن کے شوہر کا انتقال ہو چکا تھا، مگر وہ لوگوں کو تجارت کا سامان دیدیتی تھیں، جب انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف سُنی تو کہلوایا کہ میرا سامان شام لے جاؤ اور فروخت کر کے دوسرا سامان لاؤ، نفع آدھا تمھارا اور آدھا میرا، آپؐ نے قبول فرمالیا،

خدا کا کرنا کہ شام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سامان بڑے نفع سے بکا، اور وہاں سے آپؐ بہت بڑھیا سامان خرید کر لائے اس سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کا پیغام دیدیا، آپؐ نے منظور فرمالیا، بس حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کی شادی ہوگئی،

جب آپؐ کی شادی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا چالیس[۴۰] برس کی تھیں اور آپؐ کی عمر اُس وقت پچیس[۲۵] برس کی تھی، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپؐ کو بے حد محبت تھی، اور وہ بھی آپؐ سے بہت محبت کرتی تھیں،

ان سے حضورؐ کے ۲ صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں،

صاحبزادوں کے نام یہ ہیں:-

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، حضرت طاہر رضی اللہ عنہ،

اور صاحبزادیوں کے نام یہ تھے!

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا، حضرت

اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا، حضرت رُقیّہ رضی اللہ عنہا،
حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت محبّت تھی، اور آپؐ فرماتے تھے کہ میری بیٹی فاطمہؓ جنّت کی عورتوں کی سردار ہے، ان کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صاحبزادے اور تھے، اُن کا نام تھا حضرت ابراھیم رضی اللہ عنہ، یہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کے پیٹ سے تھے،

سوالات

۱۔ شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی اور آنحضورؐ کی کیا عمریں تھیں؟
۲۔ شام کے سفر کے وقت آپؐ کی عمر شریف کیا تھی اور عیسائی پادری نے کیا کہا؟
۳۔ صاحبزادوں اور صاحبزادیوں کے نام بتاؤ؟

غارِ حراء میں عبادت اور نبوّت

عذاب ، امین ، حَجَرِ اَسْوَدْ ، فخر ، نبوّت

یہ تو تمہیں معلوم ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے بُرے کاموں سے بچتے رہتے تھے، کبھی آپؐ نے جھوٹ نہیں بولا، نہ کسی پر ظلم کیا، نہ لڑتے تھے، نہ گالی دیتے تھے،

شرافت سے اور بہت اچھے آدمیوں کی طرح زندگی گذارتے تھے، کبھی کسی بُت کی پوجا نہیں کی، اور نہ کوئی ایسا کام کیا جو اللہ میاں کو بُرا لگے، شادی کے بعد آپؐ مکّہ کے قریب ایک پہاڑ کی کھوہ میں چلے جایا کرتے تھے، اس کھوہ کا نام غارِ حراء تھا، بس صبح سے شام تک غارِ حراء میں بیٹھے اللہ میاں کو یاد کرتے رہتے تھے،

مکّہ کے سب لوگ آپؐ کی بڑی عزّت کرتے تھے، اور کہتے تھے ہم نے کبھی اس شخص کو جھوٹ بولتے نہیں سُنا، اور عزت سے آمِین کہتے تھے،

ایک مرتبہ مکہ کے لوگ آپس میں لڑنے لگے، ہوا یہ کہ خانۂ کعبہ میں ایک پتھر تھا اس کا نام حجرِ اسود تھا، اس کو دیوار میں لگانے کے لئے سب لڑتے تھے، ہر شخص چاہتا تھا کہ میں لگاؤں، اور یہ فخر مجھے نصیب ہو،

مگر کسی طرح معاملہ طے نہ ہوتا تھا، آخر سب نے مل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاکم بنایا کہ جو فیصلہ آپؐ دیں گے وہ ہمیں منظور ہوگا،

آپؐ ایک بڑی سی چادر میں حجرِ اسود کو رکھ کر اس کے چاروں کونوں کو چار بڑے لوگوں کو پکڑا کر دیوار کے پاس لائے، اور پھر خود اٹھا کر دیوار میں لگا دیا، یہ فیصلہ سب لوگوں نے بے حد پسند کیا، اور جھگڑا ختم ہوگیا،

ایک دن آپؐ روز کی طرح غار میں بیٹھے اللہ میاں کو یاد کر رہے تھے، کہ اللہ میاں کے حکم سے اُن کے خاص فرشتے حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور کہا: کہ "پڑھ" آپؐ نے جواب دیا کہ میں تو اُمّی ہوں، کیسے پڑھوں؟ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپؐ کو سینے سے لگا کر دبایا تین مرتبہ اسی طرح دبایا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پڑھنے لگے، اور جو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا وہ آپؐ نے یاد کرلیا،

گھر آکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے یہ واقعہ بتلایا، وہ آپ کو ایک شخص کے پاس لے گئیں، اُس نے کہا کہ اللہ میاں نے آپؐ کو نبوّت دی ہے، اور آپؐ پر اپنا کلام اُتارا ہے، پھر حضورؐ نے یہ کیا کہ جو کچھ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ کو سُناتے آپ اُسے یاد کر لیتے، اور آہستہ آہستہ لوگوں کو سُناتے، جب یہ معلوم ہوگیا کہ آپؐ نبی ہیں، تو سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا مسلمان ہوئیں، گویا دنیا کی سب سے پہلی مسلمان خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مانا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وغیرہ مسلمان ہوتے،

پہلے تو آپؐ چپکے چپکے لوگوں کو اللہ کا کلام سُناتے رہے، پھر ایک روز سب کو جمع کیا، اور کہا: اے قریش کے لوگو! اگر میں تم سے کہوں کہ ایک لشکر آرہا ہے جو تم سے لڑائی کرے گا تو تم یقین کروگے یا نہیں؟ سب نے کہا، ہم ضرور یقین کریں گے، اس لئے کہ ہم نے کبھی تم سے جھوٹ نہیں سُنا، تب آپؐ نے فرمایا کہ دیکھو بت پرستی چھوڑ دو، اللہ میاں پر ایمان لے آؤ، میں خدا کا نبی ہوں، اگر ایمان لاؤ گے تو بھلائی ہوگی ورنہ سخت عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے، یہ سُن کر سب خفا ہو کر چلے گئے،

ایک بار پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان والوں کے سامنے تقریر کی کہ خدا ایک ہی، اسی کی پوجا کرو ورنہ عذاب میں پھنس جاؤ گے، مگر سب نے ہنس کر ٹال دیا تیسری مرتبہ آپؐ خانۂ کعبہ میں تشریف لے گئے، اور لوگوں کو سمجھانے لگے، اس پر لوگوں نے آپؐ پر حملہ کیا، اس وقت مسلمان کُل چالیسؔ عدد تھے، اور کافر بہت تھے، آپؐ کے رضاعی باپ حضرت حارث رضی اللہ عنہ جن کا تذکرہ تم پیچھے پڑھ چکے ہو آپ کو بچانے کے لئے دوڑے، مگر کافروں نے انھیں اتنا مارا کہ وہ شہید ہو گئے،

جب آپؐ کو نبوّت ملی تو آپؐ کی عمر شریف چالیسؔ برس کی ہو چکی تھی،

بچّو! یاد رکھنا کہ سب سے پہلی مسلمان حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں، اور سب سے پہلے شہید حضرت حارث رضی اللہ عنہ تھے،

سوالات

۱۔ حجر اسود کسے کہتے ہیں اور اس پر کیا جھگڑا ہوا تھا، اور حضورؐ نے کیسے فیصلہ کیا؟

۲۔ نبوّت کے وقت حضورؐ کی کیا عمر تھی؟

۳۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ کہاں اور کیا واقعہ پیش آیا؟

کفار کا ظلم اور مسلمانوں کی ہجرت

کلام ، مایوس ، صحابی ، دین ، اشاعت ، ہجرت ،

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے برابر اللہ کا کلام اور اسلام پھیلانے کا سلسلہ شروع کردیا اور بلا خوف وڈر کے لوگوں کو اللہ میاں کی باتیں سنانے لگے تو کافروں کو بہت بُرا لگا، اور سب کافر جمع ہو کر آپؐ کے چچا جناب ابو طالب کے پاس آئے، اور اُن سے کہا کہ یا تو آپ اپنے بھتیجے کو اللہ میاں کی باتیں بتلانے سے منع کرلیں، یا اُن کی طرف داری نہ کریں،

جناب ابو طالب نے فرمایا کہ نہ میں اُسے منع کروں گا، اور نہ اس کی طرف داری چھوڑوں گا، جو اس کا جی چاہے گا وہ کرے گا، ہاں اگر وہ کسی کو تکلیف دے گا یا بُری باتیں کرے گا تو البتہ میں اسے منع کروں گا،

کافر جناب ابو طالب کا جواب سُن کر مایوس ہو گئے، ہمارے سرکارؐ برابر اسلام کی اشاعت میں لگے رہے، مکّہ کے کافر پھر جناب ابو طالب کے پاس آئے اور کہا کہ اگر تم اپنے بھتیجے کو منع نہ کروگے تو ہم تم سے اور تمھارے سب خاندان والوں سے لڑیں گے،

جناب ابو طالب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھایا اور کہا کہ چچا کی جان! مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ میں برداشت نہ کرسکوں، اور ایسی باتیں نہ کرو

جس سے سب لوگ تمھارے دشمن ہوجائیں، حضورؐ نے جواب دیا، کہ چچا جان اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور ایک ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی اللہ کا کلام سُنانے سے اور اسلام پھیلانے سے نہ رکوں گا، یا تو میں خدا کا سچا دین لوگوں میں پھیلادوں گا، یا اسی کوشش میں مرجاؤں گا،

ابوطالب نے کہا کہ اچھا جاؤ تم اپنا کام کرو، تمھیں کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا،

جب کافروں نے دیکھا کہ کسی طرح نہیں مانتے، تو انھوں نے آپؐ کو ہر طرح تکلیفیں پہنچانی شروع کیں، جس طرف سے حضورؐ گذرتے تھے اُدھر کانٹے بچھادیتے تھے، بازاروں میں لڑکے حضورؐ کو ڈھیلے مارتے تھے، اور گالیاں دیتے تھے،

ایک مرتبہ آپؐ خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے، کہ ایک کافر عقبہ نے آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر اتنی زور سے گھسیٹی کہ آپؐ گر پڑے، ایک مرتبہ آپؐ نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں گئے، تو ایک کافر نے اونٹ کی اوجھڑی لاکر آپؐ کی پیٹھ پر لاد دی، عورتیں راستہ میں چلتے ہوئے کوڑا کرکٹ ڈال دیتی تھیں، آپؐ کے ساتھی مسلمانوں پر بھی بڑے بڑے ظلم کئے جاتے تھے،

بچو! جن مسلمانوں نے مسلمان رہتے ہوئے آپؐ کو دیکھا ہے اور مسلمان ہی رہتے ہوئے مرے ہیں اُن کو "صحابی" کہتے ہیں، اب ہم جب بھی صحابی کہیں گے تو تم سمجھ جانا کہ حضورؐ کے ساتھی مسلمانوں کا ذکر ہے، تو ایک صحابی تھے، اُن کا نام حضرت خبابؓ تھا، کافر اُن کو جلتے ہوئے کوئلوں پر لِٹا دیا کرتے تھے، اور اُن کے سینے پر پیر رکھ لیتے، تاکہ وہ اُٹھنے نہ پائیں، ایک دوسرے صحابی تھے اُن کا نام حضرت بلالؓ تھا، اُن کو گرم ریت پر

لٹا کر سینہ پر پتھر رکھ دیا کرتے تھے، اور کہتے کہ مسلمانوں کا ساتھ چھوڑ دو، مگر وہ پھر بھی یہی کہتے کہ "اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے"، پھر اُن کے گلے میں رسّی ڈال کر بازاروں میں گھسیٹا کرتے تھے، ان کا تمام بدن چھِل جاتا، اور خون بہنے لگتا، مگر وہ پھر یہی کہتے کہ اللہ ایک ہی اللہ ایک ہی"

ایک صحابی حضرت زبیرؓ کو چٹائی میں لپیٹ کر آگ میں رکھ دیا کرتے تھے، مسلمانوں کی آنکھیں پھوڑ دیا کرتے تھے، ڈھیلوں سے مار کر لہو لہان کر دیتے تھے،

جب مسلمان بہت تنگ آ گئے اور کافروں کا ظلم کم نہ ہوا، تو حضورؐ نے سولہ مسلمانوں کو ملکِ حبشہ بھیج دیا، تاکہ وہاں آرام واطمینان سے رہیں، اور اسلام کی اشاعت کریں، وہاں کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے، اس نے مسلمانوں کی بڑی عزت کی اور مسلمان وہاں اطمینان سے رہنے لگے،

جب کافروں کو معلوم ہوا کہ مسلمان حبشہ میں اطمینان سے رہتے ہیں، تو انھوں نے تین چار کافروں کو نجاشی کے پاس بھیجا، کہ اُن سے کہدو کہ ہمارے ملک کے کچھ آدمی تمھارے ملک میں آ گئے ہیں انھیں واپس کر دو،

نجاشی نے کافروں کے سامنے ہی مسلمانوں کو بلایا، اور ان سے پوچھا کہ تم لوگ کیوں آئے ہو؟ اور واپس جاؤ گے یا نہیں؟

مسلمانوں میں سے ایک صحابی حضرت جعفرؓ نے کہا کہ:

"اے بادشاہ! ہم پہلے بالکل جاہل تھے، پتھر کے بتوں کو پوجتے تھے، مُردار کھاتے تھے، اور گالیاں بکتے تھے، لڑتے تھے اور لوگوں کو بے قصور قتل کر ڈالتے تھے، اللہ میاں نے ہم پر رحم کھایا

اور ہمارے لئے ایک رسولؐ بھیجا، وہ رسولؐ ہمارے ہی کنبہ میں پیدا ہوا، اور بہت عالی نسب ہے، اس نے ہم کو سارے بُرے کاموں سے روک دیا، اور ہم کو زکوٰۃ دینی، نماز پڑھنی اور روزہ رکھنا اور رحم کرنا اور اللہ کی عبادت کرنی سکھلائی، بس ہم اس پر ایمان لائے، اور ہم واپس نہ جائیں گے،،

نجاشی نے یہ تقریر سُنی، تو فوراً مسلمان ہو گیا، اور کافروں کو نکلوا دیا، اور کہا کہ ہم مسلمانوں کو یہاں سے نہ جانے دیں گے ؛

سوالات

۱۔ جناب ابوطالب نے حضورؐ سے کیا کہا اور آپؐ نے کیا جواب دیا؟
۲۔ کفار مسلمانوں پر کس کس طرح ظلم کرتے تھے ؟
۳۔ ہجرت کا واقعہ بیان کرو؟

مکّہ کے کافروں کا بائیکاٹ

بائیکاٹ ، معاہدہ ، گھاٹی ، شعبِ ابی طالب

رفتہ رفتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکّہ کے بڑے بڑے لوگ ہونے لگے، اور اسلام قبول کرنے لگے، تو کافروں کو بہت فکر ہوئی اور انھوں نے آپؐ سے کہا کہ اگر آپ دولت چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اس قدر دولت دیں گے کہ مکّہ کے سب سے زیادہ مال دار آدمی ہو جائیں، اور آپؐ بادشاہی چاہتے ہیں تو ہم آپ کو بادشاہ بنالیں گے، مگر آپ اسلام پھیلانا چھوڑ دیں،

اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو قرآن شریف کی چند آیتیں پڑھ کر سُنائیں، ایک کافر نے آیتیں سُنکر کہا کہ خدا کی قسم! یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا، اور میں نے اتنا اچھا کلام کبھی نہیں سُنا، پھر کافروں نے مل کر یہ طے کیا کہ حضورؐ کے پورے خاندان سے بات چیت بالکل بند کر دی جائے، نہ کوئی چیز دی جائے، نہ کھانے پینے کی کوئی چیز اُن کے ہاتھ بیچی جائے، اور سب مسلمانوں کو شہر سے الگ کر دیا جائے، ان سب کافروں کا سردار ابو جہل تھا، اس نے ایک معاہدہ تیار کیا اور اسے خانۂ کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دیا، کہ جو شخص کسی مسلمان کی ہمدردی کرے گا

ہم اسے بھی الگ کر دیں گے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب خاندان والوں اور سب مسلمانوں کو لیکر مکّہ سے باہر ایک گھاٹی میں چلے گئے، اس گھاٹی میں آپؐ کو اور سب ساتھیوں کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہ ملتی تھی، پہلے پہل تو جو کچھ ساتھ لائے تھے کھاتے پیتے رہے، پھر کچھ بھی نہ رہا، مکّہ سے جا کر کچھ لا نہیں سکتے تھے، کیونکہ سب کافروں نے بائیکاٹ کر رکھا تھا، درختوں کی پتیاں اور سوکھے ہوئے چمڑے پکا پکا کر کھاتے تھے، بچّوں سے رہا نہیں جاتا تھا، تو وہ بھوک سے روتے تھے، اُن کے رونے سے کافر بہت خوش ہوتے تھے، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ جو معاہدہ خانہ کعبہ کے دروازے پر لٹکایا گیا تھا اُسے دیمک نے چاٹ لیا، اور اس کے حروف مٹ گئے، پھر تو بائیکاٹ ختم ہو گیا، اور حضورؐ سب کو لے کر مکّہ واپس تشریف لے آئے،

جس گھاٹی میں آپؐ رہے تھے اُس کا نام "شعب ابی طالب" تھا، جب حضورؐ واپس تشریف لائے تو اسلام کو نازل ہوئے دس۱۰ برس گزر چکے تھے، اور یہ بائیکاٹ تین۳ برس تک رہا؛

سوالات

۱۔ بائیکاٹ کس طرح ہوا اور کیسے ختم ہوا؟

۲۔ بائیکاٹ سے مسلمانوں کو کیا تکلیفیں پہنچیں؟

۳۔ یہ بائیکاٹ کتنے دن رہا، اور حضورؐ کہاں پر رہے؟

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

نگہبان ، بخشش ، احسان ، شفیق ، ہستیاں ،

بڑی پریشانیوں اور مصیبتوں کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم شعب ابی طالب سے نکلے، تو اس کے بعد ہی فوراً آپؐ کے چچا جناب ابوطالب کا انتقال ہوگیا، جیساکہ تم پڑھ چکے ہو جناب ابوطالب کو ہمارے سرکارؐ سے بہت محبت تھی، انھوں نے آپؐ کی وجہ سے تمام مکہ والوں سے دشمنی مول لے لی تھی، اور کافروں سے کہدیا تھاکہ میرے بھتیجے محمدؐ کو کوئی کچھ نہ کہے،

جناب ابوطالب مکہ کے بزرگ آدمی تھے، اس لئے سب اُن سے ڈرتے تھے، انہی کے ڈر کی وجہ سے ہمارے سرکارؐ کو کافر کچھ نہیں کہہ سکتے تھے، ورنہ کئی مرتبہ کافروں نے چاہا کہ حضورؐ کو قتل کر ڈالیں، مگر جناب ابوطالب کی وجہ سے کسی کی ہمت نہ پڑی، ویسے تو خدا آپؐ کا نگہبان تھا، اور سب کو بچانے والا ہے، مگر ابوطالب نے حضورؐ کے لئے اپنی جان لڑادی، حضورؐ کے ساتھ شعب ابی طالب میں قید رہے، گالیاں کھائیں، مگر آپؐ کا ساتھ نہیں چھوڑا، انھیں یہ بھی منظور نہ تھا کہ ایک دن کے لئے بھی آپ ان سے جدا ہوں، اور ہمارے سرکارؐ کو بھی چچا سے بہت محبت تھی، جب وہ

بیمار ہوئے تو حضورؐ نے اُن کی بڑی خدمت کی، اور بہت کہا کہ آپ مسلمان ہوجائیے، مگر وہ کہنے لگے کہ میں جانتا ہوں کہ تو سچا ہے، لیکن اگر میں مسلمان ہوجاؤں گا تو لوگ کہیں گے کہ اپنے دادا کے دین سے پھر گیا،

جب انتقال ہونے لگا تو حضورؐ نے کہا کہ اب آخری وقت ہی کلمہ پڑھ لیجئے، اور وہ تیار ہو گئے، مگر چند کافروں نے بہکا کر روک دیا، اُن کے انتقال کا آپؐ کو بہت صدمہ ہوا، اور آپؐ نے فرمایا کہ اگر میرا خدا مجھے نہ روکے گا تو میں اپنے چچا کی بخشش کے لئے دعاء کیا کروں گا،

ایک مرتبہ پہلے جناب ابوطالب بیمار ہوئے تھے تو انھوں نے حضورؐ سے فرمایا کہ بیٹا! جس خدا نے تمھیں نبی بنایا اس سے دعاء کرو کہ وہ تمھارے چچا کو اچھا کر دے، آپؐ نے دعاء کی اور وہ اچھے ہو گئے،

پیارے بچو! جناب ابوطالب ہمارے سرکارؐ کو جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے، اُن کا ہم پر بہت احسان ہے، اگرچہ وہ مسلمان نہیں ہوئے لیکن مسلمانوں کی اور مسلمانوں کے رسول علیہ السلام کی بہت خدمت اور حفاظت کی، اور ان کے لئے سب سے لڑے، دعاء کیا کرو کہ اللہ میاں اُن پر رحم فرمائے، آمین،

جناب ابوطالب کے انتقال کے بعد اسی سال آپؐ کی پیاری بیوی حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہو گیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن،

انتقال کے وقت اُن کی عمر ۶۵ برس کی تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف پچاس برس کی تھی، اُن کے انتقال سے بھی آپؐ کو بے حد

صدمہ ہوا، ایک ہی سال میں دو شفیق ہستیاں اُٹھ گئیں، اب مکہ والوں کو آپ کے پریشان کرنے کا خوب موقع ملا، اور وہ بہت تنگ کرنے لگے،

ایک دن رستہ میں کسی کافر نے آپؐ کے سر پر دُھول ڈال دی، آپ گھر تشریف لائے تو آپؐ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ دیکھ کر رونے لگیں، آپؐ نے فرمایا بیٹی صبر کرو، تمھارے باپ کے ساتھ اللہ میاں ہیں، جب مکّہ والوں نے بہت عاجز کر دیا، تو آپؐ طائف گئے، طائف مکّہ کے قریب ایک شہر کا نام ہے، طائف جاکر آپؐ نے اسلام کی اشاعت کرنی چاہی، مگر وہاں کے لوگوں نے بھی آپؐ کو پتھروں سے مارا، اور راستے کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے، اور ہمارے سرکارؐ پر اتنے پتھر مارے کہ آپؐ کے بدن سے خون بہنے لگا، اور لہو لہان ہو گئے، وہ لوگ آپؐ کو گالیاں دیتے تھے، اور آپؐ کے پیچھے تالیاں بجاتے تھے، آخر ایک مہینہ کے بعد وہاں سے تشریف لے آئے:

سوالات

۱۔ ابو طالب مسلمان کیوں نہیں ہوئے ؟

۲۔ ابو طالب کا ہمارے اوپر کیا احسان ہے ؟

۳۔ طائف کہاں ہے اور وہاں حضورؐ کیوں تشریف لے گئے ؟

مِعراج کا واقعہ اور مدینہ میں اسلام

تبلیغ ، بُراق ، حوضِ کوثر ، قبیلہ ، قافلہ ، زیارت

پیارے بچو! تمھیں یاد ہوگا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پچیس۲۵ برس کے ہوئے تب بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپؐ کی شادی ہوئی، پھر جب آپؐ غارِ حرا میں اللہ میاں کو یاد کرنے لگے تو چالیس۴۰ برس کی عمر میں نبوت ملی، نبوت ملنے کے بعد کافروں نے آپؐ پر بہت ظلم کیا، اور تین برس تک شعب ابی طالب میں قید رہنا پڑا، اور پچاس۵۰ برس کی عمر میں آپؐ کے چچا اور بی بی خدیجہؓ دونوں کا انتقال ہوگیا، پھر آپؐ طائف تشریف لے گئے، وہاں بھی کافروں نے آپؐ پر ظلم کئے،

اب آپؐ مکہ تشریف لے آئے، اور یہاں اسلام کی تبلیغ کرنے لگے، اسی درمیان میں ایک بہت اچھا واقعہ پیش آیا، (اس واقعہ کو مِعراج کہتے ہیں)

اسلام نازل ہونے کے دس۱۰ برس بعد یہ ہوا کہ ایک روز حضورؐ سو رہے تھے کہ آپؐ کے پاس جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے، وہی جبرئیلؑ جو غارِ حرا میں آتے تھے، جن کا ذکر تم پیچھے پڑھ چکے ہو، وہ آئے اور آپؐ کو اٹھا کر کہا کہ میرے ساتھ چلئے، حضورؐ تیار ہوگئے: حضرت جبرئیلؑ نے آپؐ کو

ایک گھوڑے پر سوار کر دیا، اس گھوڑے کا نام بُراق تھا، وہ بجلی سے بھی زیادہ تیز اُڑتا تھا، یوں سمجھو کہ دو تین سیکنڈ میں وہ تمام دنیا کا چکر لگا سکتا تھا، اس پر سوار کر کے حضرت جبرئیلؑ آپؐ کو فلسطین کی مسجد اقصیٰ میں لائے، وہاں سب پیغمبر جو آپ سے پہلے آچکے تھے اور فرشتے جمع تھے، آپؐ نے سب کو نماز پڑھائی،

بچّو! تم سوچتے ہو گے کہ سب پیغمبر تو انتقال کر چکے تھے، پھر وہ کیسے آئے؟ تو بھائی بات یہ ہے کہ اللہ میاں کے قبضہ میں سب کچھ ہے، اسی نے سب کو جمع کر دیا،

جب آپؐ نماز پڑھا چکے تو حضرت جبرئیلؑ آپؐ کو پہلے آسمان پر لے گئے وہاں حضرت آدم علیہ السلام سے آپؐ کی ملاقات ہوئی، پھر دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے، تیسرے پر حضرت یوسف علیہ السلام سے، چوتھے پر حضرت اِدرِیسؑ علیہ السلام سے، پانچویں پر حضرت ہارون علیہ السلام سے، چھٹے پر موسیٰ علیہ السلام سے، اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقاتیں ہوئیں،

پھر آپؐ نے حوضِ کوثر اور جنّت دوزخ کی سیر کی، وہاں سے آپؐ اللہ میاں کے دربار میں پہنچے، اور پہنچتے ہی سجدے میں گر گئے، پھر اللہ میاں نے حکم دیا کہ تم پر اور تمھاری اُمت پر پانچ وقت کی نماز فرض کی گئی،

پھر آپؐ واپس ہوئے، راستہ میں مکّے کے کافروں سے ملے، جو مکّہ سے دوسرے شہروں میں تجارت کے لئے آئے تھے، جب آپؐ کا بُراق اُن کے پاس

پہنچا، تو آپؐ نے سلام کیا، انھوں نے آپؐ کی آواز پہچانی، مگر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں آکر کہا کہ دیکھو! میں تمھیں وہاں ملا تھا، میں نے سلام کیا تھا، فلاں جگہ تمھارا اونٹ گم ہو گیا تھا، فلاں جگہ تم پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے، تو انھوں نے کہا کہ تم جادوگر ہو، جادو کے زور سے بتلاتے ہو، اور آپؐ کو ستانے لگے، جب آپؐ کوئی بات انھیں بتلاتے تو آواز سے آواز ملا کر شور مچاتے، تاکہ اُسے سُن نہ سکیں،

جو قبیلے اور قافلے باہر کے شہروں سے تجارت وغیرہ کے لئے آتے تھے یا حج کرنے کے لئے آتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اسلام کا پیغام سنایا کرتے تھے، جو لوگ حج کے لئے آتے تھے انہی میں مدینہ کے لوگ بھی ہوتے تھے،

مدینہ میں دو بہت بڑے قبیلے تھے، ایک کا نام اوس تھا، دوسرے کا نام خزرج تھا، ان دونوں میں بہت لڑائی رہا کرتی تھی، اتفاق سے قبیلۂ خزرج کے چھ آدمی مدینہ سے حج کرنے آئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اللہ کا کلام سُنایا، وہ چھ کے چھ مسلمان ہو گئے، دوسرے سال بارہ ۱۲ آدمی مدینہ سے آئے، اور وہ سب مسلمان ہو گئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ کوئی آدمی ہمارے ساتھ کر دیجئے، جو ہمیں قرآن شریف پڑھایا کرے،

آپؐ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، تیسرے سال بہتّر آدمی مدینہ سے آکر مسلمان ہوئے اور انھوں نے مدینہ جاکر گھر گھر اسلام

پھیلانا شروع کیا، اور اللہ کا کلام سُنانا شروع کیا، اس طرح بہت آدمی مسلمان ہوگئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے تڑپنے لگے،

جب آہستہ آہستہ مدینہ میں اللہ میاں نے اسلام کا بول بالا کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو اجازت دیدی کہ جس کا جی چاہے مدینہ چلا جائے،

جب کافروں کو معلوم ہوا کہ مسلمان مدینہ جارہے ہیں تو انھوں نے روکنا چاہا مگر مسلمان جاتے رہے، اور رفتہ رفتہ اکثر مسلمان چلے گئے ؛

سوالات

۱۔ معراج کا پورا واقعہ بیان کرو ؟

۲۔ سب نبی حضورؐ کو کہاں ملے، اور اُن کے کیا نام تھے ؟

۳۔ حضورؐ نے معراج سے واپس آکر کافروں کو کیا بتلایا ؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت

عزیز ، غارِ ثور ، قباء

آہستہ آہستہ بہت سے صحابہ مدینہ پہنچ گئے، اور مکّہ میں چند ہی مسلمان رہ گئے، جب کافروں نے دیکھا کہ مسلمان مدینہ پہنچ کر طاقت پکڑ رہے ہیں، تو وہ لوگ ایک جگہ جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ مسلمان بڑھ رہے ہیں، ایسا نہ ہو کہ یہ ہم لوگوں کو بالکل ختم کر ڈالیں،

کسی نے کہا کہ محمّدؐ کو پکڑ کر قید کر لو؛ کسی نے کہا کہ شہر سے نکال دو، آخر یہ طے پایا کہ آپؐ کو قتل کر دیا جائے، اِدھر کافروں نے یہ طے کیا اُدھر اللہ میاں نے کافروں کا ارادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیا، اور بتلا دیا، کہ یہ لوگ تمہیں قتل کرنے والے ہیں، لہٰذا تم فوراً مدینہ چلے جاؤ،

آپؐ اسی وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ میں مدینہ جا رہا ہوں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ میں بھی چلوں یا نہیں؟ آپؐ نے فرمایا، تم بھی چلو،

جب رات ہوئی تو چند کافر آپؐ کو قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر آئے، اور دروازہ پر کھڑے ہو گئے، کہ جب صبح کو آپؐ نکلیں گے تو آپؐ کو قتل کر دیں گے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو سُلادیا، اور انہی سے بتلادیا کہ میں جارہا ہوں، لوگوں نے مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے،

حضرت علیؓ آپؐ کے بستر پر سوگئے، اور آپؐ سورۂ یٰسٓ پڑھتے ہوئے گھر سے نکل گئے، کافروں کی آنکھوں پر اللہ میاں نے پردہ ڈال دیا، اور انھوں نے حضورؐ کو دیکھا تک نہیں، حضورؐ اطمینان سے نکل گئے، گھر سے نکل کر آپؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس گئے، اور انھیں ساتھ لیا،

جب مکّہ سے نکلنے لگے تو ایک نظر مکّہ کی طرف ڈالی، اور کہا کہ "اے خاکِ مکّہ تو مجھے دنیا میں سب سے زیادہ عزیز ہے، مگر میں بالکل مجبور ہو کر جارہا ہوں"، اور مکّہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے،

جب آپؐ مکّہ سے نکلے تو رات ختم ہورہی تھی، صبح ہوتے ہوتے ایک پہاڑ پر پہنچے، اس پہاڑ کا نام ثَور تھا، اب دن ہوچکا تھا، اگر آپؐ آگے بڑھتے تو خطرہ تھا کہ کافر آپؐ کا پیچھا کریں، اس لئے دونوں نے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی پہاڑ کے ایک غار میں قیام فرمایا،

اب ذرا مکّہ کے کافروں کی بات سنو!

جب صبح ہوچکی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نہیں نکلے تو کافروں نے سوچا کہ یہ تو بہت پریشانی کی بات ہے، یہ سوچ کر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں گھس گئے، اور آپؐ کو تلاش کرنے لگے، مگر وہ تو خدا

کے فضل سے پہلے ہی تشریف لے جاچکے تھے، اب تو سب کافر بہت گھبرائے، اور فوراً چاروں طرف آدمی دوڑا دیئے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر کے گرفتار کرلے گا اُسے سَو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے،

دو چار کافر تلاش کرتے کرتے اسی غار کے قریب پہنچے، جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ موجود تھے، جب کافر قریب پہنچے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ڈر لگا کہ کہیں کافر غار میں پہنچ کر گرفتار نہ کرلیں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ڈرو مت، ہمارے ساتھ اللہ میاں ہیں، کافروں نے دیکھا کہ غار کے مُنہ پر مکڑی نے جالا تن رکھا ہے اور کبوتر نے انڈے دے رکھے ہیں، اس لئے انھیں یہ خیال ہی نہیں ہوا کہ یہاں کوئی آدمی ہوگا، اور وہ واپس لوٹ آئے،

غارِ ثور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تین دن تک رہے، تینوں دن برابر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا دونوں حضرات کے لئے کھانا لے جایا کرتی تھیں، اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روزانہ رات کو مکہ کی خبریں پہنچایا کرتے،

تین دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور سے نکلے، اور ایک اونٹ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سوار ہوئے ایک پر

آپ سوار ہوگئے، اور مکہ سے مدینہ کی طرف چل پڑے، مگر کافر برابر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں لگے ہوئے تھے، ایک کافر کا نام سُراقہ تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا ہوا تھا، اتفاق سے جب آپؐ غارِ ثور سے نکلے تو اُس نے دیکھ لیا، اور اپنا گھوڑا آپؐ کے پیچھے دوڑا دیا، مگر اس گھوڑی کو ٹھوکر لگی اور وہ گر پڑا، لیکن اُسے تو سَو اونٹوں کا لالچ تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا، تو سَو اونٹ انعام میں ملیں گے،

اس لئے پھر اٹھا اور آپ کے پیچھے گھوڑا دوڑا دیا، جب بالکل قریب پہنچ گیا تو اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا، اب تو سُراقہ بیچارہ انعام واکرام سب بھول گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا تو گھوڑا فوراً نکل گیا،

سُراقہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا، اور کہنے لگا کہ جو کچھ میرے پاس ہے سب آپ لے لیجئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بس تو مسلمان ہوجا،

اس نے جواب دیا کہ میں مسلمان نہیں ہوں گا، تو آپؐ نے فرمایا کہ پھر ہم تیری کوئی چیز نہیں لیں گے،

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ روانہ ہوگئے، راستہ میں ایک بڑھیا کا مکان پڑتا تھا، اس کی بکریوں کے دودھ نہیں ہوتا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے یہاں اُترے، اور اُس کی بکریوں کے تھنوں پر ہاتھ پھیر دیا تو اس کی بکریوں نے دودھ دیا، اس بڑھیا نے اپنے شوہر سے بیان کیا، تو وہ دونوں مدینہ آکر مسلمان ہوگئے،

مدینہ سے بالکل قریب ایک بستی پڑتی ہے، اس کا نام ہے قُبَاء مدینہ میں داخل ہونے سے پہلے آپ نے چودہ دن قبا۔ میں قیام فرمایا اور وہاں ایک مسجد بنائی، اس مسجد کا نام مسجد قبا۔ ہے، وہ مسلمانوں کی دنیا میں سب سے پہلی مسجد ہے، اور آج تک وہاں موجود ہے ؞

سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور اُن کے صاحبزادے کا کیا نام تھا ؟

۲۔ حضورؐ کافروں کے ہاتھوں سے کیسے بچ کر نکل آئے ؟

۳۔ دنیا کی سب سے پہلی مسجد کہاں ہے اور اس کا کیا نام ہے ؟

مدینہ میں حضورؐ کا استقبال

استقبال ، انتظار ، صف ، مہاجر ، انصار

جب سے مدینہ کے لوگوں نے سُنا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آنے والے ہیں وہ بہت انتظار کر رہے تھے، روز مدینہ سے باہر نکل کر آپؐ کی راہ دیکھا کرتے تھے، مگر روزانہ شام کو مایوس ہو کر واپس چلے جاتے ایک دن جب مدینہ کے سب لوگ انتظار کر کے واپس چلے گئے تھے، اچانک شور اٹھا کہ سرکارِ دوجہاں فخرِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، فوراً مدینہ کے تمام لوگ دوڑ پڑے، اور مدینہ کے باہر لاکھوں آدمی آپؐ کی زیارت کے لئے جمع ہو گئے، جدھر آنکھ اُٹھتی تھی آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے، چھوٹے چھوٹے لڑکے ننھی ننھی بچیاں خوب خوشی میں آپؐ کے استقبال کے لئے عربی میں قصیدے گانے لگیں کہ آج تو ہمارے گھر چاند نکل آیا ہے، اور قسمت جاگ اُٹھی ہے، عورتیں آپؐ کی زیارت کے لئے کوٹھوں پر چڑھ گئیں، اور مدینہ کے تمام لوگ دونوں طرف صف باندھ کر کھڑے ہو گئے،

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہر میں داخل ہوئے تو ہر شخص کی یہ آرزو تھی کہ آپؐ ہمارے گھر پر قیام فرمائیں، حضورؐ نے اپنی اونٹنی چھوڑ دی کہ

جس کے دروازہ پر بیٹھ جائے گی اسی کے گھر قیام ہوگا، اونٹنی چلتے چلتے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے پر بیٹھ گئی، اور اللہ میاں نے انھیں یہ نعمت عطا فرمائی،

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے غلام زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو بھیج کر سب گھر والوں کو مکہ سے بلوالیا، مگر آپؐ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا وہیں رہ گئیں، اس لئے کہ اُن کی شادی حضورؐ کی نبوت سے پہلے ہی ہوگئی تھی، اور اُن کے میاں ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس وجہ سے انھوں نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نہیں بھیجا، اور سب لوگ مکہ سے آگئے،

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے گھر والوں کو بلالیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر سوتا ہوا چھوڑ دیا تھا، اب وہ بھی تشریف لے آئے، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجدِ نبویؐ بنانی شروع کردی،

پیارے بچو! تم نے بڑی بڑی مسجدیں دیکھی ہوں گی، دیکھو تمھارے شہر میں کتنی اچھی اچھی مسجدیں ہیں، مگر ذرا دنیا کی سب سے بڑی اور سب سے مبارک مسجد کا حال سنو،

ہمارے سرکارؐ نے اپنے ہاتھوں سے مزدوروں کی طرح یہ مسجد بنائی تھی، دیواریں کچی مٹی کی تھیں، اور چھت کے بجائے چھپر پڑا ہوا تھا، جب بارش ہوتی تھی تو کیچڑ ہوجاتا تھا، اور کیچڑ میں نماز پڑھنی مشکل ہوجاتی

اس لئے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نے اپنی اپنی جگہ پر کنکریاں بچھالی تھیں، مسجد سے بالکل ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رہنے کے لئے دو کمرے بنوالے، اور وہیں رہنے لگے، اب وہ مکہ والی بات تو رہی نہیں تھی، کہ لوگ نماز نہیں پڑھنے دیتے تھے، مارتے تھے، پریشان کرتے تھے، اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں باقاعدہ نماز جماعت کے ساتھ ہونے لگی تھی،

اب ایک مشکل یہ تھی کہ نماز کے وقت لوگوں کو کیسے خبر دی جایا کرے کہ وقت ہو گیا ہے نماز پڑھنے چلو، ایک آدمی ہر ہر شخص کے گھر جا کر بُلاتا، تو بہت مشکل پڑتی، اس لئے کسی صحابی نے رائے دی کہ نماز کے وقت عیسائیوں کی طرح گھنٹہ بجا کرے، کسی نے کہا کہ کافروں کی طرح باجا بجا کرے،

مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے صحابی تھے، اُن کا ذکر تم اس کتاب کے بعد دوسری کتاب میں پڑھو گے، انھوں نے کہا کہ نماز کے وقت اذان دی جایا کرے،

حضورؐ نے اور سب صحابۂ کرامؓ نے یہ رائے بہت پسند فرمائی، اور حضرت بلالؓ کو حضورؐ نے حکم دیا کہ پانچوں وقت اذان دیا کرو، تب ہی سے یہ اذان شروع ہوئی،

اس وقت تک کعبہ شریف کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم اللہ میاں نے نہیں دیا تھا، اس لئے بیت المقدس کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھی جاتی تھی،

جو لوگ مکہ سے ہجرت کرکے آئے تھے انھیں مُہَاجِرْ کہتے تھے، اللہ کے راستہ میں اپنے گھر بار اور اپنے شہر کو چھوڑ کر دوسری جگہ چلے جانے کو "ہجرت" کہتے ہیں، اسی لئے مکہ کے لوگوں کو جنھوں نے اللہ کے راستے میں مکہ چھوڑ دیا تھا "مہاجر" کہتے تھے، اور جو لوگ مدینہ آنے والوں کی مدد کرتے تھے انھیں اَنْصَارْ کہتے تھے، جو کسی کی مدد کرے اسے انصار کہتے ہیں، چونکہ مدینہ کے سب رہنے والوں نے مہاجرین کی مدد کی تھی اس لئے انھیں انصار کہتے تھے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مہاجرین اور انصار کو بھائی بھائی بنا دیا، اور مہاجرین انصار کے گھروں پر رہنے لگے، مگر تھوڑے دنوں میں مہاجرین نے تجارت کرکے اپنے گھر بنا لئے، اور خوب روپیہ کما لیا، اور اطمینان سے رہنے لگے، اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف ترپن۵۳ برس کی ہو چکی تھی ؛

سوالات

۱۔ مہاجر اور انصار کے کیا معنی ہیں ؟

۲۔ دنیا کی سب سے بڑی مسجد کا حال بیان کرو ؟

معنی بتاؤ

استقبال ، مبارک ، حوضِ کوثر ، قبیلہ ، معاہدہ ، گھاٹی

اللہ کے رستہ میں جہاد

قیام ، خطرہ ، جہاد ، سَرِیَّہ ، غَزْوَہ ، غزوات ،

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سب صحابۂ کرام ؓ نے مکہ سے نکل کر مدینہ میں قیام فرمالیا تھا، مگر مکّہ کے کافر اب بھی مسلمانوں کو بہت تنگ کرتے تھے، جو مسلمان رستہ میں کافروں کو مل جاتا اُسے لُوٹ لیتے تھے، اور مار ڈالتے تھے، مکّہ کے کافروں نے مدینہ والوں کو خط لکھا کہ تم لوگوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو پناہ دی ہے، اگر تم انھیں واپس نہ کروگے تو ہم تم سے لڑیں گے،

ابوجہل نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیوں پناہ دی ہے، ہم تمہیں قتل کردیں گے، مدینہ سے باہر مسلمانوں کی بکریاں اور دوسرے جانور چَرا کرتے تھے، مکّہ کے کافر چُپکے چُپکے آتے اور انھیں لُوٹ کرلے جاتے، ہر وقت خطرہ لگا رہتا تھا کہ مدینہ پر حملہ نہ کردیں، اس لئے رات کو مسلمان پہرہ دیتے تھے، حضورؐ بھی پہرہ دیتے تھے، اس کے علاوہ طرح طرح سے کافر مسلمانوں کو پریشان کرتے تھے، آخر اللہ میاں نے حضورؐ کو حکم دیا کہ کافروں سے لڑائی کریں،

جو لڑائی اللہ میاں کے حکم کے مطابق کافروں سے کی جاتی ہے اسے

جِہَادُ کہتے ہیں، جن لڑائیوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے ہیں انھیں غَزْوَہ کہتے ہیں، اور جن لڑائیوں میں آپؐ تشریف نہیں لے گئے بلکہ صرف صحابۂ کرامؓ کو بھیجا ہے انھیں سَرِیَّہ کہتے ہیں، تیئیس ۲۳ مرتبہ حضورؐ خود تشریف لے گئے، اور تینتالیس ۴۳ لڑائیوں میں صرف صحابۂ کرامؓ کو بھیجا، اس طرح کل تیئیس ۲۳ غزوے ہوئے اور تینتالیس ۴۳ سریّہ ہوئے، اب کُل غزوات ہم تمھیں کہاں تک گنوائیں اور کُل سرایا کہانتک بیان کریں، اللہ نے چاہا تم بڑے ہوگے تو تمہیں سب معلوم ہوجائیں گے، اب تو ہم بڑی بڑی لڑائیوں کا حال تمھیں بتلاتے ہیں،

جب اللہ میاں نے جہاد کا حکم دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو تیس ۳۰ مسلمانوں کو لے کر اور ایک سفید جھنڈا دے کر کافروں سے مقابلہ کے لئے بھیجا، انھوں نے کافروں سے مقابلہ کیا، مگر پھر لڑائی رُک گئی، اس کے بعد پھر ایک چھوٹا سا سریّہ ہوا، یہ دونوں سرایا اسی سال ہوئے، جس سال حضورؐ نے ہجرت فرمائی ؛

سوالات

۱۔ سریّہ، غزوہ اور جہاد کے پورے معنی بتاؤ ؟

۲۔ کُل کتنے غزوات اور کتنے سرایا ہوئے ؟

سنہ ۲ھ ـــــــــ غزوۂ بدر

فاصلہ ، مجاہدین ، مویشیوں ، فصل ، شہید

مدینہ سے اسّی میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے ، اس گاؤں کے قریب ایک کنواں ہے ، اس کا نام بَدْر ہے ، اسی کنویں کے پاس یہ لڑائی ہوئی ہے ، اس لئے اس کا نام "غزوۂ بدر" ہے ، یہ جہاد ہجرت سے ایک سال کے بعد یعنی سنہ ۲ھ میں ہوا ہے ،

اب ہم تمہیں اس کا پورا حال سُناتے ہیں ،

مکّہ سے شام جانے کا راستہ مدینہ ہو کر جاتا ہے ، مکّہ کے کافر ہمیشہ شام جایا کرتے تھے ، اور وہاں تجارت کرتے تھے ، جب یہ کافر شام جانے لگتے تو راستہ میں مدینہ پڑتا تھا ، وہاں یہ لوگ مسلمانوں کو لُوٹ لیتے تھے ، اور مویشیوں کو مار ڈالتے تھے ، اور ہر طرح مسلمانوں کو تنگ کرتے تھے ،

ان باتوں کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سوچا کہ کافروں کا یہ راستہ اگر بند کر دیا جائے تو کچھ اطمینان ہو جائے گا ،

ایک مرتبہ کافروں کا ایک قافلہ تجارت کر کے شام سے واپس آرہا تھا ، تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ مدینہ راستہ میں پڑتا تھا ، آپ کو اس قافلہ کا پتہ چلا تو آپ تین سَو مجاہدوں کو لے کر کافروں کا راستہ روکنے کے لئے مدینہ سے

نکل پڑے، کافروں کو پتہ چلا کہ مسلمان رستہ روکنے آرہے ہیں تو انھوں نے فوراً ایک آدمی مکہ بھیجا، اور وہاں کے کافروں سے کہلایا کہ ہمارا رستہ مسلمانوں نے روک لیا ہے، جلدی سے مدد کے لئے آؤ،

مکّہ کے کافر موقع کی تلاش میں رہتے تھے، کہ کس طرح مسلمانوں سے لڑنے کا موقع ملے، فوراً ایک ہزار کافر سات سَو اونٹ اور سَو گھوڑے لے کر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے،

ایک طرف ایک ہزار آدمیوں کی فوج تھی، سات سو اونٹ تھے، سو گھوڑے تھے، عمدہ عمدہ تلواریں اور بڑھیا بڑھیا سامان تھے، دوسری طرف صرف تین سَو اللہ کے بندے تھے، نہ گھوڑے تھے نہ اونٹ تھے، نہ کچھ سامان تھا، ٹوٹی پھوٹی تلواریں تھیں، اور بس اللہ کا نام تھا،

دونوں فوجیں بدر کے کنویں پر جمع ہوئیں، جس طرف کافروں کی فوجیں اُتریں، اس طرف پانی خوب تھا، اور جدھر مسلمانوں کی فوجیں تھیں وہاں پانی بالکل نہیں تھا، نہ بیچارے وضو کر سکتے تھے، نہ پانی پینے کو ملتا تھا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ایک دم خوب پانی برسا، سب مسلمانوں نے اپنے اپنے گھڑے بھر لئے، اور گڑھا کھود کر پانی بھر لیا، جدھر کافروں کی فوجیں تھیں وہاں پانی برسنے سے بہت کیچڑ ہوگیا، چلنا پھرنا بھی مشکل ہوگیا، سب کافر پھسل پھسل کر گرنے لگے،

جب لڑنے کا وقت قریب آیا تو تمھاری طرح یا تم سے کچھ بڑے ایک مجاہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اُن کا نام حضرت عُمَیرؓ

تھا، انھوں نے حضورؐ سے فرمایا کہ میں بھی لڑنے چلوں گا،
آپؐ نے فرمایا کہ میاں تم ابھی ننھے سے بچے ہو، اس قابل نہیں ہو کہ لڑائی میں چلو، یہ سُنکر وہ رونے لگے، اور مچلنے لگے، کہ میں بھی چلوں گا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں بھی اجازت دیدی،
پھر دونوں فوجیں آمنے سامنے جمع ہوگئیں، پہلے کافروں کی فوج میں سے تین بہت بڑے بڑے پہلوان نکلے، یہ تینوں پہلوان بہت مشہور پہلوان تھے تینوں نے میدان میں آکر پکارا کہ کون ہے جو ہمارے مقابلہ میں آکر لڑے؟
یہ سُنکر مسلمانوں کی فوج میں سے تین مجاہد اُن سے لڑنے کے لئے نکلے، ایک حضرت علی کرم اللہ وجہہ، دوسرے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، تیسرے حضرت عُبَیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ، یہ تینوں شیر نکل کر میدان میں آئے، اور تینوں کافروں کو قتل کرکے دوزخ میں پہنچا دیا، مگر حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ بھی زخمی ہوگئے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے انھیں کاندھے پر اٹھالیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، آپنے اپنے ہاتھ سے اُن کی گرد وغیرہ جھاڑی، اور اُن کا مُنہ دُھلایا، مگر اُن کے بہت زخم آیا تھا، اسی میں ان کا انتقال ہوگیا، جب وہ دم توڑنے لگے تو انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں شہید ہورہا ہوں یا نہیں؟
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بیشک تم شہید ہورہے ہو، اس سے وہ بہت خوش ہوئے، اور تھوڑی دیر کے بعد اللہ میاں کے پاس چلے گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن،

اس کے بعد دونوں لشکروں میں خوب زوروں کی لڑائی ہونے لگی، جو مسلمان مکّہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے ان کے تمام رشتہ دار اس لڑائی میں کافروں کی فوج میں ملے ہوئے تھے، کسی مسلمان کا بیٹا مسلمان نہیں ہوا تھا، وہ کافروں کی طرف سے لڑ رہا تھا، کسی کے باپ اور کسی کے بھائی اور بہت سے رشتہ دار کافروں کی فوج میں ملے ہوئے لڑ رہے تھے، مگر مسلمانوں نے کسی کی پرواہ نہیں کی، جو کافر سامنے آیا اُسے قتل کر دیا،

ایک مسلمان مجاہد لڑ رہے تھے، اُن کا نام حضرت معاذ رضی اللہ عنہ تھا، ان کے ہاتھ پر کسی کافر نے تلوار جو ماری تو اُن کا ہاتھ کندھے کے پاس سے کٹ گیا، مگر ذرا سا لگا رہ گیا، مگر وہ لڑتے رہے، لڑتے ہوئے وہ ہاتھ جو لٹک گیا تھا، تکلیف دیتا تھا، اور اِدھر اُدھر جھولتا تھا، بس انھوں نے اس پر پیر رکھ کر زور سے کھینچا، تو وہ بالکل الگ ہو گیا، اور پھر لڑنے لگے،

جب بہت زوروں سے لڑائی ہونے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مٹھی بھر کنکری اٹھا کر کافروں کی طرف پھینک دی، اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ جم کر لڑیں،

مسلمانوں نے ایک دفعہ جو جوش سے حملہ کیا تو سب کافر بھاگنے لگے، مسلمانوں نے جلدی جلدی انھیں قتل کرنا شروع کیا، اور بہت سے کافروں کو قید کر لیا، "ستّر" کافروں کو قتل کر دیا، اور "ستّر"

کافروں کو قید کرلیا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ابوجہل بھی اسی لڑائی میں دوزخ میں پہونچ گیا،

اللہ میاں کے فضل سے کُل چودہ ۱۴ مجاہدین شہید ہوئے اور مسلمان جیت گئے ؛

سوالات

۱۔ غزوۂ بدر کس سنہ میں ہوا ہے، اور اس کا نام غزوۂ بدر کیوں ہے؟

۲۔ اس میں کتنے کافر اور کتنے مسلمان شریک ہوئے؟

۳۔ کتنے کافر مارے گئے اور کتنے پکڑے گئے؟

۴۔ حضرت عبیدہ بن حارثؓ کا حال بتلاؤ؟

قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں کا برتاؤ!

درہم، جہیز، اُمّ المؤمنین، قیدی، قید خانہ

بدر کی لڑائی میں سے جو قیدی گرفتار کر کے لائے گئے تھے، ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباسؓ اور آپؐ کے داماد حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر ابو العاص بھی تھے، اور بہت سے مسلمانوں کے رشتہ دار تھے،

اُس وقت مسلمانوں کے پاس قید خانہ تو تھا نہیں، کہ اس میں قیدیوں کو بند کر دیتے، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دو ایک ایک قیدی ہر صحابی کو دیدیئے کہ انھیں اپنے گھر لے جائیں، اور پوری طرح سے آرام سے رکھیں،

مسلمانوں نے ان کافروں کو جنھوں نے ہر طرح مسلمانوں کو مارا پیٹا تھا، بہت آرام سے رکھا، خود زمین پر سوتے اور قیدیوں کو بستر پر سلاتے، خود کھجوریں اور ستّو کھاتے اور ان لوگوں کو کھانا کھلاتے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا "عباسؓ" اُس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، وہ بھی قید ہو کر آئے تھے، اور بندھے پڑے تھے، اتفاق سے انھیں خوب کس کر باندھ دیا گیا تھا، اس لئے انھیں تکلیف ہو رہی

تھی، اور وہ کراہ رہے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی آواز سُنی، تو آپ کو رات بھر اسی صدمہ میں نیند نہیں آئی، اگر آپؐ چاہتے تو انھیں چھوڑ دیتے، مگر چونکہ کوئی قیدی نہیں چھوٹا تھا، اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ گوارا نہیں فرمایا کہ صرف انھیں چھوڑ دیں،

چند روز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مشورہ کیا کہ قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے یا قتل کر ڈالا جائے،

سب نے کہا کہ ان لوگوں سے روپیہ لے کر چھوڑ دیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے چار چار ہزار درہم لے کر چھوڑ دیا، درہم روپیہ کو کہتے ہیں، لوگوں نے عرض کی کہ عبّاس آپؐ کے چچا ہیں، اُن سے روپیہ نہ لیجئے مگر آپؐ نے فرمایا کہ جیسے مسلمان مسلمان برابر ہیں ویسے ہی کافر کافر سب برابر ہیں، کسی کا روپیہ نہ چھوڑیں گے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابوالعاص کے پاس روپے نہیں تھے، اُن کی بیوی یعنی ہمارے سرکارؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کے پاس خط لکھا گیا کہ ان کے حصہ کے روپے بھیجکر ابوالعاص کو چھڑالو، انھوں نے روپے کے ساتھ اپنے گلے کا ہار بھی بھیج دیا، یہ ہار ہمارے سرکارؐ کی سب سے پہلی اور پیاری بیوی اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انھیں جہیز میں دیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہار پہچان لیا، اور اسے دیکھ کر انھیں اپنی بیٹی حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور اپنی پیاری بیوی اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آگئیں، اور آپؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے، آپؐ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت

فرمایا کہ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں یہ ہار واپس کردوں، یہ بیٹی کے پاس ماں کی یادگار ہے، سب نے منظور فرمالیا اور آپنے وہ ہار واپس فرمادیا، اور ابوالعاص سے کہا کہ مکہ جاکر وہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو مدینہ بھیج دیں، چنانچہ انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ اور بہت سے جنگِ بدر کے قیدی مدینہ آکر مسلمان ہوگئے،

بچّو! ابھی پیچھے تم پڑھ چکے ہو کہ یہ لڑائی جس کا نام غزوۂ بدر ہے ہجرت کے دوسرے سال ہوئی ہے، یہ بھی یاد رکھو کہ اسی سال اللہ میاں نے کعبہ کی طرف مُنہ کرکے نماز پڑھنے کا حکم دیا، اور اسی سال میں عید کی نماز اور قربانی کرنی واجب ہوئی اور اللہ میاں نے روزہ رکھنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا،

اس سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا، اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوئی ؞

سوالات

۱۔ قیدیوں کے ساتھ مسلمانوں نے کیا برتاؤ کیا؟ بیان کرو؟

۲۔ اس سال کے خاص واقعات بیان کرو؟

۳۔ حضرت عباسؓ کون تھے، اُن کا حال بتلاؤ؟

۴۔ ابوالعاص کون تھے؟ ان کو کس طرح چھڑایا گیا؟

۳ھ غزوۂ اُحد

منافق ، گھمسان ، غلط فہمی ، نافرمانی

پیارے بچو! تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ غزوۂ بدر میں کافروں کا بہت نقصان ہوا، اُن کے ستّر آدمی قتل ہوئے، اور سب مال واسباب مسلمانوں نے لے لیا، اور بڑے بڑے آدمیوں کو قید کر لیا، اس لئے انھیں بہت غصّہ تھا، اور انھوں نے بدر کی لڑائی کے ایک سال بعد یعنی ہجرت کے تیسرے برس مسلمانوں سے بدلہ لینے کا ارادہ کیا، تین ہزار کافر جمع ہو کر مسلمانوں سے لڑنے چلے اور اپنے ساتھ تین ہزار اونٹ دو سو گھوڑے اور چودہ عورتیں بھی ساتھ لے لیں، عورتیں اس لئے ساتھ لے لیں تاکہ وہ گا نا گا کر کافروں کو جوش دلائیں،

تمھیں یاد ہوگا کہ ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو بدر کی لڑائی میں قید ہو گئے تھے، اور پھر رہا کر دیئے گئے تھے بعد میں مسلمان ہو گئے تھے، مگر وہ ابھی تک مدینہ میں نہیں آئے تھے، اور مکّہ میں رہتے تھے، انھوں نے کافروں کی یہ تیاریاں دیکھ کر پہلے ہی ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مدینہ بھیج کر انھیں سب خبریں دے دی تھیں،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبریں سُنکر دو آدمی روانہ کئے کہ جا کر

اچھی طرح پتہ چلائیں کہ کافر کہاں تک آگئے ہیں،

انھوں نے جاکر خبر دی کہ کافر مدینہ کے بالکل قریب اُحد کی پہاڑی کے پاس آگئے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک ہزار مجاہدین کو تیار کیا اور جہاد کے لئے نکلے، مگر اس ایک ہزار میں تین سو مسلمان ایسے تھے جو دیکھنے میں تو مسلمان تھے مگر اندر کافر تھے، ایسے مسلمانوں کو منافق کہتے ہیں، ان منافقوں کا سردار عبداللہ ابن اُبی تھا، منافق لوگ راستہ ہی میں بہانہ کرکے بھاگ گئے اور بہت سے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو بھی رخصت کردیا، مگر ایک چھوٹے سے مجاہد ایڑی اٹھاکر تن کر کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ دیکھئے میں تو بڑا ہوں میں ضرور جہاد کرنے چلوں گا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا شوق دیکھکر انھیں ساتھ لے لیا، ان کا نام رَافِع بن خَدِیج رضی اللہ عنہ تھا، جب انھیں لے لیا تو اُن کے ایک دوست نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں تو کُشتی میں رَافِع کو پٹک دیتا ہوں، جب رافع کو لے لیا تو مجھے بھی لے لیجئے، آپؐ نے دونوں کی کُشتی کرائی تو واقعی انھوں نے رافع رضی اللہ عنہ کو پٹک دیا، تو انھیں بھی ساتھ لے لیا، ان کا نام سَمرہ بن جُندُب تھا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان میں آکر مجاہدین کو خوب باقاعدہ کھڑا کیا، مسلمانوں کی فوج کے پیچھے پہاڑ تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچاس مسلمانوں کو وہاں کھڑا کردیا، اور فرمایا کہ چاہے ہم لوگ جیتیں یا ہاریں

مگر تم بغیر میری اجازت کے یہاں سے نہ ہٹنا،

پھر لڑائی شروع ہوگئی، کافروں کی عورتوں نے گانا گا کر کافروں کو بھڑکانا شروع کیا، اور مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کرکے اپنی فوجوں میں جوش پیدا کیا اور خوب گھمسان کی لڑائی ہونے لگی، مسلمان مجاہد جدھر گھس جاتے تھے وہیں سے کافر بھاگنے لگتے تھے، وہ بس اللہ میاں کے بھروسے پر لڑ رہے تھے،

ایک صحابی تھے، اُن کا نام حضرت ابُو دُجانہ تھا، اُن کے ہاتھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار تھی، اس لئے وہ بہت جوش سے لڑ رہے تھے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حَمْزَہ رضی اللہ عنہ بھی بہت بہادری سے لڑ رہے تھے، جس طرف نکل جاتے تھے کافروں کو قتل کرتے جاتے تھے، ایک کافر نے اپنے غلام کو بھیجا کہ اگر تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کردے گا تو تجھے آزاد کردوں گا، چنانچہ اس غلام نے ایک چھوٹا سا نیزہ پھینک کر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مارا، وہ نیزہ اُن کے پیٹ کے پار ہوگیا، اور وہیں شہید ہوگئے،

کافروں کا جو آدمی جھنڈا لئے ہوئے ہوتا وہ برابر قتل ہو رہا تھا، ایک قتل ہوجاتا تو دوسرا اس کی جگہ آجاتا تھا، جب بہت سے جھنڈے والے قتل ہوگئے تو کسی کافر کی ہمّت نہ ہوتی تھی کہ جھنڈا لے لے، کیونکہ مسلمان فوراً جھنڈے والے کو قتل کردیتے تھے، جب بڑی دیر تک جھنڈا زمین پر پڑا رہا تو ایک کافر عورت آگے بڑھی اور اُس نے جھنڈا اٹھالیا، عورت کے ہاتھ میں جھنڈا دیکھ کر کافروں نے بہت جوش سے حملہ کردیا، ایک کافر ابو عامر تھے، اُن کے صاحبزادے حضرت حَنْظَلَہ رضؓ مسلمان ہوگئے تھے، انھوں نے حضور ؐ

صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگی کہ اگر حضور اجازت دیں تو میں اپنے والد کو جو کافر ہیں قتل کر دوں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت نہیں دی، پھر حضرت حَنظَلَہ رضی اللہ عنہ نے کافروں کے سردار اَبُو سُفیانؓ پر حملہ کر دیا، اور انھیں قتل کر دینے کا ارادہ کیا، جب اُن کے قتل میں ذرا سی کسر رہ گئی تو ایک کافر نے حضرت حنظلہؓ کے ایسی تلوار ماری کہ وہ وہیں شہید ہو گئے،

حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ اور حضرت اَبُو دُجانہؓ دونوں بہت بہادری سے لڑ رہے تھے، کافران دونوں مجاہدوں کی صورت سے ڈرتے تھے، جدھر یہ رُخ کرتے تھے کافر ڈر کر بھاگنے لگتے تھے، آخر ایک مرتبہ ان دونوں شیروں نے تھوڑے سے مجاہدوں کو لے کر بڑے جوش سے کافروں پر حملہ کیا، کافر اس حملہ سے گھبرا گئے، اور بھاگ نکلے، اب مسلمان جیتنے لگے، اور انھوں نے کافروں کو لُوٹنا شروع کیا، اور قتل کرنے لگے،

تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان فوجوں کے پیچھے والے پہاڑ پر پچاس آدمیوں کو کھڑا کر دیا تھا، اور حکم دیا تھا کہ چاہے کچھ بھی ہو مگر تم لوگ یہاں سے نہ ہٹنا، مگر ان لوگوں نے جب دیکھا کہ مسلمان جیت گئے، تو وہ فوراً پہاڑ سے اُتر کر کافروں کو مارنے لگے، اُن کے ہٹتے ہی پہاڑ کی طرف سے تھوڑے سے کافروں نے چھُپ کر حملہ کر دیا، اس حملہ سے مسلمان گھبرا گئے، اور کسی کو ہوش نہیں رہا، اور مسلمان قتل ہونے لگے، حضرت مصعب بن عمیرؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح تھے، وہ شہید ہو گئے، لوگوں کو غلط فہمی ہوئی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خدانخواستہ شہید ہو گئے،

اور شور مچ گیا، اس خبر سے مسلمان بہت گھبرا گئے، اور اُن کا دل بالکل ٹوٹ گیا، مگر ایک دم ایک جگہ سے شور اٹھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل خیریت سے ہیں تب مسلمانوں کی جان میں جان آئی،

ایک بہت بہادر کافر تھا، اس کا نام عبداللہ بن قمیئہ تھا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا، اور ایسی تلوار ماری کہ حضورؐ لوہے کی ٹوپی پہنے ہوئے تھے اُس کی دو کڑیاں آپؐ کے مبارک چہرے میں گھس گئیں، پھر آپؐ پر چاروں طرف سے تیر اور تلوار کی بارش ہونے لگی، صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم نے آپ کو گھیرے میں لے لیا، حضورؐ کے چہرے سے بہت خون نکل رہا تھا، چٹائی جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھری گئی، تب خون بند ہوا،

اس لڑائی میں مسلمانوں کا بہت نقصان ہوا، اگر مسلمان حضورؐ کا کہنا مانتے اور پہاڑ سے نہ اُترتے تو بالکل جیت ہو گئی تھی، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے سے مسلمانوں کو سزا ملی اور اتنا نقصان اُٹھانا پڑا:

سوالات

۱۔ جنگِ اُحد کا پورا قصّہ اپنے لفظوں میں بیان کرو؟

۲۔ اس جنگ میں کتنے مجاہدین اور کتنے کافر شریک تھے؟

۳۔ اس جنگ میں مسلمانوں نے کیوں نقصان اٹھایا؟

جنگِ اُحُد اور ۳ھ کے واقعات

جب جنگ ختم ہوگئی اور سب الگ ہوگئے تو کافروں نے مسلمان شہیدوں کی لاشوں کی بہت بے عزتی کی، لاشوں کے ناک اور کان کاٹ لئے ایک کافر عورت تھی، اس کا نام ہندہ تھا، اس نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا پیٹ پھاڑ ڈالا، اور اُن کا کلیجہ نکال کر چبا گئی،

شہداء اتنے غریب تھے کہ اُن کے پاس ٹھیک سے کفن بھی نہیں تھا، حضرت مُصعَب بن عُمیر رضؓ کے بدن پر ایک چادر تھی، وہ اتنی چھوٹی تھی کہ اُن کی لاش بھی ٹھیک سے نہیں ڈھکتی تھی، سر ڈھانکتے تو پیر کھل جاتے اور پیر ڈھانکتے تو سر کھل جاتا، آخر سر ڈھانک کر پیروں پر گھاس ڈال دی گئی، اور تمام شہیدوں کو بغیر کفن کے دفن کر دیا گیا،

مسلمان عورتوں نے بھی بہت خدمت کی، زخمیوں کو پانی پلاتیں اور اٹھا کر آرام سے لِٹاتی تھیں، ایک خاتون حضرت اُمِّ عُمَارہ رضی اللہ عنہا نے حضورؐ پر جو وار ہوتا تھا اُسے روکا، اور زخمی ہوگئیں،

اسی سال ایک کافر دَعثُور نے بہت کافروں کو لے کر مدینہ پر حملہ کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے جہاد کر کے اُسے بھگا دیا اُسے بھگا کر ذرا آرام کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے لیٹ گئے، دَعثُور نے کہیں دیکھ لیا، کہ حضورؐ لیٹے ہیں، اور اُن کی تلوار درخت میں

لٹک رہی ہے، وہ چھپکے چھپکے وہاں آیا، اور حضورؐ کی تلوار درخت سے اُتار کر بولا کہ محمدؐ! اب بتلاؤ تمہیں مجھ سے کون بچائے گا،؟ آپؐ نے فرمایا اللہ بچائے گا، یہ سنکر وہ فوراً کانپنے لگا، اور اُس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی، اب اگر حضورؐ چاہتے تو اُسے قتل کر دیتے، مگر آپؐ نے اُسے معاف فرمایا، یہ شرافت دیکھ کر وہ فوراً مسلمان ہو گیا،

اسی سال حضرت حَفصَہؓ اور حضرت زَینَبؓ رضی اللہ عنہما کا نکاح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوا،

اس لڑائی میں بائیس۲۲ یا تیئیس۲۳ کافر قتل ہوئے اور ستر مسلمان شہید ہوئے،

پیارے بچو! دیکھو! حضورؐ کا کہنا نہ ماننے سے کتنا نقصان ہوا، تم عہد کرو کہ کبھی حضورؐ کے حکم کے خلاف نہ کروگے، اگر تم آپؐ کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلوگے تو کوئی دشمن تمھیں ہرا نہیں سکتا،

سوالات

۱۔ دُعثُور کا واقعہ اپنے الفاظ میں بیان کرو؟

۲۔ اس لڑائی میں کتنے مسلمان شہید ہوئے اور کتنے کافر مارے گئے؟

معنی بتاؤ

نعرۂ تکبیر ، گھمسان ، شرافت ، فضل ،

۴ھ سریہ منذر اور یوم الرجیع

نواسے ، بیر ، امام ، کلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے ہجرت کئے ہوئے اور مدینہ آئے ہوئے چار برس گذر چکے تھے، ابھی ایک برس پہلے ۳ھ ہجری میں مسلمان جنگِ اُحد میں بڑا نقصان اُٹھاچکے تھے، اور جیت مسلمانوں کی نہیں ہوئی تھی، مگر تم جانو حضورؐ اور اُن کے ساتھیوں کا کام تو دنیا میں اللہ کا نام پھیلانا تھا، انھیں ہار جیت سے کوئی مطلب نہ تھا، ہجرت کے چوتھے برس صفر کے مہینے میں حضورؐ سے نجد کے ایک سردار عامر نے درخواست کی کہ آپؐ صحابہ کرامؓ کو نجد بھیج دیں، تاکہ وہاں اللہ کا کلام سُنائیں، اور ہم لوگ مسلمان ہو جائیں،

آپؐ نے ستر مسلمانوں کو نجد بھیجا، تاکہ یہ لوگ وہاں جاکر لوگوں کو کلام اللہ سُنائیں، مسلمان نجد پہنچنے سے پہلے ایک جگہ بیرِ مَعُونَہ میں ٹھہر گئے، اور اس سردار عامر کے پاس ایک صحابی حضرت حَرَامؓ کو بھیجا، تاکہ وہ عامر سے اجازت لے لیں کہ ہم لوگ آپ کے شہر میں آرہے ہیں،

عامر نے حضرت حرامؓ کو قتل کر دیا، اور صحابۂ کرامؓ سے جنگ کا اعلان کیا، صحابہؓ نے فرمایا کہ ہم لڑنے نہیں بلکہ حضورؐ کے حکم کی تعمیل کرنے آئے ہیں، مگر وہ نہ مانا، مجبوراً صحابہؓ نے مقابلہ کیا، صحابہؓ تھوڑے تھے اور بے سروسامان

تھے، لڑائی کے لئے تیار نہ تھے، سب شہید ہو گئے (اس لڑائی کو سریۂ مُنذِر اور واقعۂ بیرِ مَعُونَہ کہتے ہیں) صرف ایک صحابی زندہ بچے، انھوں نے آکر حضورؐ کو خبر دی، اسی سال چند کافر حضورؐ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہو گیا، کچھ صحابہ ہمارے یہاں بھیج دیجئے، تاکہ وہ ہم کو قرآن شریف وغیرہ پڑھائیں، حضورؐ نے دس صحابہؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا، انھوں نے دھوکہ دے کر راستہ میں ان سب مسلمانوں کو قتل کر ڈالا، (اس واقعہ کو یوم الرَّجِیع کہتے ہیں)۔

اسی سال ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت فاطمہؓ کے بیٹے حضرت امام حسینؓ پیدا ہوئے، اور حضرت اُمِّ سلمہؓ کا آپ سے نکاح ہوا، اسی سال حضرت زینبؓ کا انتقال ہو گیا، جن کی شادی پہلے برس ۳ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوئی تھی۔

سوالات

۱۔ اس سال کے خاص واقعات بتاؤ؟

۲۔ جنگِ اُحد کس سنہ میں ہوئی؟

معنی بتاؤ

امام ، بِیر ، شرافت ، عہد

سنہ ۵ھ، غزوۂ خندق،

غزوۂ ذات الرِّقَاع اور غزوۂ دُومَۃُ الجُنْدُل

غزوۂ بنو المُصطَلِق

آہستہ آہستہ مدینہ کے یہودی بھی مسلمانوں کو پریشان کرنے لگے، جب انھوں نے دیکھا کہ مسلمان بڑھتے ہی چلے جارہے ہیں، تو انھیں بہت جلن ہوئی، اور انھوں نے مکّہ کے کافروں سے مل کر آپؐ سے لڑنے کے لئے تیاری کی، اور مدینہ کی طرف مسلمانوں سے لڑنے کے لئے چلے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی اس تیاری کا علم ہوا، تو آپؐ چار سو صحابہ کو لے کر کافروں کا مقابلہ کرنے کے لئے نکلے، جب مسلمان مجاہدین ذَاتُ الرُّقَاع تک پہنچے تو کفار ڈر کے مارے بھاگ گئے، (ذَاتُ الرُّقَاع ایک جگہ کا نام ہی) چونکہ مجاہدین اس جگہ تک پہنچے تھے، اس لئے اُس کا نام "غزوۂ ذات الرقاع" ہے، یہ غزوہ ہجرت کے پانچویں سال ہوا ہے،

ایک مہینہ کے بعد پھر آپؐ کو پتہ چلا کہ دُومَۃُ الجُنْدُل کے مقام پر کافروں کی ایک بہت بڑی فوج جمع ہو رہی ہے، آپؐ ایک ہزار صحابہ کی جماعت لے کر جہاد کے لئے نکلے، مگر کفار پھر بھاگ گئے، اس کا نام غزوۂ دُومَۃُ الجندل ہے، کافروں کا ایک قبیلہ تھا، اس کا نام بَنِی المُصْطَلِقْ تھا، اس قبیلہ کے

سردار نے غزوہ دُومۃ الجندل کے تھوڑے دنوں کے بعد مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے لڑنے کے لئے نکلے، مگر کافر بھاگ کھڑے ہوئے، جس جگہ وہ سردار ٹھیرا تھا اس جگہ کا نام مُرَیسِیع تھا، جب وہ سردار بھاگ گیا تو مُرَیسِیع کے کافروں نے مسلمانوں سے مقابلہ کیا، مسلمانوں نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا، اور ہرا دیا، اور چھ سو کافروں کو پکڑ کر قید کرلیا اور ان کا مال واسباب لے لیا، اس لڑائی میں مسلمانوں کو دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ملیں،

اس کے بعد یہودیوں نے مکہ کے کافروں سے مل کر بہت بڑی فوج تیار کی، اور دس ہزار آدمی لے کر مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لئے چلے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب پتہ چلا تو آپؐ نے مدینہ کے کنارے کنارے خندق کھودنی شروع کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے مقدس ساتھی سب مل کر اپنے ہاتھوں سے خندق کھودنے لگے، صحابۂ کرامؓ بھوکے رہتے اور خندق کھودنے میں مصروف رہتے، ایک دن صحابۂ کرامؓ مارے بھوک کے پیٹ سے پتھر باندھے ہوئے تھے، ایک صحابی نے پیٹ کھول کر دکھایا تو اس پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنا پیٹ دکھایا تو اس پر دو پتھر بندھے ہوئے تھے، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ کافروں کے آنے سے پہلے خندق تیار ہوگئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے سب صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم مدینہ میں جمع ہوگئے، شہر کے کنارے چاروں طرف خندق کُھدی ہوئی تھی، کافروں کی فوج آئی مگر مدینہ کے اندر نہ گھس سکی، کیونکہ یہ خندق بہت گہری اور چوڑی تھی، دوسرے عرب کے ملک میں اس سے

پہلے لوگوں نے کبھی ایسا نہ دیکھا تھا، اور وہاں خندق کا رواج نہ تھا، ان کافروں کے پاس اسے پار کرنے کا کوئی سامان نہ تھا، اگر کوشش کرتے تو اسی میں گر پڑتے، اب تو بیچارے بہت کھسیلے ہوئے، چار و ناچار مدینہ کے باہر ہی ڈیرہ ڈال کر پڑ گئے،

مدینہ کے اندر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا، اس کا نام بنی قُرَیظَہ تھا، وہ قبیلہ بھی یہودیوں سے مل گیا، کافر دس ہزار تو پہلے ہی سے تھے، اور اب یہودیوں کے ملنے سے اور زیادہ ہوگئے، وہ لوگ نہ کسی مسلمان کو شہر سے باہر نکلنے دیتے تھے، اور نہ کھانے پینے کا سامان مسلمانوں کے لئے شہر میں جانے دیتے، ایک مہینہ تک یہ لوگ اسی طرح مدینہ کے باہر پڑے رہے، اب نہ شہر میں غلّہ رہا اور نہ کھانے پینے کا دوسرا سامان رہا، بیچارے مسلمان بھوک سے بیتاب ہونے لگے، مگر خدا پر بھروسہ کئے رہے،

ایک دن کافروں نے سوچا کہ جس طرح بھی بنے خندق پار کرنی چاہیے، ایک جگہ سے خندق کچھ کم چوڑی تھی، دو چار کافر کوشش کرکے وہاں سے پار ہوگئے، ان کافروں میں ایک بہت بڑا پہلوان تھا، اس کا نام عَمرو تھا، وہ آگے بڑھ کر کہنے لگا کہ مجھ سے کون لڑے گا؟ ہمارے سرکارؐ کے داماد اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ آگے بڑھے، اور انھوں نے فرمایا کہ میں لڑوں گا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو منع فرمانا چاہا، مگر آپؓ نے نہایت عاجزی سے اجازت مانگی، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی اور اپنی تلوار دی، اس کا نام "ذُوالفِقَارُ" تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ایسی بہادری سے لڑے کہ ایک ہی وار میں عَمرو کو قتل کر ڈالا، پھر تو جو کافر اس کے ساتھ آئے تھے وہ بھی بھاگے، مگر انھیں بھی مار ڈالا، پھر کسی کافر کو خندق پار کرنے کی ہمت نہیں ہوئی، جب انھیں پڑے پڑے

بہت دن ہو گئے تو اُن کے پاس بھی غلّہ ختم ہونے لگا، اس لئے کہ دس بارہ ہزار آدمیوں کے لئے کہاں تک غلّہ آتا، پھر ایک روز ایسی زور کی آندھی آئی کہ کافروں کا سب سامان اُڑ گیا، اور کچھ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ لوگ آپس میں لڑنے لگے، ان سب باتوں سے تنگ کر وہ لوگ بھاگ گئے، اور اس طرح اللہ میاں نے مسلمانوں کی جیت کرادی،

پیارے بچو! دیکھو! اسی ایک سال یعنی ہجرت کے پانچویں برس ۵ ھ ہجری میں چار غزوے ہوئے، ان غزوات کا نام اور سنہ یاد رکھنا، اور چند باتیں اور یاد رکھنا، کہ اسی سال عورتوں کے لئے پردہ کا حکم ہوا ہے، اور اسی سال میں تیمم (یعنی جب پانی نہ ملے تو بلا پانی کے وضو کرنا) جائز ہوا ہے، اور حج فرض ہوا ہے، اور اسی سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت اُمّ المؤمنین زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کی شادی ہوئی ؛

سوالات

۱۔ غزوۂ بنی المصطلق اور غزوۂ خندق کے واقعات بیان کرو؟
۲۔ غزوۂ خندق میں کافروں کی کیا تعداد تھی؟
۳۔ اس سال کے خاص واقعات بتاؤ؟
۴۔ تیمم کسے کہتے ہیں؟

---

۶ سنہ ھ ——— صُلحِ حُدَیبیہ

بیعتِ رضوان ، شرائط ، غمزدہ ، صُلح ، جاں نثار

کافروں کے ستانے سے تنگ آکر مسلمان مکّہ سے چلے آئے تھے، مگر مکّہ مسلمانوں کو بہت یاد آتا تھا، ایک تو مسلمانوں کے تمام رشتہ دار اور عزیز مکّہ میں تھے، دوسرے تمام مسلمان کعبہ شریف کی زیارت کے لئے بے چین تھے، اور تم ابھی پڑھ چکے ہو کہ اس سال سے پہلے ۵ سنہ ہجری میں اللہ میاں نے حج کرنے کا حکم بھی دیدیا تھا،

ان سب باتوں کی وجہ سے اب کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہزار چار سو صحابہؓ کو لے کر مدینہ سے مکہ کی طرف حج کرنے چلے، مکہ کے قریب ایک خشک کنواں ہے اس کا نام حُدَیبیَہ ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں کے قریب پہنچے، تو اس میں پانی بھر گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہیں اُتر پڑے،

مکّہ کے لوگوں کو پتہ چلا تو انھوں نے لڑائی کی تیاری شروع کردی، ایک صحابی تھے وہ ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے، مگر مسلمانوں کے خیر خواہ تھے، وہ چُھپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے، اور عرض کی کہ کافروں نے لڑائی کی تیاری شروع کردی ہے،

حضورؐ نے اُن سے کہا کہ تم جا کر ہماری طرف سے یہ کہدو کہ ہم لڑنے نہیں آئے ہیں بلکہ عمرہ کرنے آئے ہیں، وہ کافروں کے پاس چلے گئے، کافروں نے بھی اپنا ایک آدمی بھیجا، جب وہ واپس گیا تو اس نے کہا میں نے ایسے جاں نثار عمر بھر نہیں دیکھے، جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں، مگر ابھی کوئی بات طے نہیں ہوئی، حضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو مکّہ والوں کے پاس بھیجا، انھوں نے حضرت عثمانؓ کو پکڑ کر قید کر لیا، اور یہ خبر اڑا دی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے، جب یہ خبر حضورؐ کو ملی تو حضورؐ نے مسلمانوں کو ایک ببول کے درخت کے نیچے جمع کیا، اور سب سے کہا کہ وعدہ کرو کہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لیں گے، سب نے وعدہ کیا اور بیعت کی (بیعت بھی وعدہ کو کہتے ہیں)۔

اس بیعت کا نام "بیعتِ رضوان" رکھا گیا، مگر بعد میں پتہ چلا کہ حضرت عثمانؓ صحیح سلامت ہیں، مکّہ کے کافروں نے اپنی طرف سے ایک شخص سہیل کو بھیجا، انھوں نے یہ شرائط پیش کیں، کہ اس سال مسلمان مکہ میں داخل نہ ہوں، دوسرے سال جب آئیں تو تین دن سے زیادہ نہ رہیں، اگر کوئی کافر مسلمانوں کے ساتھ جانا چاہے تو نہ لے جائیں، نہ کسی مسلمان کو لے جائیں، یعنی اگر کوئی مسلمان مکّہ میں رہنا چاہے تو اسے رہنے دیں، اگر کوئی شخص مکہ سے بھاگ جائے تو اسے مسلمان واپس کر دیں، اور اگر کوئی مسلمان مدینہ سے مکہ آجائے گا تو کافر اسے واپس نہ کریں گے،

یہ شرطیں مسلمانوں کو اچھی نہ لگیں، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ماننا پڑا جب یہ شرطیں طے ہو گئیں تو ایک مسلمان جن کا نام اَبُو جُندُلؓ تھا مکہ سے

بھاگ کر آئے، کافروں نے انھیں بہت مارا تھا، اُن کے بدن پر زخموں کے نشان تھے، جب بھاگ کر آئے تو حضورؐ نے اُن سے کہا تم واپس چلے جاؤ، انھوں نے کہا مجھے لوگ مار ڈالیں گے، مگر حضورؐ نے فرمایا ہم معاہدہ کر چکے ہیں تم صبر کرو، اور واپس چلے جاؤ، وہ بیچارے واپس چلے گئے، مسلمان اس سے بہت غمزدہ ہوئے، مگر حضورؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی یہی خوشی تھی، اور تم جس کو بُرا سمجھ رہے ہو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ تمھاری جیت ہے،

یہ صُلح چونکہ حُدَیبِیَہ کے کنویں پر ہوئی تھی اس لئے اس کو صُلحِ حُدَیبِیَہ کہتے ہیں، اس صُلح سے بڑا فائدہ ہوا، مسلمان برابر مکہ آنے جانے لگے، اور کافر برابر مدینہ آنے جانے لگے، جب مسلمان کافروں سے ملتے تھے تو انھیں قرآن شریف سناتے تھے، اس طرح بہت سے کافر مسلمان ہو گئے، جتنے کافر اس صُلح کے بعد مسلمان ہوئے ہیں اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے،

سوالات

۱۔ صُلحِ حُدَیبیہ کی تفصیل بتلاؤ؟

۲۔ بیعتِ رضوان کسے کہتے ہیں اور وہ کیوں ہوئی تھی؟

۳۔ ابوجندلؓ کا واقعہ بتلاؤ؟

بادشاہوں کے نام حضورؐ کے خطوط :

دُلدُل ، سلطنت ، عذاب ، اطمینان

صُلحِ حُدَیبیہ کے بعد ذرا اطمینان ہوا اور راستے کھل گئے تو آپؐ نے بادشاہوں کے نام خطوط بھیجے، جس میں لکھا تھا کہ تم مسلمان ہوجاؤ، اور اپنی رعایا کو بھی مسلمان بناؤ، ورنہ تم پر عذاب آئے گا،

ان سب بادشاہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کی بڑی عزت کی اور مسلمان ہوگئے، لبعض لبعض مسلمان نہیں ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن پر اپنا عذاب بھیجا،

عُمَرو ابنِ اُمیّہ آپؐ کا خط لے کر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس گئے، تمہیں یاد ہوگا کہ حبشہ میں بہت سے مسلمان پہلے ہی ہجرت کرکے گئے تھے، اب پھر جب آپؐ کا خط پہنچا تو نجاشی نے اسے سر آنکھوں پر رکھا، اور مسلمان ہوگئے، اور عُمرو ابنِ اُمیّہ کی بہت عزت کی،

دَحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کو روم کے بادشاہ کے پاس بھیجا، اس نے بھی بہت عزت کی، اور کہا میں یقین کرتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، مگر وہ اپنی رعایا اور سلطنت کے ڈر کے مارے مسلمان نہیں ہوا،

حضرت عبداللہ بن حُذافہ کو ایران کے بادشاہ کسریٰ کے پاس بھیجا،

اس کمبخت نے خط پھاڑ کر پھینک دیا، اور بہت گستاخی کی، اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اس کی سلطنت ہی برباد ہو گئی، اور اسے اس کے لڑکے نے قتل کر دیا،

حضرت حاطب رضؓ کو مصر کے بادشاہ کے پاس بھیجا، اس نے حاطبؓ کی بہت عزت کی، اور حضور ؐ کے لئے بہت سے تحفے بھیجے، اس نے ایک سفید گھوڑا بھی بھیجا جسے دُلدُل کہتے ہیں، اور ایک کنیز جناب ماریہ قبطیہ رضؓ بھیجیں،

حضرت عمرو بن عاص رضؓ کو عمان کے بادشاہوں کے پاس بھیجا، وہ دو بادشاہ تھے، دونوں مسلمان ہو گئے، یہ سب خطوط اسی صلح کے سال میں یعنی ۶ھ میں بھیجے گئے، اور اسی سال حضرت خالد بن ولید رضؓ اور حضرت عمرو بن عاص رضؓ جو پہلے بہت بڑے کافر تھے اور مسلمانوں کے خلاف بہت لڑتے تھے صلح حدیبیہ کے بعد خود مدینہ آ کر مسلمان ہو گئے۔

سوالات

۱۔ کون کون سے صحابہ رضؓ دعوت نامے لے کر گئے ؟

۲۔ کن کن بادشاہوں کے پاس دعوت نامے بھیجے گئے ؟

۷ھ، غزوۂ خیبر اور پہلا حج

خیبر ، ڈھال ، قلعہ ، چڑھائی

مدینہ سے تھوڑی دور فاصلہ پر بہت بڑے بڑے قلعے بنے ہوئے تھے ان قلعوں میں یہودی رہتے تھے، ان میں سے ایک قلعہ کا نام خیبر تھا، وہاں کے یہودیوں نے بہت کوشش کی، کہ مسلمان اسلام کی اشاعت نہ کر سکیں، اور چاروں طرف کے کافروں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے لگے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو چھ سو مجاہدوں کو لے کر خیبر کے یہودیوں پر چڑھائی کی،

بچو! ایک بات بہت غور کرنے کی ہے، دیکھو! اس سے پہلے بہت بڑی بڑی دو تین لڑائیاں ہوئیں، مگر ہر لڑائی ایسی تھی کہ جب کافر حملہ کرتے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجاہدوں کو لے کر اس حملہ کو روکنے کے لئے لڑتے تھے، اس میں اللہ میاں مسلمانوں کو فتح دیتا تھا، اور کافر بھاگ جاتے تھے، جو کچھ کافروں کی فوجوں کا مال ہاتھ آتا تھا، وہی مسلمانوں کو اس جنگ کے جیتنے سے ملتا تھا، لیکن سوچو اگر خدانخواستہ کافر جیت جاتے تو مسلمانوں کو قتل کر ڈالتے، اور مدینہ پر قبضہ کر لیتے، تو اس سے پہلے کی جنگیں حملہ روکنے کے لئے ہوتی تھیں، مگر یہ سب سے پہلی جنگ ہے

جس میں مسلمانوں نے پہلے چڑھائی کی،

اس جنگ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بہت بہادری دکھلائی پہلے خوب لڑائی ہوتی رہی، مگر خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا تھا، ایک دن حضورؐ نے فرمایا کہ آج میں بہت بڑے بہادر کو سپہ سالار بناؤں گا، رات کو سب لوگ اسی امید میں سوئے کہ دیکھو ہم میں سے کس کے ہاتھ میں سپہ سالاری آتی ہے،

صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شیرِ خدا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکارا، اُن کی آنکھیں دُکھ رہی تھیں، انھوں نے فرمایا کہ حضورؐ میری تو آنکھیں دُکھ رہی ہیں، آپؐ نے اپنا تھوک اُن کی آنکھوں پر لگا دیا، بس اللہ کے فضل سے اُن کی آنکھیں اچھی ہوگئیں،

جب حضرت علیؓ لڑنے کے لئے چلے تو یہودیوں کے سپہ سالار مَرحَب نے شعر پڑھے، اُن کا مطلب یہ تھا کہ "میں مرحب ہوں، دلیر ہوں، تجربہ کار ہوں اور بہادر ہوں" حضرت علیؓ نے بھی یہ شعر پڑھے کہ "میں شیر کی طرح خوفناک ہوں، میری اماں نے میرا نام شیر رکھا ہے، میں شیروں کی طرح پھاڑ ڈالتا ہوں"

پھر دونوں لڑنے لگے، ایک دم حضرت علیؓ نے اتنی زور سے تلوار ماری کہ مرحب کا سر کٹ گیا، قلعۂ خیبر کا پھاٹک بہت بڑا اور بہت مضبوط تھا، سات آدمی اُسے اکھاڑنے لگے مگر وہ ہلا نہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اللہ اکبر کہہ کر اُکھاڑ کر پھینک دیا، پھر لڑتے لڑتے

اُن کی ڈھال گر گئی، انھوں نے پھاٹک اٹھا لیا، اور اسی پر تلوار روکنے لگے، تب ہی تو انھیں اسد اللہ (یعنی خدا کا شیر) کہتے ہیں،

آخر اللہ میاں نے مسلمانوں کی مدد کی، اور مسلمان جیت گئے، پھر انھوں نے خیبرؔ کے قلعہ پر قبضہ کر لیا، یہودیوں کے سردار کی بیٹی حضرت صفیہؓ گرفتار ہو کر آئیں، حضورؐ نے انھیں آزاد کر دیا، اور اُن سے شادی کر لی، یہاں مسلمانوں کے جیت لینے سے یہودی بالکل ختم ہو گئے، اور مسلمانوں کو بہت اطمینان ہوا،

یہاں کے بعد حضورؐ نے دوسری جگہ چڑھائی کی، اس جگہ کا نام وادیِ قُریٰ تھا، یہاں بھی حضورؐ کو فتح ہوئی، اور دونوں جگہ مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، پھر یہاں سے فارغ ہو کر آپؐ حج کے لئے مکہؔ تشریف لے گئے،

تمھیں یاد ہوگا کہ جب پہلے سال آپؐ مکہؔ تشریف لے گئے تھے تو کافروں نے یہ شرط کی تھی کہ اس سال چلے جاؤ، آئندہ سال آنا، چنانچہ آپؐ اس سال گئے، اور تین دن رہے، یہ مسلمانوں کا سب سے پہلا حج (عمرہ) ہے ؛

سوالات

۱۔ سب سے پہلا حج کس سنہ میں ہوا ؟

۲۔ خیبر کسے کہتے ہیں ؟ اور وہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے کیا بہادری کی ؟

معانی بتاؤ

عزاب ، اطمینان ، غزوہ ؛ جاں نثار ،

۸ھ ــــــــــ سریہ موتہ

قاصد ، لشکر ، سردار ، پادری

بچو! تم پیچھے پڑھ چکے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ بادشاہوں کے پاس اسلام کی دعوت کا خط بھیجا تھا، انہی میں ایک عیسائی بادشاہ شُرَحبِیل بھی تھا، یہ بلقار کا بادشاہ تھا، اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت حارِثؒ بن عُمَیر رضی اللہ عنہ کو قتل کر دیا تھا،

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خون کا بدلہ لینے کے لئے تین ہزار صحابہ رضوان اللہ علیہم کو بھیجا، اس لشکر کے سردار حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ نہ کسی بچّہ کو قتل کرنا، نہ عورت پر ہاتھ اُٹھانا، اور نہ کسی بوڑھے کو ستانا، اور نہ کسی پادری کو مارنا،

جب یہ لوگ مُوتہ کے مقام پر پہنچے تو شُرَحبِیل ایک لاکھ آدمیوں کا لشکر لے کر لڑنے آیا، لڑائی ہونے لگی، تو حضرت زید رضی اللہ عنہ جو لشکرِ اسلام کے سردار تھے وہ شہید ہو گئے، پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سردار بنے اور بڑی بہادری سے لڑے، لڑتے لڑتے ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا، تو دوسرے ہاتھ سے لڑنے لگے، پھر وہ بھی کٹ گیا، تو خود بھی شہید ہو گئے، اُن کے بدن پر نوّے

زخم تھے، اُن کے بعد حضرت عبداللہ بن رَوَاحہ رضؓ سردار بنے، وہ بھی شہید ہوئے، پھر خالد سیف اللہ سردار بنے اور بڑی بہادری سے لڑے، اور جیت کر واپس ہوئے،

ہمارے سرکارؐ کو جعفر رضی اللہ عنہ، حضرت زید رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن رَوَاحہ رضؓ کی شہادت کا بہت صدمہ ہوا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا ذکر کرنے لگے تو آپؐ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے ؀

سوالات

۱۔ سریۂ موتہ کے سرداروں کے نام بتاؤ ؟

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ کو کیا کیا حکم دیئے تھے ؟

فتحِ مکّہ

معاہدہ ، اعلان ، طواف ، نماز ، شکرانہ

بچو! تمہیں یاد ہوگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ کے کافروں سے حُدَیبیہ کے مقام پر صُلح کی تھی، اسے "صلح حُدَیبیہ" کہتے ہیں، مگر کافروں نے صُلح کے خلاف کیا، اور معاہدہ توڑ دیا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ کی طرف چلے، جب مکّہ کے قریب پہونچے تو ایک رات کے لئے مکّہ کے باہر پڑاؤ ڈالا،

مکّہ کے کافروں میں سے ابوسفیان آئے تو دیکھا تمام مسلمان ہی مسلمان پھیلے پڑے ہیں، وہ بہت ڈرے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ شخص ہمیشہ ہمارے خلاف رہا، اب حکم ہو تو اسے قتل کر دیں، یہ ابوسفیان ہر لڑائی میں مسلمانوں کے خلاف رہے، اور تمام عرب کو بھڑکاتے رہے، اور بہت کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو ختم کر دیں،

مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں معاف کر دیا، کافروں نے ہار مان لی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ میں اپنی فوج لئے ہوئے داخل ہوئے

اور اعلان کر دیا کہ جو تم سے لڑے اس سے تم لڑو ورنہ کسی کو کچھ نہ کہو،
کافر چُپ چاپ کھڑے ہوئے مسلمانوں کے آنے کا تماشہ دیکھتے رہے،
کچھ کافروں نے لڑائی کی، تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے فوراً انھیں قتل کر دیا، اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کسی گڑبڑ کے خانہ کعبہ میں پہنچے، وہاں آپؐ نے طواف کیا، وہاں تین سَو ساٹھ بُت رکھے تھے، حضورؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، اس سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور ایک اشارہ میں بُت گِرتے جاتے تھے،
پھر آپؐ نے خانۂ کعبہ پر جو تصویریں بنی ہوئی تھیں اُن کو مٹوا دیا، اور دو رکعت نمازِ شکرانہ پڑھی ؞

سوالات

۱۔ مکّہ کیسے فتح ہوا؟
۲۔ خانۂ کعبہ میں کتنے بُت رکھے ہوئے تھے؟

غزوۂ حُنَین

سازش ، تشریف فرما ، غرور ، پیر اکھڑنا ،

پیارے بچو! تمھیں یاد ہوگا کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسی مکہ سے رات کو چھپ کر نکلے تھے ، راستہ میں تین دن چھپے رہے تھے ، اور کافروں نے آپؐ کو قتل کرنے کی سازش کی تھی ، اور آج اسی مکہ میں شان کے ساتھ تشریف فرما تھے ، اب مکہ کے تمام کافر سامنے آیے ، یہی لوگ تھے جو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو گرم ریت پر لٹا کر اُن کے سینہ پر پتھر باندھتے تھے ، اور مسلمانوں کو مارتے تھے ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتے تھے ، گردن میں چادر ڈال کر گھسیٹتے تھے ،

آج اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو ان کافروں کو قتل کروا سکتے تھے ، مگر آپؐ نے سب کو معاف کر دیا ، اور پندرہ دن مکہ میں قیام فرمایا ، مکہ کی فتح کے بعد ابوسفیان اور بڑے بڑے کافر مسلمان ہوگئے ،

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تو رمضان المبارک کی بیسویں تاریخ تھی ، مکہ اور طائف کے درمیان ایک جگہ حُنَین ہے ، یہاں کے کافروں کو جب معلوم ہوا کہ حضورؐ نے مکہ کو فتح کر لیا ہے ، تو انھوں نے لڑائی کی تیاری کی ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چل گیا ، حضورؐ بارہ ہزار ۱۲۰۰۰ مسلمانوں کا

لشکر لے کر ان سے لڑنے چلے، دس ہزار تو پہلے سے تھے دو ہزار یہ ہو گئے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہو گئے تھے، اب تو مسلمانوں کو اپنی طاقت پر بڑا غرور ہوا اور انھوں نے سوچا کہ آج تو ہرگز نہیں ہار سکتے، اللہ میاں کو یہ غرور ناپسند ہوا، جب لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کے پیر اُکھڑنے لگے، اور وہ بھاگنے لگے، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زور سے پکارا کہ کہاں جاتے ہو؟ اللہ کے راستہ میں مرکر شہید ہو جاؤ، تب مسلمان پھر جم کر لڑے، اور اللہ کے فضل سے جیت گئے، یہاں سے ہار کر کافر لوگ طائف بھاگ گئے، حضورؐ نے وہاں بھی چڑھائی کی مگر وہ لوگ ایک قلعہ میں بند ہو گئے، اٹھارہ دن تک مسلمان انھیں گھیرے پڑے رہے، مگر وہ لوگ قلعہ سے نہیں نکلے، تب حضورؐ مکہ واپس آگئے، اور یہاں حضرت عتاب بن اُسید رضؓ کو اپنا قائم مقام بنا کر مدینہ تشریف لے آئے،

اس سال ۸ھ میں مکہ فتح ہوا، اور غزوۂ حُنین ہوا، اور طائف کا محاصرہ ہوا، حضورؐ کے ایک صاحبزادہ حضرت ابراہیمؓ اسی سال پیدا ہوئے، اور ایک سال دو مہینے زندہ رہے، حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا اسی سال انتقال ہوا۔

سوالات

۱۔ غزوۂ حنین کا مفصل واقعہ بیان کرو؟

۲۔ اس سال کے خاص واقعات بتاؤ؟

معنی بتاؤ

قاصد، لشکر، پیر اکھڑنا، طواف، اعلان،

۹ھ غزوہ تبوک

منغفرت ، عیسائی ، قحط ، صدمہ ، ٹیکس ،

ہجرت کے نُو برس بعد ۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ شام کے عیسائیوں نے قیصرِ روم کی مدد سے بہت بڑی فوج جمع کرلی ہے، اور مسلمانوں کے ساتھ لڑنا چاہتا ہے، ابھی ایک برس پہلے موتہ کے مقام پر عیسائی بادشاہ شُرَحبیل کو مسلمانوں نے ہرایا تھا، وہی عیسائی اب پھر مسلمانوں سے لڑنے کے لئے تیار ہوئے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مسلمانوں کو جمع کیا، اور سب سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے، اُس وقت گرمی بہت ہو رہی تھی، لُو چل رہی تھی، قحط پڑا ہوا تھا، لیکن مسلمان تیار ہو گئے، اور کہا کہ عیسائیوں سے لڑنا چاہیئے، مگر کچھ مسلمان ایسے تھے جو اندر اندر کافر تھے، دیکھنے میں مسلمان تھے، جنھیں منافق کہا جاتا تھا، اُن کا سردار عبداللہ بن اُبَی تھا، انھوں نے مسلمانوں کو منع کرنا شروع کیا، کہ اتنی گرمی ہو رہی ہے، قحط پڑا ہوا ہے، لڑنے نہ جاؤ، مگر مسلمان نہ مانے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاری کا حکم دیدیا،

اس جنگ میں حضرت عثمان رضؓ نے دس ہزار اشرفیاں، تین سو اونٹ اور پچاس گھوڑے دیئے، حضرت ابو بکر رضؓ نے اپنے گھر کا سب سامان اور روپے

دیدیئے، حضرت عمرؓ نے اپنے گھر کا آدھا سامان اور روپے دے ڈالے، اسی طرح سب صحابہؓ نے بہت سارا مال و اسباب دیا، جب پوری تیاری ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار مجاہدین اور دس ہزار گھوڑے لے کر عیسائیوں کے مقابلہ کے لئے چل دیئے،

مدینہ سے بہت دُور ایک جگہ ہے اس کا نام تبُوک ہے، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ عیسائی ڈر گئے اور وہ لڑنے کے لئے نہیں نکلے، حضورؐ تبوک میں دس روز ٹھہرے رہے، اس عرصہ میں عیسائیوں کے بہت بڑے بڑے رئیس اور بادشاہ آتے رہے، اور مسلمانوں کی پناہ لیتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن پر ٹیکس لگا دیتے اور پناہ دیدیتے، پناہ دینے کا مطلب یہ تھا کہ اب نہ کوئی مسلمان اُن کو کچھ کہہ سکتا تھا اور نہ کوئی ان سے لڑ سکتا تھا، اگر لڑتا تو حضورؐ اسے سزا دیتے،

پھر بیس دن تک وہاں رہنے کے بعد حضورؐ واپس آگئے، واپس آنے کے بعد تین سو صحابۂ کرامؓ کو جمع کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سردار بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کرنے بھیجا، اور انھوں نے مکہ میں جا کر اعلان کیا کہ آئندہ کوئی کافر خانۂ کعبہ میں داخل نہیں ہوسکتا،

اسی سال جو کافر یا عیسائی یا یہودی مسلمانوں کی پناہ میں ہوں ان کے لئے اللہ میاں نے ٹیکس کا حکم دیا،

مسلمانوں کے مُلک میں رہنے والے کافروں سے جو ٹیکس لیا جاتا ہے اُسے جِزْیَہ کہتے ہیں، مگر یہ ٹیکس صرف جوان مردوں سے لیا جاتا ہے،

بوڑھے مرد، عورتیں اور بچوں سے یہ ٹیکس نہیں لیا جاتا، اور اگر کافر جوان فوج میں نام لکھالے تو اسے بھی یہ جزیہ معاف ہو جاتا ہے،

تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ جب مکّہ کے کافروں نے مسلمانوں پر بہت ظلم کیا تھا، تب مسلمانوں نے حبشہ میں ہجرت کر کے پناہ لی تھی، اور وہاں کے بادشاہ نجاشی نے انھیں پناہ دی تھی، اور مسلمان ہو گئے تھے، اس سال ان کا انتقال ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے انتقال پر بہت صدمہ ہوا، اور آپؐ نے اُن کی مغفرت کی دعاء کی اور نماز پڑھی ؛

سوالات

۱۔ صحابہؓ نے اس غزوہ میں کیا کیا سامان پیش کیا؟

۲۔ نجاشی کون تھے؟ اور ان کے انتقال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں صدمہ ہوا؟

۳۔ پناہ کا کیا مطلب ہے اور ٹیکس کیوں لگاتے تھے؟

سنہ ۱۰ھ ـــــــــ حجۃ الوداع

سنّت ، حق ، وِداع ، طور طریقہ

اب اللہ کے فضل سے اطمینان ہوگیا اور اسلام کا جھنڈا تمام عرب میں چمکنے لگا، اور کافر اچھی طرح اسلام کو سمجھنے لگے اس لئے برابر کافر آنے لگے اور مسلمان ہونے لگے، تھوڑے ہی دنوں میں بہت سے مسلمان ہوگئے، تو حضورؐ نے حج کا ارادہ فرمایا،

تمھیں یاد ہوگا کہ اب سے دس برس پہلے چند مسلمان کافروں کے ظلم سے بچنے کے لئے مکہ سے مدینہ آئے تھے، اور راستہ بھر خیال رہا کہ کافروں نے دیکھ لیا تو قتل کر ڈالیں گے، مگر اب دس سال کے بعد لاکھوں مسلمان شان و شوکت کے ساتھ مکہ میں فاتحانہ شان سے داخل ہوئے، اور اللہ میاں کے حکم کے مطابق حج ادا کیا،

حج سے فارغ ہو کر حضورؐ نے سب مسلمانوں کو جمع کیا، اور ایک تقریر کی کہ:- "لوگو! جو میں کہوں اُسے غور سے سُنو، شاید پھر ایسا موقع نہ ملے، آج میں کافروں کے زمانے کی سب باتیں مٹاتا ہوں، تم لوگ عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا، اُن پر سختی نہ کرنا، تمھارے اوپر عورتوں کا حق ہے اسے پورا کرنا،

اپنے غلاموں کے ساتھ اچھی طرح پیش آنا، جو خود کھاؤ وہی انھیں کھلانا، جو خود پہنو وہی انھیں پہناؤ، دیکھو اتم سب کا پالنے والا ایک ہے، وہی خدا ہے سب سے اچھا آدمی وہ ہے جو اللہ کا حکم مانتا ہے، میرے بعد کافر بن کر اور کافروں کی طرح آپس میں لڑنے نہ لگنا، میں تمھارے لئے دو چیزیں چھوڑتا ہوں، ایک اللہ کا کلام (قرآن شریف) اور دوسری چیز اپنا طور طریقہ اور اپنا حکم (جسے "سنّت" کہتے ہیں) ان دونوں چیزوں پر عمل کرتے رہنا۔

تقریر ختم کرکے آپؐ نے سب مسلمانوں سے پوچھا کہ بتلاؤ میں نے تم سب کو اللہ کے سب حکم اور سب باتیں بتلائیں یا نہیں؟ مسلمانوں نے کہا کہ ہاں بتلائیں، پھر آپؐ نے ہاتھ اٹھا کر کہا کہ اللہ تو گواہ رہنا میں نے اپنا کام پورا کر دیا، اور تیری باتیں دنیا والوں کو پہنچا دیں، پھر اللہ نے یہ آیت اتاری،

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ
وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

اس کا مطلب یہ ہے کہ "میں نے تمھارے دین کو پورا کر دیا اور تمھارے لئے اپنی سب نعمتیں بھیج دیں اور تمھارے لئے بہت اچھا مذہب یعنی اسلام بھیجا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ آخری اور رخصتی حج تھا۔

سوالات

۱۔ حضورؐ نے کیا تقریر فرمائی؟

۲۔ بیان کی ہوئی آیت کا مطلب بتاؤ؟

۱۱ھ

حضورؐ کا اللہ میاں کے پاس جانا

نازل ، محبوب ، حوضِ کوثر ، محسن ،

ننھے بچو! اسلام پورا ہو چکا، قرآن شریف نازل ہو چکا، حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے پوچھ لیا کہ میں نے اپنا کام پورا کیا یا نہیں؟ اللہ میاں نے بھی فرمادیا کہ آج دین پورا ہو گیا، اب حضورؐ کے آنے کا مقصد پورا ہو چکا تھا، اب اللہ میاں نے اپنے پیارے محبوب کو یاد کیا، اور حج سے واپس ہونے کے تین مہینے کے بعد حضورؐ کے سر میں درد ہوا، اور بخار چڑھا، اور بخار آہستہ آہستہ بڑھنے لگا، آخر اتنی تکلیف بڑھ گئی کہ مسجد میں تشریف لانا مشکل ہو گیا، تب حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حکم دیا کہ آپ نماز پڑھائیں،

وہ نماز پڑھانے لگے، ایک روز حضرت عباسؓ نے آپؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ سب مسلمان رو رہے ہیں، آپؐ کو یاد کرتے ہیں اور روتے ہیں، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے کندھوں پر ٹیک لگا کر مسجد میں تشریف لائے، تمام مسلمان خوشی خوشی جمع ہو گئے، آپؐ نے سب کے سامنے ایک تقریر فرمائی، اور کہا:

"مسلمانو! تم اپنے نبیؐ کی موت سے ڈرتے ہو، کوئی نبی آج تک زندہ نہیں رہا

تو میں کیسے زندہ رہوں گا، اب میں اپنے خدا سے ملنے جارہا ہوں، تھوڑے دنوں میں تم سے اور مجھ سے حوضِ کوثر پر ملاقات ہوگی، اگر تم کسی کو گالی نہ دوگے، بُرے کام نہ کروگے، اور نہ بُری باتیں بکوگے، نہ کسی کے پیچھے اُسے بُرا کہوگے، تو انشاء اللہ مجھ سے حوضِ کوثر پر ضرور ملاقات ہوگی، تم لوگ آپس میں بھائی بھائی کی طرح رہنا، اور لڑائی نہ کرنا،،

اس تقریر کے بعد آپؐ اپنے حجرے میں تشریف لے آئے، پھر بیماری بڑھتی گئی، پھر ایک روز حضرت ابوبکر صدیقؓ نماز پڑھا رہے تھے کہ حضورؐ تشریف لے آئے، اور اُن کے پاس بیٹھ گئے، جب سب لوگ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے سب مسلمانوں سے فرمایا کہ ”ابوبکر میرے سب سے بڑے محسن ہیں، اور اگر میں اللہ میاں کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا، یہ میرے بھائی ہیں، مسجد کے دروازے سوائے ابوبکر کے دروازے کے سب بند کردیئے جائیں،،

پھر آپؐ اپنے کمرے میں تشریف لے آئے، چند ہی دنوں کے بعد بخار اور مرض اتنا بڑھ گیا کہ اُٹھنا بیٹھنا بھی مشکل ہوگیا، پھر ایک دن ربیع الاوّل کی دوسری تاریخ کو دوشنبہ کے دن حضرت ابوبکرؓ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، حضورؐ کا حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا، اور اس کا ایک دروازہ مسجد میں تھا، حضورؐ کے دروازے سے یکایک پردہ ہٹا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوا چہرہ پردہ سے باہر نکالا، سب مسلمان آپؐ کو دیکھ کر خوشی کے مارے پھولے نہ سمائے، اور اتنے خوش ہوئے کہ نماز توڑنے لگے، مگر آپؐ نے ہاتھ کے اشارے سے منع فرمایا، اور پھر اپنا چہرہ اندر کرلیا، آخر

ظہر کے وقت بخار بہت بڑھ گیا، اور اس کی گرمی سے بے چین ہونے لگے، تو ایک پیالہ میں پانی منگا کر پاس رکھ لیا، اور اس میں ہاتھ ڈال ڈال کر مُنہ پر پھیرتے جاتے تھے، تاکہ بخار کی گرمی کم ہو، پھر مسواک کی طرف دیکھا، حضرت عائشہ رضؓ نے مسواک اپنے مُنہ میں چبا کر نرم کر کے آپؐ کے مُنہ میں ڈال دی، آپ نے مسواک کی، پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گود میں سر رکھے ہوئے ظہر کے بعد دوشنبہ کے دن اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کہتے ہوئے اپنے اللہ میاں کے پاس چلے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

دنیا کا سب سے بڑا آدمی اللہ کو پیارا ہوا، اسلام کا آفتاب غروب ہو گیا، مگر اپنی روشنی چھوڑ گیا، اللہ میاں رہتی دنیا تک اس روشنی کو قائم رکھے، آمین ؀

سوالات

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر لفظ بہ لفظ سُناؤ؟

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض کس طرح شروع ہوا؟

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال کس تاریخ کو ہوا؟

وفات کے بعد

بیتاب ، بالشت ، نعش ، دیدار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر صحابہ کرامؓ میں بجلی کی طرح پھیل گئی چاروں طرف لوگ بیتاب ہوکر رونے لگے، بعض بعض صحابہ کو تو یقین ہی نہ آتا تھا، حضرت عمرؓ تلوار نکال کر کھڑے ہوگئے کہ جو یہ کہے گا کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی اس کو قتل کردوں گا، حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کو دلاسا دیا کہ جو مسلمان حضورؐ کی عبادت کرتے تھے وہ سن لیں کہ حضورؐ کا انتقال ہوگیا اور جو اللہ کی عبادت کرتے تھے وہ یقین رکھیں کہ اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا،

اُن کی اس تقریر سے مسلمانوں کو ہوش آیا اور دل پر پتھر رکھ کر صبر کیا، پھر حضورؐ کو غسل دیا اور کفن پہنایا گیا، اور نعش مبارک وہیں رکھ دی گئی، جہاں انتقال ہوا تھا، صحابہؓ ایک ایک کرکے جاتے تھے اور نماز پڑھکر چلے آتے تھے، تین دن تک اسی طرح حضورؐ کی نعش مبارک حضرت عائشہؓ کے کمرے میں رکھی رہی جب سب مسلمان اپنے پیارے نبیؐ کا آخری دیدار کرچکے تو اسی کمرے میں آپؐ کی قبر مبارک تیار کی گئی، اور وہیں دفن کردیا گیا، قبرِ مبارک زمین سے ایک بالشت اونچی رکھی گئی ؛

سوالات

۱۔ حضورؐ کی وفات اور بیماری کے حالات بیان کرو ؟

۲۔ حضرت ابوبکرؓ نے کیا تقریر کی ؟

حضورؐ کی پیاری صورت و سیرتؐ

عیادت ، سیرت ، حیاء ، ہنس مکھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوبصورت تھے، سُرخ و سفید رنگ، لمبے اور سیاہ چمکدار بال تھے، ڈاڑھی خوب گھنی اور لمبی تھی، چوڑی پیشانی تھی، سفید سفید موتی کی طرح دانت تھے، بھرے بھرے اور نرم نرم ہاتھ پیر تھے، بدن خوب گٹھا ہوا تھا، سیاہ سیاہ خوب صورت آنکھیں تھیں، درمیانہ قد تھا، چہرہ اتنا پیارا تھا جیسے چاند، آپؐ بہت بہادر تھے، اور بے حد سخی تھے، جب کوئی کچھ مانگتا تھا تو انکار نہیں کرتے تھے،

آپؐ میں حیاء و شرم بہت تھی، ہمیشہ پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنتے تھے، خود ہی اپنے ہاتھ سے پیوند لگا لیتے تھے، اور اپنے ہاتھ سے پھٹے ہوئے جوتے سی لیتے تھے، غریبوں پر بہت مہربانی فرماتے تھے، بچّوں سے بہت محبّت کرتے تھے، آپؐ کو خوشبو بہت پسند تھی، شہد بھی بہت پسند تھا، اور گوشت اور کدو بھی بہت خوشی سے کھاتے تھے،

ہمارے سرکارؐ چڑچڑے مزاج کے نہیں تھے، چہرہ بہت ہنس مکھ تھا، ہنسنے ہنسانے کی باتیں بھی کرتے تھے، کھیل کود کو منع نہیں کرتے تھے، ہاں اگر اللہ میاں کے حکم کے خلاف کوئی کھیل کود کرتا تھا تو اسے منع

فرماتے تھے، آپؐ کو سفید کپڑے بہت پسند تھے، آپؐ کبھی تکیہ لگا کر نہیں بیٹھتے تھے، نہ میز پر یا سینی میں کھانا کھاتے تھے، کبھی یہ نہیں کہتے تھے کہ فلاں چیز خراب ہے، یا اس میں یہ عیب ہے، جب کوئی بیمار ہوتا تھا تو آپؐ اس کی عیادت کو ضرور جاتے تھے؛

سوالات

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا حُلیہ بتلاؤ ؟

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتیں کیا تھیں ؟

اَللّٰھُمَّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا
مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ط

حصّہ اوّل ختم ہوا

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ:-

اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْبَکْرٍ وَاَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرُ وَاَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانُ وَاَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ

خلافتِ راشدہ (اوّل)

تاریخِ اسلام کا دوسرا حصّہ

جس میں

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ
کی سوانح اور زمانۂ خلافت کے حالات کا بیان ہے،

مرتبہ

مولانا سیّد فرید الوحیدی القاسمی

فہرست مضامین "خلافتِ راشدہ" (اوّل)

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
حضرت ابوبکرؓ کی سوانح		حضرت عمرؓ کی سوانح	
پہلی بات	۳	حضرت عمر فاروقؓ	۴۸
حضرت ابوبکر صدیقؓ	۵	حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام	۵۰
اسلام کی تبلیغ	۸	حضرت عمرؓ کی ہجرت	۵۳
آنحضرتؐ کی محبت	۱۰	غزوات میں شرکت	۵۶
مکہ سے ہجرت	۱۳	حضرت عمرؓ کی خلافت	۵۹
غزوات میں شرکت	۱۶	واقعۂ جسر اور دوسری لڑائیاں	۶۲
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات	۱۸	معرکۂ بویب	۶۷
خلیفہ اوّل	۲۱	جنگِ قادسیہ (۱)	۷۱
جیشِ اسامہؓ	۲۴	جنگِ قادسیہ (۲)	۷۶
عراق کی فتح	۲۷	مدائن اور دوسرے شہروں پر قبضہ	۸۲
شام کی فتح	۳۱	عراق کے دوسرے معرکے	۸۶
جنگِ یرموک	۳۴	ایران کی مکمل فتح اور ہند میں داخلہ	۹۰
حضرت ابوبکرؓ کی وفات	۳۷	فتح شام	۹۳
حضرت ابوبکرؓ کی عادتیں	۴۰	بیت المقدس اور مصر کی فتح	۹۸
حکومت کا طریقہ	۴۲	حضرت عمرؓ کی شہادت	۱۰۳
حضرت ابوبکرؓ کے فضائل	۴۵	نظامِ حکومت	۱۰۶
		حضرت عمرؓ کے فضائل	۱۰۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ لَا اُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ،

پہلی بات

خلیفہ ، جانشین ، مفصل ، سوانحِ زندگی

اس سے پہلی کتاب "رسولِ عربیؐ" میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے مفصّل حالات تم پڑھ چکے ہو، کہ آپؐ نے کس قدر پریشانیوں اور تکلیفوں سے بھرپور زندگی گذاری، مکّہ کے کافروں نے کیسے کیسے ظلم مسلمانوں پر اور ہمارے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم پر کیے،

یہ بھی تمہیں یاد ہوگا کہ مسلمانوں اور اسلام نے آہستہ آہستہ کس قدر ترقی کی، اور اللہ کے فضل وکرم سے تھوڑے ہی دنوں میں تمام عرب میں اسلام کا بول بالا ہوگیا،

اب اس کتاب میں ہم تمہیں یہ بتلائیں گے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں کی کیا حالت رہی، اور کون کون سے صحابۂ کرامؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشین اور خلیفہ چُنے گئے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفۃ المؤمنین ہوئے، اُن کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُن کے جانشین ہوئے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت شیرِ خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ امیر المؤمنین مقرر ہوئے،

اس کتاب "خلافتِ راشدہ" حصہ اوّل میں تم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مفصّل سوانح زندگی اور ان دونوں حضرات کی خلافت کے زمانہ کے حالات پڑھو گے، اور اس کتاب کے دوسرے حصہ "خلافتِ راشدہ دوم" میں ہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی زندگی اور خلافت کے واقعات بیان کریں گے، (انشاء اللہ تعالیٰ)

سوالات

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون کون سے صحابہؓ آپؐ کے خلیفہ ہوئے؟

۲۔ خلیفہ و جانشین کسے کہتے ہیں؟

حضرت ابوبکر صدّیقؓ

خلاف ورزی ، کُنیّت ، اسمِ گرامی ، پشت ،

جو حاکم اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق حکومت کرتا ہے ، اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ کہتے ہیں، اور جو حکومت آنحضرتؐ کے بتائے ہوئے راستہ پر قدم بہ قدم عمل کرے اور کسی حکم کی بھی خلاف ورزی نہ کرے اس حکومت کو "خلافتِ راشدہ" کہتے ہیں،

تم ابھی پچھلے سبق میں پڑھ چکے ہو کہ خلافتِ راشدہ کے سب سے پہلے خلیفہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے جانشین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، آپ کا اصلی نام عبد اللہ اور کُنیّت ابوبکر ہے، آپ کے والد ماجد کا نام حضرت عثمانؓ تھا، اور وہ ہجرت کے آٹھویں سال فتحِ مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے، جس کا ذکر تم آگے پڑھو گے،

حضرت ابوبکرؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صُدّیق کا لقب عطا فرمایا تھا اسی لئے آجتک آپ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کہا جاتا ہے،

آپ بہت بڑے مال دار جلیل القدر صحابی تھے، جب آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام نازل ہونے کے بعد آپ کو اللہ میاں کا پیغام سُنایا تو

آپ فوراً ایمان لے آئے، اور مسلمان ہو گئے،

اسلام لانے سے پہلے آپ بڑے مال دار اور امیر و کبیر شخص تھے، مگر اسلام لانے کے بعد آپ نے اپنا سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں خرچ کر دیا، ایک مرتبہ کسی جہاد کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ اللہ کے راستہ میں جہاد کے لئے سب روپیہ دیں، سب صحابۂ کرامؓ کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ بھی بہت سے روپے لائے، اور حضورؐ کی خدمت میں پیش کئے، حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ابو بکرؓ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا؟ آپ نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول گھر والوں کے لئے چھوڑ دیا، اور بقیہ سب مال اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے لئے آپؐ کی خدمت میں پیش ہے،

بہت سے بڑے بڑے صحابۂ کرامؓ کافروں کے غلام تھے، اور وہ اپنے مالکوں کے خوف سے چھپ کر اسلام لے آئے تھے، جب اُن کے مالک کافروں کو پتہ چلتا تھا تو وہ انھیں بے حد تکلیف دیتے تھے، کوڑوں سے مارتے مارتے بدن لہولہان کر دیتے تھے، اور بھوک پیاس سے تڑپاتے تھے،

ایک صحابی تھے، اُن کا نام حضرت بلال حبشیؓ تھا، وہ بھی ایک کافر کے غلام تھے، وہ کافر انھیں دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں گرم گرم جلتی ہوئی ریت پر قمیص اُتروا کر لِٹا دیتا تھا، اور اُن کے گلے میں رسّی ڈال کر بچّوں سے کھنچوایا کرتا تھا، اور تپتے ہوئے پتھر پر لِٹا کر اوپر سے بھاری پتھر سینے پر رکھ دیتا تھا، مگر آپ کی زبان سے یہی کلمہ نکلتا تھا، "اللہ ایک ہے، اللہ ایک ہے"!

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غریب مسلمانوں کی یہ حالت دیکھ کر روپے دے کر سب مسلمان غلاموں کو خرید لیا، اور پھر آزاد کر دیا :

سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کون تھے ؟

۲۔ اسلام سے پہلے اُن کی کیا حالت تھی ؟

۳۔ مسلمانوں پر حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے کیا احسان کیا ؟

صدیق اکبر رضؓ (عکسی)

تصنیف : مولانا سعید احمد اکبر آبادی، ایم اے

خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی سیرت و حالات پر جامع اور مفصل کتاب، جسمیں آپکے زمانۂ خلافت کے حالات کو نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے،

صفحات ۴۵۴ ، سائز ۱۸×۲۳/۸ ، قیمت /

اسلام کی تبلیغ

تبلیغ ، خفیہ ، عِلانیہ ، امان ، شرف

پہلے پہلے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے، مگر نبوّت کے تین برس بعد جب اللہ میاں نے علانیہ تبلیغ کا حکم دیا تو آپؐ نے سب کافروں کے سامنے کھڑے ہو کر کھلّم کھلّا ایک تقریر فرمائی، اور کافروں کو اللہ میاں کا پیغام سُنانے لگے، اور اپنے گھر کے سامنے ایک مسجد بنائی، اور اس میں بیٹھکر روز صبح کو زور زور سے قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے،

جب آپؐ تلاوت کرتے تو بہت سے کافر مسجد کے پاس جمع ہو کر قرآن شریف سُنتے اور بڑا مجمع ہو جاتا، یہ حالت دیکھ کر کفار نے آپؐ کو ستانا شروع کیا، اور طرح طرح سے تلاوت سے روکنا شروع کیا،

جب آپؐ کافروں کے ہاتھوں بہت تنگ آگئے تو آپؐ نے مکّہ سے ہجرت کا ارادہ فرمایا، اس وقت ملکِ حبش میں ایک بادشاہ تھے، اُن کا نام نجاشی تھا، وہ مسلمانوں کی بہت عزّت کرتے تھے، اور اسلام کی بڑی مدد فرمایا کرتے تھے، اور آخر کار خود بھی مسلمان ہو گئے تھے، (اللہ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے) حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کا ارادہ فرما کر مکّہ سے حبشہ

کی راہ لی، راستہ میں آپ کو ایک بہت بڑا کافر ملا، اس کا نام ابن الدَّغنہ تھا، جب اُسے معلوم ہوا کہ آپ ہجرت کے ارادہ سے جارہے ہیں، تو وہ کہنے لگا کہ ابوبکر تم جیسا آدمی جو غریبوں کی مدد کرے، بیکسوں کو سہارا دے، اور اس قدر شریف ہو وہ کبھی اس مُلک سے نہیں جاسکتا، تم واپس چلو، اور جو تمھیں تکلیف پہنچائے گا اُسے میں سمجھوں گا،

غرض وہ آپ کو مکّہ واپس لایا اور کافروں سے کہا کہ ابوبکرؓ کو میں نے امان دی ہے، اگر کوئی انھیں کچھ کہے گا تو میں اس سے لڑوں گا، مگر آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ کی امان کافی ہے، اور کسی کی امان کی ضرورت نہیں، اور پھر آپ مکّہ میں تبلیغِ اسلام اور باقاعدہ تلاوت قرآن شریف اور اللہ کی عبادت میں مشغول ہوگئے، اور کافروں کے ظلم وستم سہتے رہے، آپ نے اسلام کی تبلیغ کے لئے کافروں کے سامنے جو تقریر فرمائی وہ اسلام میں سب سے پہلی تقریر تھی، جس کا شرف حضرت ابوبکرؓ کو حاصل ہوا ۔

سوالات

۱۔ آپ نے ہجرت کا کیوں ارادہ فرمایا اور پھر کیوں رُک گئے ؟

۲۔ نجاشی کون تھا ؟

آنحضورؐ کی محبت

توہین ، حادثہ ، رب ، مہر ، تصدیق

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو آنحضورؐ سے بیحد محبت تھی، اور وہ آپؐ پر اپنی جان قربان کر دینے کے لئے تیار رہتے تھے، ایک دن بہت سے کافر کعبہ کے صحن میں جمع تھے، اور آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ دیکھو محمدؐ نے ہمارے بتوں کی کس قدر توہین کی ہے، اور وہ ہمارے باپ دادا کے دین کو جھٹلاتا ہے، اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں تشریف لے آئے، کافروں نے آپؐ کو گھیر لیا، اور آپؐ کے گلے میں چادر ڈال کر کھینچنے لگے، اور بُرا بھلا کہنے لگے، کسی نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حادثہ کی اطلاع دی، آپ بے اختیار ہو کر دوڑ پڑے، اور کافروں کے مجمع میں گھُس کر آنحضرتؐ کو بچانے لگے، اور کہا کہ کمبخت کافرو! تم پر خدا کی لعنت ہو، تم ایسے آدمی کو مارتے ہو جو کہتا ہے کہ اللہ ایک ہے، وہی سب کا رب ہے، اور جو تمھیں سمجھاتا ہے،

کافروں نے حضرت ابوبکر رضؓ کو بھی مارنا شروع کیا، اور اس قدر مارا کہ وہ بیہوش ہو گئے، اور پھر کئی دن تک ہوش نہیں آیا، جب ہوش آیا تو

سب سے پہلے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت فرمائی، اور پھر کہا کہ مجھے حضور ؐ کی خدمت میں لے چلو، چنانچہ لوگ اٹھا کر حضور ؐ کی خدمت میں لائے،

جب کافروں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں، اور لوگ مسلمان ہوتے جا رہے ہیں تو انھوں نے یہ طے کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بائیکاٹ کر دیا جائے، نہ اُن سے بولیں نہ اُن کے پاس بیٹھیں، نہ کوئی کھانے پینے کی یا دوسری کوئی چیز آپ کے ہاتھ فروخت کریں،

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سُنی تو آپ اپنے سب خاندان والوں کے ساتھ مکہ کے قریب ایک گھاٹی میں چلے آئے، جس کا نام شِعبِ اَبی طَالِب تھا، یہاں غریب مسلمانوں پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت سختیاں گذریں، درختوں کی پتّیاں کھا کر گذارہ کرنا پڑا، ننھے ننھے بچّے بھوک سے بلکتے تھے، مگر کچھ کھانے کو نہ ملتا تھا،

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے کافروں نے بائیکاٹ نہیں کیا تھا، مگر وہ حضور ؐ کی محبت میں ساتھ ہی چلے آئے، اور جب تک بائیکاٹ ختم نہ ہو گیا یہ سب تکلیفیں برداشت کرتے رہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ کے لئے کہیں تشریف لے جاتے تو حضرت ابوبکر رضؓ ساتھ ہی رہتے تھے،

ایک مرتبہ حضور ؐ تبلیغ کرنے ایک شہر طائف میں تشریف لے گئے، وہاں کافروں نے آپ کو ڈھیلوں اور پتھروں سے اس قدر مارا کہ آپ کا سارا بدن مبارک لہولہان ہو گیا، اس وقت بھی حضرت ابوبکر رضؓ ان سب تکلیفوں میں شریک تھے،

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بی بی اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رض کی وفات ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بیحد رنج و غم تھا، حضرت ابو بکر رض نے اپنی صاحبزادی امّ المؤمنین حضرت عائشہ رض کی شادی حضور ص سے کردی، اور مہر بھی اپنے پاس سے ادا کیا،

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے تشریف لائے، تو آپ نے پورا واقعہ بیان فرمایا، آپ نے فوراً تصدیق فرمائی، اُسی وقت سے حضور ص نے آپ کو صدیق کے لقب سے سرفراز فرمایا۔

سوالات

۱۔ حضرت ابو بکر صدّیق رض کو حضور ص سے کیا تعلق تھا اور وہ کیسے معلوم ہوا؟

۲۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شعب ابی طالب میں کیوں رہے؟

معنی بتاؤ

کنیّت ، حادثہ ، خفیہ ، شرف ، خلاف ورزی

مکّہ سے ہجرت

فرطِ مسرت ، مبادا ، یارِ غار ، وحی

اسلام نازل ہونے کے تیرہ ۱۳ سال بعد تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب مسلمان مکہ کے کافروں کا ظلم وستم سہتے رہے، اور اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہے، مگر آخر کار جب کافروں کا ظلم حد سے زیادہ ہوگیا، اور وہ مسلمانوں کی جان کے دشمن ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ چھوڑ کر مدینہ میں ہجرت کر جانے کا حکم دیا،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ حکم پاکر حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے مکان پر تشریف لے گئے، اور اُن کو یہ اطلاع دی، حضرت ابو بکر رضؓ نے یہ خبر سُنی تو بیتاب ہوکر بولے کہ حضورؐ کیا مجھے یہیں چھوڑ دیجیے گا؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں تم میرے ساتھ رہو گے،

یہ سُنکر حضرت ابو بکر رضؓ بیحد خوش ہوئے، اس کے بعد حضرت ابو بکر رضؓ نے حضورؐ کی خدمت میں دو ۲ اونٹنیاں پیش کیں، اور عرض کی کہ یہ اونٹنیاں میں نے اسی دن کے لئے پالی تھیں، ان میں ایک حضورؐ نے اپنے لئے پسند فرمالی، اور دوسری حضرت ابو بکر رضؓ کے لئے، اور اپنے صدیق حضرت ابو بکر

رضی اللہ عنہ کے ہمراہ مکہ سے مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے، مکہ شہر سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک پہاڑ کے غار میں قیام فرمایا، اس غار کا نام غارِ ثور تھا، اس میں بہت سے کیڑے مکوڑوں کے سوراخ تھے، حضرت ابوبکرؓ نے پہلے اس غار کو صاف کیا، اور پھر اس کے سب سوراخوں کو بند کیا، مگر ایک بڑا سوراخ باقی رہ گیا، حضرت ابوبکرؓ نے اُس سوراخ کو اپنے انگوٹھے سے بند کر لیا، اس سوراخ میں سانپ تھا، اُس نے کاٹ لیا، مگر حضرت ابوبکرؓ نے انگوٹھا نہ ہٹایا کہ مبادا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچ جائے، سانپ کے کاٹنے سے حضرت ابوبکرؓ کا رنگ فق ہوگیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جاگے تو دریافت فرمایا کہ کیا ہوا؟ تو بتلایا کہ سانپ نے کاٹ لیا، حضورؐ نے اپنا تھوک انگوٹھے پر لگا دیا، اور وہ فوراً اچھا ہوگیا،

اس غار میں حضورؐ نے تین دن تک قیام فرمایا، تینوں دن حضرت ابوبکرؓ کے صاجزادے حضرت عبداللہؓ غار کے مُنہ پر رات بھر پہرہ دیتے تھے، اور دن کو مکہ جاکر کافروں کی خبریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچاتے تھے، آپ کی صاجزادی حضرت اسماءؓ دونوں وقت مکہ سے کھانا لاتی تھیں،

تین دن بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غارِ ثور سے نکل کر مدینہ کی طرف چلے، اسی غارِ ثور کے متعلق اللہ میاں نے قرآن شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان میں فرمایا:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ

ترجمہ: "(قریش) جو دونوں آدمی غار کے اندر تھے اُن میں کا دوسرا"

اسی آیت کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو لوگ "یارِ غار" کہنے لگے، اسلام نازل ہونے کے تیرہ ۱۳ سال بعد ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ شریف پہنچ گئے۔

سوالات

۱۔ غارِ ثور کسے کہتے ہیں؟ اور وہ کیوں مشہور ہے؟
۲۔ ہجرت کا پورا واقعہ بیان کرو؟
۳۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ رضی نے کیا خدمت کی؟

معنی بتاؤ

مبادا ، یارِ غار ، چہرہ فق ہوگیا ، فرطِ مسرت

غزوات میں شرکت

بشارت ، ثبوت ، سجدہ ریز ، امین ، قافلۂ حج ،

مدینہ پہنچنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روپے پیش کئے، تاکہ زمین خرید کر مسجد تعمیر کی جائے، حضور ﷺ نے زمین خرید کر مسجدِ نبوی ﷺ کی تعمیر کرائی،

تھوڑے دنوں بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بقیہ گھر والے اور سب مسلمان مدینہ منورہ پہنچ گئے، مدینہ پہنچنے کے بعد اللہ میاں نے مسلمانوں کو جہاد کا حکم فرمایا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام غزوات و سرایا میں شریک رہے، اور اپنی جان پر کھیل کر کفار کا مقابلہ کیا،

غزوات و سرایا کا مفصل حال تم پہلی کتاب "رسولِ عربی" میں پڑھ چکے ہو غزوۂ بدر میں میدانِ جنگ کے کنارے ایک چھوٹے سے چھپر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ننگی تلوار لئے پہرہ دے رہے تھے، جب لڑائی شروع ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لشکر کے دائیں حصے کے سردار مقرر ہوئے، لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضور ﷺ اللہ میاں کے دربار میں سجدہ ریز

ہوگئے، اور گڑگڑا کر اللہ سے مسلمانوں کی فتح کے لئے دُعا فرمانے لگے، دھوپ ہونے کی وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپؐ پر اپنی چادر سے سایہ کئے ہوئے کھڑے تھے آپ سے حضورؐ کا گڑگڑانا نہ دیکھا گیا، اور آپ نے بیتاب ہو کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں سجدہ سے سر اٹھائیے، اللہ نے آپ کی دعا قبول کرلی، حضورؐ نے سجدہ سے سر اٹھایا تو واقعی اللہ نے فتح کی بشارت دی، غزوۂ اُحد اور غزوۂ خندق میں بھی آپ نے بڑی جاں نثاری کا ثبوت دیا،

صلحِ حدیبیہ کے موقع پر حضورؐ نے آپ ہی کی رائے سب سے زیادہ پسند فرمائی، فتحِ مکہ کے بعد آپ اپنے والد ابی قحافہ کو حضورؐ کی خدمت میں لائے اور عرض کی کہ انھیں مسلمان کرلیجئے، حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے ضعیف آدمی کو تکلیف دی، میں خود ہی آجاتا، اور پھر انھیں مسلمان کرلیا،

۹ھ میں جب مسلمان سب سے پہلا حج کرنے کے لئے مکہ معظمہ گئے..... تو حضرت ابوبکرؓ اسلام کے اس پہلے قافلۂ حج کے امیر بنائے گئے:

سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غزوات میں کیا خدمت انجام دی؟

۲۔ اس سبق کا خلاصہ بتاؤ؟

حضورؐ کی وفات اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

معذوری ، منبر ، خطبہ ، سماں ، ناساز

پچھلی کتاب "رسولِ عربی" میں گذر چکا ہے کہ ۱۰ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج فرمایا، حج سے واپسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہو گئی، اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ اُٹھنے بیٹھنے سے معذوری ہو گئی، ایک دن بڑی مشکلوں سے مسجد میں تشریف لائے، اور منبر پر بیٹھکر خطبہ دیا، اس خطبہ میں فرمایا کہ مسجد کے سب دروازے سوائے ابوبکرؓ کے دروازے کے بند کر دیئے جائیں،

پھر فرمایا کہ میرا سب سے زیادہ ساتھ ابوبکرؓ نے دیا ہے، اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا،

اس خطبہ کے بعد مرض شدید ہوتا گیا، اور مسجد میں تشریف لے جانا مشکل ہو گیا، تو حضورؐ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو اپنی جگہ مسجدِ نبویؐ کا امام مقرر فرمایا اور آخر تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر میں ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ کو دوشنبہ کے دن وفات پائی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، (ترجمہ) "ہم اللہ ہی کے ہیں اور اسی کے پاس چلے جائیں گے"،

وفات کے وقت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہ تھے، خبر سُنی تو دوڑے ہوئے پہنچے، دیکھا تو قیامت کا سماں تھا، تمام صحابۂ کرامؓ رنج وغم سے بیتاب ہوکر رو رہے تھے، ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ مجھ پر آج سے زیادہ بڑی مصیبت نہیں پڑسکتی، مسجد نبویؐ کے دروازے پر صحابۂ کرامؓ رنج وغم میں ڈوبے ہوئے جمع تھے، حضرت ابوبکرؓ سیدھے حجرۂ عائشہؓ میں تشریف لیگئے جہاں سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک رکھی تھی، آنحضرتؐ کے چہرۂ مبارک پر چادر ڈھکی ہوئی تھی، کانپتے ہوئے ہاتھوں سے چادر ہٹائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر نظر پڑی تو تڑپ اُٹھے، روتے ہوئے اپنے آقا کی پیشانی کو بوسہ دیا، اور کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپؐ کی زندگی بھی پاک تھی اور موت بھی پاک ہے،

پھر چادر ڈھک دی اور باہر تشریف لائے، یہاں حضرت عمرؓ ننگی تلوار لئے کھڑے تھے، اور کہہ رہے تھے کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضورؐ کی وفات ہوگئی اُس کی گردن اُڑا دوں گا، آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے عمرؓ ہوش میں آؤ، اور بیٹھ جاؤ، مگر وہ رنج وغم میں بیہوش تھے، اس لئے نہیں بیٹھے،

حضرت ابوبکرؓ ایک اونچی جگہ کھڑے ہوگئے، اور مسلمانوں کو صبر دلایا اور فرمایا کہ اے مسلمانو! جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ اُن کی وفات ہوگئی، اور جو شخص پروردگارِ عالم کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ خدا ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، اور

وہی عبادت کے لائق ہے،

پھر آپ نے قرآن شریف کی یہ آیت پڑھی :۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۚ	(ترجمہ) "محمدؐ اللہ کے رسول ہیں، ان سے پہلے بھی بہت رسول گذر چکے ہیں، تو کیا اگر یہ مرجائیں یا قتل کردیئے جائیں تو تم لوگ اپنے کفر کی طرف پھر جاؤ گے"؟

اس آیت کو سنکر حضرت عمر فاروقؓ کو ہوش آیا، اور وہ روتے ہوئے بیٹھ گئے، صحابہؓ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے، حضرت ابوبکرؓ کی تقریر سے تمام صحابہؓ کو ہوش آیا اور تسلی ہوئی ؛

سوالات

۱۔ حضورؐ کی وفات کے وقت حضرت ابوبکرؓ نے مسلمانوں کی کیا خدمت کی؟

۲۔ آیت کا ترجمہ اور مطلب بتاؤ؟

۳۔ حضرت عمرؓ یہ کیوں کہہ رہے تھے کہ "جو یہ کہے گا کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی میں اس کی گردن اڑا دوں گا"؟

خلیفۂ اوّل

تجہیز و تکفین ، بیعت ، انتخاب ، عز و جاہ ،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابۂ کرامؓ کو یہ فکر ہوئی کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کا انتخاب کرلیا جائے تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور دوسرے معاملات میں خلیفہ جو حکم دیں اس پر عمل کیا جائے کیونکہ حضورؐ سب مسلمانوں کے محبوب تھے، اور آقا تھے، اس لئے کچھ مسلمان چاہتے کہ انھیں مکہ میں دفن کیا جائے کچھ مدینہ میں دفن کرنے کی خواہش کرتے' کچھ کہتے کہ ہم ابھی نہیں دفن ہونے دیں گے، غرض اگر خلیفہ کا حکم نہ ہوتا تو بڑا جھگڑا پیدا ہونے کا ڈر تھا، اس لئے سب صحابۂ کرام ایک بہت بڑے مکان میں جمع ہوئے، جس مکان کا نام سَقِیْفَۂ بنی سَاعِدَہْ تھا، اور مشورہ کرنے لگے کہ خلیفہ کس کو بنایا جائے ؟

تم پڑھ چکے ہو کہ جو مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تھے اُن کو مہاجر اور مکہ کے علاوہ مدینہ کے مسلمانوں کو انصار کہا جاتا ہے، چنانچہ انصار یہ کہنے لگے کہ خلیفہ کوئی انصاری ہونا چاہیئے،

یہ بات سُنکر حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ اے

مہاجرین اور انصار! یہ وقت جھگڑا کرنے کا نہیں ہے، انصاری بھائیوں نے اسلام اور مسلمانوں کی بہت مدد کی ہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں زیادہ تر انصاری ہیں، اور صحابہؓ بھی زیادہ انصاری ہیں، مگر مہاجرین سب سے پہلے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے ہیں، اللہ اور اس کے رسولؐ کے بعد سب سے پہلے انھوں نے اسلام کی تبلیغ کی، اور وہ لوگ رسول اللہ کے خاندان کے ہیں، اس لئے میری رائے ہے کہ خلیفہ مہاجرین میں سے ہو، اور وزیر انصار میں سے، اور کوئی خلیفہ بغیر انصار کے مشورہ کے کوئی کام نہیں کرے گا،

حضرت ابوبکرؓ کی یہ تقریر سُنکر دو انصاری صحابہ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت بشیر بن سعدؓ کھڑے ہوئے، اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی مہاجر تھے، اور خلیفہ بھی مہاجر ہونا چاہئے، ہم نے اسلام اور مسلمانوں کو جو خدمت کی وہ صرف اللہ کے لئے کی ہے، ہمیں خدانخواستہ دنیا کی عزت و جاہ کی اس کے بدلے میں خواہش نہیں ہے،

ان دونوں کے بعد پھر حضرت ابوبکرؓ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عُبَیدَہؓ یہ دونوں صحابہ بہت بزرگ اور ہم سب کے بڑے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ سب مسلمان ان دونوں میں سے کسی کو خلیفہ منتخب فرمائیں،

یہ بات سُنکر حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ نے قسم کھا کر کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ہماری کیا ہستی ہے، آپ غار میں حضورؐ کے ساتھ رہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مسجد نبویؐ میں امامت کرائی، بس اپنا ہاتھ بڑھائیے

تاکہ ہم بیعت کرلیں، اور آپ کو خلیفہ منتخب کرلیں،
مگر حضرت ابوبکرؓ نے ہاتھ نہیں بڑھایا، یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ نے بڑھکر آپ کا ہاتھ پکڑ کر بیعت کی، حضرت عمرؓ کے بیعت کرتے ہی تمام مسلمان بیعت کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے، اور سب مسلمانوں نے مل کر آپ کو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا جانشین اور خلیفۃ المؤمنین منتخب کرلیا۔

سوالات

۱۔ حضورؐ کے انتقال کے بعد پہلے خلافت کو کیوں مقدم کیا؟
۲۔ مہاجرین اور انصار کی فضیلت بتاؤ؟
۳۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا انتخاب کس طرح ہوا؟
۴۔ سب سے پہلے آپ کے ہاتھ پر کس نے بیعت کی؟

جیشِ اسامہؓ اور مرتدین سے جنگ

مرتد ، عضو ، خیانت ، مدعیِ نبوت

سریۂ موتہ کا حال تم پڑھ چکے ہو کہ وہاں کے شہداء کا بدلہ لینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند دن پہلے حضرت زید بن اُسامہؓ کی سرداری میں ایک لشکر بھیجنے کا حکم دیا تھا، مگر وہ لشکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور پھر وفات کی وجہ سے رُک گیا تھا، حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ ہوتے ہی دوسرے دن اعلان کر دیا کہ لشکرِ اسامہؓ تیار ہو جائے، اور جن جن مجاہدین نے اس لشکر میں نام لکھوایا تھا وہ سب مدینہ سے باہر فوجی چھاؤنی میں جس کا نام جُرف ہے جمع ہو جائیں،

یہ اعلان سُنکر مجاہدین تیار ہو کر جُرف میں جمع ہو گئے، لیکن لشکر کے روانہ ہونے سے پہلے آس پاس کے علاقوں سے خبریں آنے لگیں، کہ بہت سے عیسائی اور یہودی جو مسلمان ہو گئے تھے اب اسلام سے پھر گئے، اور مُرتد ہو گئے، عنقریب وہ لوگ مسلمانوں پر چڑھائی کرنے والے ہیں، یہ سنکر حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور بہت سے صحابہؓ نے خلیفۃ المؤمنین حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ ابھی جیشِ اُسامہؓ کو نہ بھیجئے، ورنہ مدینہ میں

بہت کم لوگ رہ جائیں گے، اور پھر مرتدین مدینہ پر حملہ کردیں گے،

خلیفۃ المؤمنین یہ بات سُنکر بہت خفا ہوئے، اور فرمایا کہ خدا کی قسم! اگر میرا گوشت شیر اور بھیڑیئے کھا جائیں اور میرے علاوہ سب مجاہدین اس لشکر میں چلے جائیں، اور مدینہ خالی ہوجائے تب بھی میں اس لشکر کو نہ روکوں گا، جس کا حکم میرے آقا سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا ہے،

یہ کہہ کر آپ جرَف میں تشریف لے گئے، اور مجاہدین کے سامنے ایک خطبہ دیا، اس خطبہ میں مجاہدین کو دس نصیحتیں کیں، اور فرمایا کہ :۔

اُے مجاہدینِ اسلام! میں تمھیں سب کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں، خدا کا نام لے کر روانہ ہوجاؤ، مگر میری دس باتیں یاد رکھنا، خبردار کبھی خیانت نہ کرنا کسی شخص کا ہاتھ یا پیر یا ناک کان یا کوئی عضو نہ کاٹنا، کسی عورت پر اور بچوں پر ہرگز ہاتھ نہ اُٹھانا، پھل والے درخت کبھی نہ کاٹنا، گائے بکری اور اونٹ سوائے کھانے کی ضرورت کے ذبح نہ کرنا، بہت سے لوگ ایسے ہوں گے، جو چُپ چاپ مندروں اور گرجاؤں میں بیٹھے ہوں گے اُن سے کچھ نہ کہنا، اور جب تم بڑھیا بڑھیا کھانے کھاؤ اور نعمتیں تمہیں میسر آئیں تو خدا کو نہ بھولنا، آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، یہ نصیحتیں کرکے لشکر کو کوچ کا حکم دیا، اور لشکر جب چلا تو خلیفۃ المؤمنینؓ حضرت اُسامہؓ کے گھوڑے کی باگ تھامے ہوئے دور تک پیدل پہنچانے گئے، حضرت اُسامہؓ نے عرض کی کہ اے خلیفۃ المؤمنین یا تو آپ سوار ہوجائیں یا مجھے پیدل چلنے دیں، مگر آپ نے منع فرمایا، ٹھیک چالیس دن کے بعد یہ لشکر کافروں پر فتح پاکر واپس آیا، اس لشکر کی فتح سے تمام

عرب میں مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی، اور کفار یہ سمجھے کہ حضورؐ کی وفات سے مسلمانوں کی قوت میں کوئی کمی نہیں آئی، اور یہ ویسے ہی بہادر ہیں،

اس لشکر کی واپسی کے بعد خلیفۃ المؤمنین نے مرتدین سے جہاد کرنے کے لئے الگ الگ لشکر بھیجے، سب سے بڑے لشکر کے سردار حضرت خالد بن ولیدؓ تھے، اور جگہوں پر خود بھی تشریف لے گئے، مرتدین میں تین شخصوں نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہم اللہ کے نبی ہیں، ان میں سے ایک کا نام مُسَیلمہ بن کذّاب تھا، دوسرے کا نام طَلیحَہ اور تیسرے کا نام اَسْوَدْ عَنسی تھا، یہ لشکر جب لڑنے کے لئے پہنچا تو نبوت کا سب سے بڑا دعویدار مُسَیلَمہ بن کذاب حضرت خالد سیف اللہؓ کی سرداری میں قتل کر دیا گیا اور طلیحہ شکست کھا کر بھاگ گیا، اور پھر مدینہ آکر مسلمان ہو گیا، غرض تھوڑے دنوں کے بعد یہ لشکر مرتدین پر فتح پا کر کامیاب واپس ہوا:

سوالات

۱۔ جیشِ اُسامہ کسے کہتے ہیں؟
۲۔ صحابہؓ نے جیشِ اُسامہؓ کو بھیجنے سے کیوں منع فرمایا؟
۳۔ حضرت ابوبکرؓ نے جیشِ اُسامہؓ کو کتنی اور کیا نصیحتیں کیں؟

عراق کی فتح

آتش پرست ، منعقد ، گورنر ، صدر مقام ، جِزیَہ

عرب کے آس پاس دو بہت بڑی سلطنتیں تھیں، ایک سلطنت ایران ، دوسری سلطنتِ روم، ایرانی آگ کی پوجا کرتے تھے... اور آتش پرست کافر تھے، اور رومی عیسائی تھے، یہ دونوں سلطنتیں مسلمانوں کی بڑی دشمن تھیں،

ایران کے بادشاہ کسریٰ کے پاس جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خط بھجوایا تھا تو اس نے نامۂ مبارک پھاڑ کر پھینک دیا تھا،

خلیفۃ المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدین پر فتح پانے کے بعد ان دونوں سلطنتوں کی جانب توجہ فرمائی، اور حضرت خالد سیف اللہ کو ایک لشکر کا سردار بنا کر اور بہت سے لشکر اُن کی مدد کے لئے ساتھ کر کے عراق کی طرف جہاد کے لئے روانہ فرمایا، اور لشکر کو نصیحت فرمائی کہ جو لوگ میدانِ جنگ میں آکر لڑائی کرنا چاہیں اُن کے علاوہ کسی سے نہ لڑنا، عراق ایران کی سلطنت میں تھا، اس لئے جب ایران کے بادشاہ کسریٰ کو مسلمانوں

کی لشکر کشی کی اطلاع ہوئی تو اس نے بڑے زور شور سے مقابلہ کی تیاری شروع کی، حضرت خالد سیف اللہؓ نے سب سے پہلے عراق کے ایک صوبے پر چڑھائی کی، جس کا نام اِبلّہ تھا، وہ ایران کی سب سے بڑی بندرگاہ تھی، حضرت خالد سیف اللہؓ نے پہلے اِبلّہ کے گورنر ہرمز کے پاس خط بھیجا کہ یا تو تم اسلام لے آؤ ورنہ ہم کو جزیہ دو، اگر یہ دونوں باتیں منظور نہیں ہیں تو لڑنے کے لئے تیار ہو جاؤ،

ہُرمُز نے یہ خط کسریٰ کے پاس روانہ کر دیا، کسریٰ نے بہت سی فوج اور سامانِ جنگ ہُرمُز کے پاس روانہ کیا، اور لکھا کہ مسلمانوں سے جنگ کر کے انھیں ختم کر ڈالو،

حضرت خالد سیف اللہؓ کو جب یہ اطلاع ہوئی کہ ایرانی لشکر جنگ کے لئے تیار ہے تو وہ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے، اور فوجیں میدانِ جنگ میں جمع کر دیں، ابھی مسلمان مجاہدین تیار بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ایرانی لشکر نے حملہ شروع کر دیا، پھر تو مسلمان ایرانیوں پر ٹوٹ پڑے اور بہت بہادری اور بے جگری سے لڑنا شروع کر دیا،

حضرت خالد سیف اللہؓ نے اِبلّہ کے گورنر ہُرمُز کو قتل کر دیا، اور مسلمانوں کو للکار کر اُن کی ہمت بڑھائی، رات تک لڑائی جاری رہی، آخر ایرانی شکست خوردہ ہو کر بھاگے، اور مسلمانوں نے اُن کا پیچھا شروع کیا، .... اور بہت سے ایرانی قتل کر دیئے اور گرفتار کر لئے، اور مسلمانوں کو اس جنگ میں فتح نصیب ہوئی،

اس لڑائی کا نام جنگ کاظمہ ہے، جب کسریٰ کو جنگِ کاظمہ کی شکست کی اطلاع ملی تو اس نے دوسرا لشکر مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے روانہ کیا، اس لشکر کا سردار قارن تھا، اب مسلمان پھر جنگ کے لئے تیار ہوگئے، اور مقامِ ثَنیٰ پر میدانِ جہاد منعقد ہوا، اس لڑائی میں بھی ایرانی ہار گئے، اور بہت سے بھاگتے ہوئے دریا میں گر کر ڈوب گئے، اور بہت سے قتل ہوئے، اس لڑائی کو "جنگِ ثنی" کہتے ہیں،

اس کے بعد مقام "وُلجہ" پر ایرانی سرداروں کے ماتحت بہت عظیم الشان ایرانی لشکر جمع ہوا، اور مسلمانوں سے مقابلہ ہوا، مگر یہاں بھی ایرانیوں کو شکست کھانی پڑی، اس جنگ کو "جنگِ وُلجہ" کہتے ہیں،

ان تینوں لڑائیوں کے علاوہ ایرانیوں سے دس لڑائیاں اور ہوئیں، جن کے نام یہ ہیں:۔

جنگِ اُلَیْس، یومِ المُقر، حیرہ، عین التمر، دُومۃ الجَندل، حَصِید، مُصَیّح، زُمَیل، فَراض،

یہ کُل تیرہ لڑائیاں ہوئیں، ان میں ایرانیوں سے بہت زبردست مقابلہ ہوا، اور سب میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اور ایرانیوں کو شکست فاش کھانی پڑی، اور آخر عراق میں مقام ابلّہ سے لے کر فراض تک مسلمانوں کی حکومت ہوگئی،

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد سیف اللہ رضؓ کو عراق کا گورنر بنا دیا، انھوں نے شہر حیرہ کو اپنا صدر مقام بنایا جو عراق کا

بہت بڑا شہر تھا، اور عراق میں اسلام کے مطابق حکومت شروع کر دی، اور تمام عراق میں منادی کرا دی کہ ایرانی یہاں بالکل امن اور چین سے رہیں گے، اور اُن کو بوڑھوں، بچوں، بیماروں اور سادھوؤں کو چھوڑ کر سب کو ایک روپیہ فی آدمی جزیہ دینا پڑے گا۔

سوالات

۱۔ سب لڑائیوں کے نام بتاؤ؟
۲۔ ایران اور روم کس کی سلطنتیں تھیں؟
۳۔ جنگِ کاظمہ کا حال بتاؤ؟

شام کی فتح

یادگار ، رضامندی ، شیردلی

عراق کی فتح کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۱۲ھ میں حج کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں سے واپس تشریف لائے تو ملکِ شام فتح کرنے کا ارادہ فرمایا، ملکِ شام روم کی سلطنت میں تھا، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو سپہ سالا بنا کر شام کی جانب ایک لشکر روانہ فرمایا، جہاں سے یہ لشکر گذرتا تھا وہاں سے جہاد کے شوق میں بہت سے مسلمان مجاہدین لشکر کے ساتھ ہو جاتے تھے، راستہ میں روم کی ایک فوجی چھاؤنی پڑتی تھی، اس کا نام "تیما" تھا، سب سے پہلے مسلمانوں نے وہاں قبضہ کرلیا، تیما پر قبضہ کرکے حضرت خالد بن ولیدؓ نے خلیفۃ المؤمنین کی خدمت میں ایک درخواست بھیجی، کہ ہماری مدد کے لئے اور فوجیں روانہ کی جائیں، خلیفۃ المؤمنین نے چار فوجیں (لشکر) حضرت خالدؓ کے پاس روانہ فرمائیں، اور حکم دیا کہ چاروں فوجیں ملکِ شام کے الگ الگ حصوں پر حملہ کریں،

ایک فوج کے سردار حضرت ابو عبیدہؓ تھے، دوسری فوج کے سردار

حضرت شرحبیل ابن حسنہؓ اور تیسری کے حضرت یزید بن ابی سفیانؓ اور چوتھی فوج کے سپہ سالار حضرت عمرو بن العاصؓ تھے، ان چاروں لشکروں میں ستائیس ہزار مجاہدین کل شریک تھے،

جب یہ لشکر شام پہنچا اور روم کے بادشاہ ہرقل کو پتہ چلا تو اس نے بڑے زور شور سے مقابلہ کی تیاری کی، اور دو لاکھ چالیس ہزار آدمیوں کی فوج لے کر تیار ہو گیا، یہ دیکھ کر مسلمان مجاہدین نے اپنی پانچوں فوجیں جمع کر لیں، اور رومیوں کی فوج کے سامنے اپنی فوج اُتار دی،

ہرقل نے اپنی فوجیں ایسے میدان میں اتاری تھیں جس کے سامنے دریا تھا، اور پیچھے اونچے اونچے پہاڑ تھے، تین مہینے تک دونوں فوجیں آمنے سامنے پڑی رہیں، اور لڑائی نہیں ہوئی،

جب یہ خبر مدینہ پہنچی تو خلیفۃ المؤمنین نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ عراق میں مثنیٰ بن حارثہؓ کو اپنا جانشین بنا کر شام جاؤ، اور مسلمانوں کی مدد کرو، حضرت خالد بن ولیدؓ عراق سے دس ہزار مجاہدین کی فوج لیکر شام کی طرف چلے اور راستہ میں کافروں کی جو چھاؤنیاں پڑیں، انھیں فتح کرتے گئے، شام پہنچتے ہی خالد بن ولیدؓ نے سب فوجوں کو جمع کر کے ایک تقریر فرمائی، اور کہا کہ :۔

”آج کا دن ہمیشہ یادگار رہے گا، ہم سب کو صرف اللہ کی رضامندی کے لئے اسی کے نام پر جہاد کرنا چاہیے، اور ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہیے جس سے اسلام کی فتح ہو، سب فوجیں الگ الگ

لڑیں گی تو اس میں ہماری کمزوری ہوگی، اس لئے سب فوجیں ایک جگہ جمع ہو کر لڑیں، اور سب کا ایک سپہ سالار ہو، جو روزانہ باری باری بدلتا رہے، اگر آپ سب لوگ میری رائے پسند فرمائیں تو آج مجھے سپہ سالار بن جانے دیجئے،،
سب مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ کی شیر دلی اور بہادری کے قصّے سُن رکھے تھے اور سب جانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سیف اللہ یعنی "اللہ میاں کی تلوار" کا لقب عطا فرمایا ہے، اس لئے سب نے آپ کو پوری فوج کا سپہ سالار مقرر کر لیا۔

سوالات

۱۔ مسلمانوں کی فوج کی اور کافروں کی فوج کی تعداد کیا تھی؟
۲۔ مسلمانوں کے سپہ سالاروں کے نام بتاؤ؟
۳۔ حضرت خالد سیف اللہؓ کون تھے اور انھوں نے کیا تقریر کی؟

جنگِ یرموک

میمنہ ، میسرہ ، قلب ، ٹڈی دَل ، معزولی

جب حضرت خالد سیف اللہ رضؓ مسلمانوں کی سب فوجوں کے سپہ سالارِ اعظم بن گئے تو آپ نے مجاہدین کی فوجوں کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا دیئے کچھ دستے میدانِ جنگ کے دائیں طرف مقرّر کر دیئے، کچھ بائیں طرف، اور کچھ دستے میدانِ جنگ کے بیچ میں مقرر فرمائے، اور اُن کو حکم دیا کہ تم اپنی جگہ سے ہرگز مت ہٹنا،

میدانِ جنگ میں جو دستے دائیں طرف ہوتے ہیں اُن کو مَیْمَنَہ کہتے ہیں، جو بائیں طرف ہوتے ہیں اُن کو مَیْسَرَہ کہتے ہیں، اور جو دستے بیچ میں ہوتے ہیں اُن کو قَلْب کہتے ہیں،

ایک ایک طرف کئی کئی دستے تھے، ہر دستے کے سردار الگ الگ تھے، اور پھر پورے میمنہ کے سردار الگ تھے، اور پھر پوری اسلامی فوج کے سپہ سالارِ اعظم حضرت خالد سیف اللہ رضؓ تھے، فوجیں آراستہ ہوگئیں تو سپہ سالارِ اعظم نے حکم دیا کہ ایک دستہ مَیْمَنَہ سے نکل کر حملہ کرے، اور ایک دستہ مَیْسَرَہ سے نکل کر حملہ کرے، اور خود سپہ سالارِ اعظم نے قلب

کے ایک دستہ کو لے کر دشمنوں پر حملہ کر دیا، جنگ شروع ہوئی، اور اسلام کے جاں نثار سپاہی رومیوں کی ٹڈی دَل فوج پر ٹوٹ پڑے، دن بھر لڑائی بہت زوروں سے جاری رہی، شام کے وقت مسلمان مجاہدین نے عصر کی نماز اشارے سے پڑھی، عصر کے بعد حضرت خالد سیف اللہؓ رومیوں کی فوج میں گھس گئے، اور عیسائیوں کو قتل کرتے ہوئے اُن کے سپہ سالار کے خیمہ پر پہنچ کر اس پر قبضہ کر لیا، اس سے رومیوں میں کھلبلی پڑ گئی،

حضرت عکرمہؓ نے مسلمانوں کو پکار کر کہا، کہ میں عہد کرتا ہوں کہ یا فتح پاؤں گا، یا شہید ہو جاؤں گا، کون کون میرے ساتھ ہے؟

فوراً چار سو مجاہدین آگے بڑھے اور کہا کہ ہم آپ کے ساتھ ہیں، حضرت عکرمہؓ ان سپاہیوں کو لے کر رومیوں پر ٹوٹ پڑے، اور اُن کی فوج کا صفایا کر دیا، اور پھر خود بھی شہید ہو گئے،

لڑائی رات تک ہوتی رہی، اور رات کو رومی فوجوں کے پَیر اُکھڑ گئے، اور وہ گھبرا کر بھاگے، مسلمان چُن چُن کر انھیں قتل کرتے رہے، بہت سے رومی دریا میں ڈوب گئے، بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایک لاکھ بیس ہزار عیسائی صرف دریا میں ڈوب کر مرے، اور جو قتل ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں،

آخر اللہ میاں نے اس جنگ میں مسلمانوں کو عظیم الشان فتح نصیب فرمائی، یہ جنگ اسلام میں بہت بڑی جنگ ہی، اس میں کُل تین ھزار مجاہدین شہید ہوئے، اس کا نام "جُنگِ یرموک" ہے،

جب جنگ ہو رہی تھی تو مدینہ سے ایک آدمی خلیفۃ المؤمنین کا خط

لے کر حضرت خالد سیف اللہ رضؓ کے پاس آیا تھا، اس میں لکھا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کی وفات ہوگئی، اور حضرت خالد سیف اللہ رضؓ کی جگہ حضرت ابو عبیدہ رضؓ سپہ سالارِ اعظم مقرر کئے جاتے ہیں،

حضرت خالد رضؓ نے جنگ کے درمیان یہ خبر سُنی، کسی کو نہیں بتلائی تاکہ خلیفۃ المؤمنین رضؓ کی وفات اور حضرت خالد رضؓ کی معزولی کی خبر سے مسلمانوں کو رنج نہ ہو، اور وہ جنگ میں کمزوری نہ کرنے لگیں،

حضرت خالد سیف اللہ رضؓ اسلام کے سب سے بڑے سپہ سالار تھے، آپ بڑے بہادر اور نڈر مجاہد تھے، عراق بھی آپ نے فتح کیا، اور شام بھی آپ ہی نے فتح کیا، اور تمام دنیا پر اسلام کی دھاک بٹھادی، آپ کا نام قیامت تک اسلامی دنیا میں زندہ اور چمکتا رہے گا۔

سوالات

۱۔ حضرت خالد رضؓ نے کس طرح فوج آراستہ کی؟

۲۔ میمنہ، میسرہ اور قلب کا کیا مطلب ہے؟

۳۔ کتنے عیسائی قتل ہوئے اور کتنے مجاہدین شہید ہوئے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات

بالاخانہ ، صلاحیت ، پہلو، امیرالمؤمنین

ادھر جنگِ یرموک میں اسلامی فوجیں رومیوں سے جہاد کر رہی تھیں، اُدھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اللہ میاں کے یہاں سے بلاوا آپہنچا، حضرت ابوبکرؓ دن رات جنگِ یرموک کی خبروں کی طرف کان لگائے بیٹھے رہتے تھے، اور اللہ میاں سے مسلمانوں کی فتح کی دُعا مانگ رہے تھے کہ جمادی الآخر کی ۷ تاریخ کو آپ کو بخار چڑھا، پہلے تو لوگ یہ سمجھے کہ معمولی بخار ہے، مگر جب مرض بڑھ گیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم حکیم کو بُلا کر دکھلائیں، مگر آپ نے منع فرمایا، اور فرمایا کہ میں نے حکیم کو دکھلا لیا، لوگوں نے دریافت کیا کہ حکیم نے کیا بتلایا؟ فرمایا کہ حکیم فرماتا ہے:

اِنِّیْ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ

ترجمہ :۔ "میں جو ارادہ کرتا ہوں اُسے پورا کر کے رہتا ہوں"

لوگ سمجھ گئے کہ شاید اب خلیفۃ المؤمنین کا آخری وقت آگیا ہے، جب مرض بہت بڑھ گیا تو آپ نے صحابہؓ کو بلا کر مشورہ کیا کہ اب میرا آخری وقت آپہنچا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کوئی خلیفہ مقرر

کر دوں، تاکہ بعد میں کوئی جھگڑا نہ پڑے، اور پھر سب صحابہ سے مشورہ کر کے اُن کی رائے سے حضرت عمر فاروق رضؓ کو اپنا جانشین مقرر فرما دیا، بخار اور کمزوری کی وجہ سے کھڑے نہیں ہو سکتے تھے، اس لئے بہت مشکل سے بالاخانہ پر تشریف لے گئے، آپ کی بیوی حضرت اسماءؓ نے پکڑ کر کھڑا کیا، نیچے سب جمع تھے، آپ نے سب مسلمانوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ میری بات سنئے، اور جس شخص کو میں نے اپنا جانشین بنایا ہے اُسے پسند کر لیجئے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ہر طرح غور کر لیا ہے اور اپنے کسی رشتہ دار یا خاندان والے کو جانشین نہیں بنایا ہے، بلکہ حضرت عمر بن خطابؓ کو بنایا ہے، آپ لوگ میرا کہنا مان لیں، اور اُنھیں پسند کر لیں،

سب مسلمانوں نے حضرت عمرؓ کو پسند کر لیا، اور کہا کہ ہم سب آپ کے فیصلہ سے متفق ہیں، پھر آپ نیچے اُتر آئے، اور ایک کاغذ پر وصیت لکھوائی، کہ میں حضرت عمرؓ کو امیر المؤمنین مقرر کرتا ہوں، اور میں انھیں اسلام اور مسلمانوں کے لئے بہت مفید سمجھتا ہوں، اور حضرت عمرؓ کو بلا کر انھیں نصیحت فرمائی، اور خلافت کے معاملات سمجھائے، پھر اللہ تعالیٰ سے دعاء مانگی کہ الٰہ العالمین، میں نے بہترین شخص کو امیر المؤمنین مقرر کیا ہے، تو قبول فرما، سب مسلمان تیرے سپرد ہیں، ان کی حفاظت فرما، اور انھیں صلاحیت عطا فرما، (آمین)

وفات سے پہلے اپنی بیٹی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے دریافت فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا

انھوں نے فرمایا کہ تین کپڑوں میں، تو فرمایا کہ مجھے بھی تین ہی کپڑوں میں کفن دینا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کرنا،

اور پھر ۲۲ جمادی الآخر ۱۳ھ کو دوشنبہ کا دن گذار کر عشاء کے بعد رَبِّ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿ اے رب مجھے مسلمان اٹھا، اور صالحین سے ملادے) پڑھتے ہوئے وفات پائی، انا للہ وانا الیہ راجعون،

جنازہ کی نماز حضرت عمر فاروقؓ نے پڑھائی، اور آنحضرتؐ کے پہلو میں دفن ہوئے، عمرِ مبارک تریسٹھ ۶۳ سال کی ہوئی، اور کل دو برس تین مہینے گیارہ دن تک خلیفہ رہے ؛

سوالات

۱۔ آپ نے کتنی عمر پائی، اور کس بیماری میں کس تاریخ کو وفات ہوئی ؟

۲۔ آپ کی خلافت میں کون کون سے ملک فتح ہوئے ؟

۳۔ آپ نے خلیفہ کا انتخاب کس طرح کیا ؟

حضرت ابوبکرؓ کی عادتیں اور حلیہ،

بیوہ ، وظیفہ ، بیت المال ، سنجیدہ ،

خلیفۃ المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت پتلے دُبلے تھے خوب گورا رنگ تھا، کمر جُھکی ہوئی تھی، آنکھیں اندر کی طرف تھیں، اور پیشانی بہت چوڑی تھی، قد زیادہ لمبا تھا اور نہ زیادہ چھوٹا تھا، بلاضرورت باتیں نہیں کرتے تھے، بہت سنجیدہ تھے، آپ کا دل بہت نرم تھا، اور کسی کی تکلیف نہیں دیکھ سکتے تھے،

خلیفہ ہونے سے پہلے آپ محلہ والوں کی بکریوں کا دودھ نکالا کرتے تھے، خلیفہ ہونے کے بعد بھی سب کی بکریوں کا دودھ نکال دیتے اور چرانے لے جاتے تھے، بچوں سے بہت محبت کرتے تھے، جب محلہ کے بچے آپ کو ملا کرتے تو بابا کہہ کر لپٹ جاتے تھے، محلہ اور شہر کی غریب اور بیوہ عورتوں کا کام خود کردیا کرتے تھے، اپنا کام کبھی کسی دوسرے سے نہیں کراتے تھے، خدا سے ڈرتے تھے، رات بھر نماز پڑھتے تھے، اور دن کو روزہ رکھتے تھے، قرآن شریف پڑھتے تھے بہت روتے تھے، کبھی کبھی کہتے تھے کہ کاش! میں چڑیا ہوتا، اور کاش میں مٹی ہوتا، تاکہ قیامت میں مجھ سے حساب وکتاب نہ ہوتا،

آپ بیحد مہمان نواز تھے، اور بہت معمولی کپڑے پہنتے تھے، ایک مرتبہ

ایک شہزادہ آپ کی ملاقات کے لئے آیا تو دیکھا کہ خلیفۃ المؤمنین ایک گیروے رنگ کی لنگی باندھے ہوئے اور ایک گیروے رنگ کی چادر اوڑھے ہوئے بیٹھے ہیں،

خلیفہ ہونے سے پہلے آپ تجارت کرتے تھے، مگر خلیفہ ہونے کے بعد مسلمانوں نے اسلامی خزانہ سے جسے (بیت المال) کہتے ہیں آپ کا وظیفہ مقرر کردیا تھا وہ وظیفہ اتنا معمولی تھا کہ سوائے معمولی کھانے کے اور کچھ نہیں پکا سکتے تھے،

ایک روز آپ کی بیوی نے کوئی میٹھی چیز پکا کر پیش کی، آپ نے پوچھا کہ یہ کہاں سے آئی؟ انھوں نے فرمایا کہ میں نے روزانہ کے خرچ میں سے تھوڑے سے پیسے بچا کر یہ مٹھائی بنائی ہے، آپ نے فوراً بیت المال میں یہ حکم لکھ دیا کہ اتنے پیسے میرے وظیفہ سے کم کردیئے جائیں، کیونکہ مٹھائی کے بغیر بھی گذر ہوسکتا ہے، آپ کی چار بیویاں تھیں ٭

سوالات

۱۔ حضرت ابوبکرؓ کا حُلیہ اور آپ کا لباس بتاؤ؟

۲۔ بیت المال کسے کہتے ہیں، اور آپ کو کہاں سے وظیفہ ملتا تھا؟

حکومت کا طریقہ

ذمّی رعایا ، ناانصافی ، حدیث ، کاتبؑ ،

خلیفۃ المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قاعدہ تھا کہ خلافت کے معاملات میں پہلے قرآن شریف دیکھا کرتے تھے ، اگر اس میں کوئی حکم نکل آتا تو اس پر عمل کرتے تھے ، اور اگر اس میں کوئی حکم نہ ملتا تھا تو حدیث دیکھتے تھے ، اگر حدیث شریف میں بھی کوئی حکم نہ ملتا تھا تو سب بڑے بڑے صحابہ کو بلاکر اُن سے مشورہ کرکے کوئی حکم دیتے تھے ،

بیت المال میں جو آمدنی ہوتی تھی وہ غریبوں میں تقسیم کردیا کرتے تھے اور جہاد وغیرہ میں خرچ کرتے تھے ، اس وقت فوج کے سپاہی تنخواہ نہیں لیتے تھے اور اللہ کے نام پر جہاد کرتے تھے ،

حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ آپ کے وزیرِ خزانہ تھے ، اور حضرت عمر فاروقؓ وزیرِ انصاف تھے ، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عثمان غنیؓ یہ تینوں حضرات کاتب تھے ، حکومت کے سب معاملات کا لکھنا پڑھنا ان تینوں حضرات کے سپرد تھا ، مگر ان سب حضرات کی بھی

کوئی تنخواہ نہیں مقرر تھی، حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پوری اسلامی سلطنت کے دس صوبے مقرر کر دیئے تھے، اور ہر صوبے کے الگ الگ گورنر مقرر کر دیئے تھے، صوبوں اور گورنروں کے نام یہ ہیں:۔

نمبر شمار	نام صوبہ	نام گورنر
۱	مکہ مکرمہ	عَتّاب بن اُسید رضی اللہ عنہ
۲	طائف	عُثمان بن ابی عاص رضی اللہ عنہ
۳	صَنْعَاء	مُہاجر بن ابی اُمیّہ رضی اللہ عنہ
۴	حَضْرَموت	زِیاد بن لَبِید انصاری رضی اللہ عنہ
۵	خُولان	یَعلیٰ بن ابی اُمیّہ رضی اللہ عنہ
۶	زُبَید	ابُو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ
۷	جُنَد	مَعاذ بن جَبَل رضی اللہ عنہ
۸	بَحْرَین	عَلاء حَضْرمی رضی اللہ عنہ
۹	نَجْرَان	جَریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ
۱۰	دُومَۃُ الجُنْدَل	عَیاذ بن الغنم رضی اللہ عنہ

یہ سب گورنر اپنے اپنے صوبوں کا انتظام کرتے تھے، اور وہاں کے رہنے والوں سے ٹیکس وصول کر کے اور حکومت کی سب آمدنی بیت المال میں روانہ کیا کرتے تھے، اور مقدموں کا فیصلہ کرتے تھے، مگر جنگ اور فوج

کے معاملہ میں گورنروں کو کوئی اختیار نہیں تھا، جیسا خلیفہ حکم دیتے تھے ویسا کرتے تھے،

اگر خلیفۃ المؤمنین رض گورنر کی کوئی شکایت سُنتے تھے تو انھیں معطّل کرکے دوسرا گورنر مقرر کر دیتے تھے، اور اس طرح کُل دو برس کے عرصہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مُلک میں بہت اچھا انتظام کر دیا تھا، اور کہیں کسی شخص پر کوئی ظلم اور ناانصافی نہیں ہوتی تھی۔

سوالات

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رض کس طرح خلافت کے احکام دیتے تھے؟

۲۔ صوبوں کے گورنروں کے نام بتاؤ؟

۳۔ گورنروں کا کیا کام ہوتا تھا؟

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ کے فضائل

فضائل ، امت ، حیات ، جمع قرآن ،

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے فضائل میں آیتیں نازل فرمائی ہیں، اور فرمایا ہے کہ "وہ سب سے بڑا بزرگ آدمی جس نے اللہ کے راستہ میں اپنا مال خرچ کیا وہ دوزخ کی آگ سے بچایا جائے گا"

اور دوسری جگہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ "ان دونوں میں سے دوسرا جو غار میں تھے "، اور کئی جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق آیتیں نازل فرمائی ہیں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث شریف میں حضرت ابو بکرؓ کے متعلق بہت مقبولیت کی باتیں فرمائی ہیں، اور فرمایا کہ "اگر میں کسی کو اپنا دوست بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا"، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارک ہی میں حضرت ابو بکرؓ کو امام مقرر فرمایا تھا، اور حضرت ابو بکرؓ کو "صدیق" کا لقب عطا فرمایا تھا، اور فرمایا ہے کہ مجھ پر اور میری امت پر سب سے زیادہ احسان ابو بکرؓ نے کیا ہے، اس لئے مجھے سب سے زیادہ محبت ابو بکرؓ سے ہے، اور جس طرح ابو بکر میرے ساتھ غار میں رہے، اسی طرح حوضِ کوثر

پر بھی وہ میرے ساتھ رہیں گے،

اسی طرح کی اور بہت سی حدیثیں ہیں، جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ابوبکرؓ میرے بعد میرے جانشین ہیں،

جنگِ یمامہ میں بہت زیادہ تعداد میں ایسے صحابہؓ شہید ہوئے جو قرآن پاک کے حافظ تھے، حضرت عمرؓ کو یہ خوف ہوا کہ اگر قرآن کے حافظ صحابہ اسی طرح شہید ہوتے رہے تو قرآن شریف کا بہت سا حصہ ضائع ہو جائے گا، آپ نے خلیفۂ اوّل سے قرآن شریف کے جمع کرنے کی درخواست کی، حضرت عمرؓ کے اصرار پر صدیق اکبرؓ کو بھی اس کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ آپ نے حضرت زید بن ثابتؓ کو قرآن شریف کے جمع کرنے کا حکم دیا، یہ حضورؐ کے زمانہ میں وحی لکھا کرتے تھے،

قرآن شریف کے کچھ حصّے چمڑے پر لکھے ہوئے کسی کے پاس رکھے تھے، کچھ کھجور کے پتّوں پر لکھے ہوئے کسی کے پاس رکھے تھے، حضرت زید بن ثابتؓ نے لوگوں کے پاس سے سب حصّے لے کر ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دیئے، اور صدیقِ اکبرؓ کے خزانہ میں محفوظ کر دیا،

آپ فرمایا کرتے تھے کہ کاش! میں چڑیا ہوتا اور کاش میں پتھر ہوتا تاکہ مجھے قیامت کے دن حساب و کتاب کا خوف نہ رہتا،

ایک مرتبہ آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، تو فرمایا کہ اے لوگو! پارسال گرمیوں میں میں نے تمھارے آقا سردارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا، یہ کہکر رونے لگے، پھر فرمایا کہ پارسال گرمیوں میں میں نے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا، اتنا کہہ کر پھر ہچکیاں لے کر رونے لگے، اسی طرح تین مرتبہ جیسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام زبان آتا فوراً رونے لگتے، آخر بڑی مشکل سے چُپ ہوئے، اور فرمایا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور دین و دنیا کی بھلائی طلب کرو"

ایک مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر فرمایا کہ مجھے کبھی خلافت کی خواہش نہیں ہوئی تھی، اور میں نے کبھی اللہ سے خلافت نہیں مانگی ؛

سوالات

۱۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اللہ میاں اور اس کے رسولؐ نے کیا تعریف کی ؟
۲۔ آپ نے قرآن شریف کی کیا خدمت کی ؟

معنی بتاؤ

ذمّی رعایا ، بیت المال ، ناانصافی ، وظیفہ ، حیات ، اُمّت ،

خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حالاتِ زندگی و خلافت

رُعب ، شہرت ، نسب نامہ ، دلیر

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے،

آپ کا نام عمر رضی اللہ عنہ تھا، اور ابوحفص آپ کی کُنیّت تھی، اور فاروق لقب تھا، آپ کے والد کا نام خطّاب تھا اور والدہ کا نام حنتمہ تھا، آپ کا خاندان عرب میں بہت بڑا اور عزت والا خاندان تھا، آٹھویں پشت پر آپ کا نسب نامہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے، اس طرح یوں سمجھو کہ آپ بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان میں سے تھے،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بہت بہادر اور طاقت ور انسان تھے، آپ کے رُعب کی دُور دُور شہرت تھی، آپ کو تجارت کرنے کے لئے اور دوسرے کاموں کے لئے بہت دُور دُور سفر کرنا پڑا تھا، اس لئے آپ کا تجربہ بھی بہت بڑھا ہوا تھا، ان سب باتوں کی وجہ سے مکّہ میں آپ کا بہت اثر تھا، اور سب لوگ آپ سے بہت ڈرتے تھے اور آپ کا بیحد ادب کرتے تھے،

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہ برس چھوٹے تھے ، جب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا کہ مجھے اللہ میاں نے اپنا رسول بنایا ہے اور لوگوں کو بتلایا کہ سوائے اللہ کے کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے، تو حضرت عمرؓ بہت ناراض ہوئے، اور مسلمانوں سے بے حد دشمنی کرنے لگے، اور چونکہ حضرت عمرؓ بہت بہادر اور دلیر تھے اس لئے مسلمانوں کو اُن کی دشمنی سے بہت نقصان پہونچتا تھا،

اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ میاں سے دعاء فرمائی کہ اے اللہ میاں دو آدمیوں میں سے ایک کو مسلمان کر دے، یا تو عمر بن خطّابؓ کو یا عمرو بن ہشام کو، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ حضرت عمر بن خطّابؓ کو اسلام کی دولت نصیب ہوئی اور وہ اسلام کے ایک بہادر اور جاں باز خلیفہ ہوئے، جن کا نام ہمیشہ ہمیشہ دنیا میں چمکتا رہے گا؛

سوالات

۱۔ حضرت عمرؓ کون تھے اور آپ کا نام اور لقب کیا تھا؟

۲۔ لوگ آپ سے کیوں ڈرتے تھے، اور کیوں آپ کا بہت اثر تھا؟

۳۔ آپ کے والد اور والدہ کا نام بتاؤ؟

حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام

علی الاعلان ، آستانہ ، کنیز ، آیتیں ، نعرہ ،

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب تک مسلمان نہیں ہوئے تھے ، اُس وقت تک مسلمانوں پر بے حد ظلم کرتے تھے، اُن کے گھر میں ایک کنیز تھیں وہ مسلمان ہوگئی تھیں، حضرت عمرؓ انھیں بیحد مارتے تھے، جب مارتے مارتے تھک جاتے تھے تو کہتے تھے کہ ذرا دم لے لوں تو پھر ماروں گا،

اسی طرح وہ بہت سے مسلمانوں پر ظلم کرتے تھے، حضرت عمرؓ سے لوگ بہت ڈرتے تھے، اور اُن کی بہادری کا بہت چرچا تھا، اس لئے وہ مسلمانوں پر خوب ظلم کرتے تھے، اور دل کھول کر ستاتے تھے، آخر ایک دن انھوں نے کہا کہ میں آج "محمدؐ" کو قتل کر کے رہوں گا، اور تلوار کھینچکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ کی طرف چلے، اسی طرح غصہ کی حالت میں جا رہے تھے کہ راستہ میں اُنھیں ایک شخص ملے، ان کا نام نعیم تھا، انھوں نے پوچھا کہ عمر کہاں جا رہے ہو؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ آج میں "محمدؐ" کو قتل کرنے کے لئے نکلا ہوں، اور بغیر قتل کئے نہ رہوں گا،

انھوں نے کہا کہ تم پہلے اپنے گھر کی خبر لو، پھر "محمدؐ" کو قتل کرنا، تمھارے

بہنوئی اور بہن دونوں مسلمان ہوگئے،

یہ سُنکر حضرت عمرؓ غصہ میں بھر گئے، اور دوڑے ہوئے اپنے بہنوئی کے گھر پہنچے، اور دروازہ کھٹکھٹایا، اُن کی بہن اور بہنوئی قرآن شریف پڑھ رہے تھے حضرت عمرؓ فاروقؓ کی آواز سُنکر انھوں نے جلدی سے قرآن شریف چھپالیا، اور دروازہ کھول دیا،

حضرت عمرؓ نے بہن سے غصہ سے پوچھا کہ تم ابھی کیا چیز پڑھ رہی تھیں؟ ان کی بہن نے کہا کہ ہم قرآن شریف پڑھ رہے تھے، حضرت عمرؓ یہ سنکر اپنی بہن اور بہنوئی کو مارنے لگے اور اس قدر مارا کہ دونوں کا بدن خون سے تر ہوگیا، آخرکار بہن نے کہا کہ عمر! اب تو چاہے جان سے مار ڈالو مگر اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے گا، یہ بات سُنکر حضرت عمرؓ کو رحم آیا، اور انھوں نے کہا کہ اچھا مجھے وہ چیز سُناؤ جو تم ابھی پڑھ رہی تھیں،

بہن نے قرآن شریف کی آیتیں حضرت عمرؓ کو سُنائیں، یہ آیتیں سُنکر حضرت عمرؓ پر اس قدر اثر ہوا کہ وہ فوراً کلمہ پڑھکر مسلمان ہوگئے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلے، جب آپ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو ننگی تلوار آپ کے ہاتھ میں تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے، صحابہ کرامؓ نے حضرت عمرؓ کو ننگی تلوار لئے ہوئے آتے دیکھا، تو گھبرائے کہ خواہ مخواہ لڑائی ہوگی، مگر حضرت امیر حمزہؓ نے فرمایا کہ کوئی گھبرانے کی بات نہیں ہے، اگر دوستی کرنے کے لئے آرہا ہے تب تو خیر، ورنہ اسی تلوار سے جو اس کے ہاتھ میں ہے اُسے جواب دیا جائیگا

جب حضرت عمرؓ تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ عمر! کیسے آئے ہو؟ آپ نے فرمایا کہ آپ کی غلامی میں داخل ہونے کے لئے اور کلمہ پڑھنے کے لئے حاضر ہوا ہوں، یہ سُنکر صحابۂ کرامؓ نے خوشی سے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا، اور حضورؐ نے حضرت عمرؓ کو کلمہ پڑھا کر مسلمان کرلیا، حضرت عمرؓ نے مسلمان ہو کر علی الاعلان اسلام کی تبلیغ شروع کردی، اور ہر موقع پر اسلام کا نام بلند کرنے لگے،

کافر مسلمانوں کو بیت اللہ شریف میں نہیں جانے دیتے تھے، مگر حضرت عمرؓ نے بہت سے مسلمانوں کو لے جاکر کھلّم کھلّا نماز پڑھی، اور برابر کافروں کا مقابلہ کرتے رہے، اور اسلام کی اشاعت میں لگے رہے ؛

سوالات

۱۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کا مفصل واقعہ بیان کرو؟

اِن جملوں کا مطلب بتاؤ

۱۔ اسلام کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے گا،

۲۔ غلامی میں داخل ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہجرت

اذیت ، درپے ، شرف

پچھلی کتاب "رسولِ عربی" میں گذر چکا ہے کہ مدینہ سے جو قافلے مکہ آیا کرتے تھے، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم انھیں اسلام کا پیغام سناتے تھے، اور اللہ کے دین کی طرف بلانے کی کوشش کرتے تھے، آہستہ آہستہ اس طرح مدینہ کے بہت سے لوگ مسلمان ہوگئے، اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مدینہ میں ایک شخص کو بھیجدیجئے، تاکہ وہ ہمیں قرآن شریف پڑھائے، اور مدینہ کے لوگوں میں اسلام کی تبلیغ کرے، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مُصْعَبُ بن عمیر رضی اللہ عنہ کو بھیج دیا، آپ نے وہاں گھر گھر تبلیغ و اشاعت کی، اور اسلام پھیلایا،

اُدھر کافروں نے مسلمانوں پر بے حد ظلم و ستم کرنا شروع کردیا، پہلے تو کافر سمجھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھوڑے دنوں میں خود بخود چُپ ہوکر بیٹھ جائیں گے، انھیں کیا معلوم تھا کہ اللہ میاں اسلام کا سورج ساری دنیا پر اِک دم چمکا دیں گے،

مگر جب انھوں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اور مکّہ کے بڑے بڑے لوگ

مسلمان ہوتے جارہے ہیں تو مسلمانوں کو بیحد ستانے اور طرح طرح سے اذیت دینے لگے، یہ حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دیدی کہ چونکہ مدینہ میں مسلمان بہت ہوگئے ہیں، اور مکّہ کے لوگ مسلمانوں کی جان کے درپے ہیں، اس لئے جس مسلمان کا جی چاہے وہ مدینہ چلا جائے،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت پاکر بہت سے مسلمان مدینہ جانے لگے، اور حضرت عمرؓ بھی مدینہ ہجرت کرجانے کے لئے تیار ہوگئے، جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکّہ سے ہجرت کا ارادہ کرلیا، تو سب سامان لے کر بدن پر ہتھیار سجاکر گھر سے نکلے، اور سب سے پہلے خانۂ کعبہ میں جاکر نماز پڑھی اور اللہ سے دعاء مانگی،

پھر وہاں سے آپ کافروں کے مجمع میں تشریف لائے، اور سب کافروں کے سامنے کھڑے ہوکر فرمایا کہ آج میں مکّہ چھوڑ رہا ہوں، اور مدینہ کی طرف ہجرت کررہا ہوں جس کا جی چاہے آکر مجھے روک لے، مگر جو بھی مجھے روکنے کی ہمّت کرے گا وہ موت کے لئے تیار ہوکر آئے، یہ سُنکر سب کافر خاموش رہے، اور کسی نے آپ کو روکنے کی ہمّت نہیں کی، اور آپ مدینہ روانہ ہوگئے، وہاں پہنچ کر آپ نے مدینہ سے باہر ایک بستی میں قیام کیا جس کا نام قبآء ہے،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد بہت سے صحابہؓ ہجرت فرماتے رہے، اور آخر نبوّت کے تیرہؓ سال بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مکّہ چھوڑ دیا،

اور مدینہ کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف نصیب ہوا، مدینہ آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب مہاجرین کو انصار کا بھائی بنا دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک بہت بڑے سردار حضرت عُتبان بن مالکؓ کا بھائی بنا دیا:

سوالات

۱۔ حضرت عمرؓ نے ہجرت کے وقت سب کافروں سے کیا کہا؟

ان جملوں کا مطلب بتاؤ

مدینہ کو سرکارِ دوعالمؐ کا شرف حاصل ہوا،
اسلام کا سورج ساری دنیا پر اِک دم چمکا دیں گے،

غزوات میں شرکت

ثابت قدمی ، جاسوس ، مامور ، ہم رکاب ،

ہجرت کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سب غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم رکاب رہے، اور بہت اچھے اچھے مشورے دیتے اور بہت بہادری سے اسلام کے لئے جہاد کیا، غزوۂ بدر میں اس قدر جوش سے لڑے کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا بھی خیال نہ کیا چنانچہ کافروں کی طرف سے آپ کے حقیقی ماموں بھی لڑ رہے تھے، آپ نے اپنے ہاتھ سے انھیں قتل کر دیا، اور آپ کا ایک غلام کافر بھی اس لڑائی میں مارا گیا، مگر آپ نے ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کی،

جب غزوۂ بدر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی تو مکہ کے بڑے بڑے کافر قید ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، حضورؐ نے اپنے صحابہؓ سے مشورہ کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا برتاؤ کیا جائے ؟ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ ان سے روپیہ لے کر انھیں چھوڑ دیا جائے، مگر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ سب کافر اور اسلام کے دشمن ہیں، ان سب کو قتل کر دیا جائے، مگر آنحضرتؐ نے رحم فرما کر سب کو رہا کر دیا،

غزوۂ اُحُد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند مسلمانوں کو ایک پہاڑ پر مقرر فرما دیا تھا کہ چاہے کچھ ہو مگر تم یہاں سے نہ ہٹنا، لیکن وہ لوگ یہ سمجھکر کہ مسلمان جیت گئے وہاں سے اُتر آئے، اُن کے اترتے ہی کافروں نے بہت سخت حملہ کر دیا اور مسلمان تتر بتر ہو گئے، اسی حالت میں چند کافر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنے کے لئے بڑھے، مگر حضرت عمرؓ چند مسلمانوں کو لے کر آگے بڑھے، اور اُن کافروں کو بھگا دیا، اور آخر وقت تک ثابت قدمی کے ساتھ میدانِ جنگ میں موجود رہے،

غزوۂ خندق میں ایک طرف آپ خندق کی حفاظت کرنے پر مامور تھے

غزوۂ بنی مُصطلِقؒ میں ایک لشکر آپ کی ماتحتی میں تھا، اور آپ نے کافروں کا ایک جاسوس گرفتار کرلیا، اور اس سے کافروں کا سب حال معلوم کرلیا،

صُلحِ حُدَیبیہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں سے صُلح کی، تو آپ اس پر راضی نہیں ہوتے تھے، کیونکہ اُن شرطوں میں بعض بعض ایسی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ مسلمانوں نے دَب کر صُلح کرلی ہے، مگر پھر بعد میں راضی ہوئے، اور صُلح کی شرطوں پر دستخط کر دیئے،

غزوۂ خیبر میں آپ ایک لشکر کے افسر تھے، اور اس میں ایک یہودی کو گرفتار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے، اور اس سے خیبر کا سب حال معلوم کرلیا، ان حالات سے خیبر کو فتح کرنے میں مدد ملی،

غزوۂ حُنَین میں آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین کے لشکر کا سردار مقرر فرمایا تھا،

اسی طرح آپ ہر غزوہ میں بڑی بہادری سے اور جوش کے ساتھ شریک رہے، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جاں نثاری کا حق ادا کرتے رہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے اس قدر خوش تھے کہ جب فتح مکہ کے بعد آپ خانۂ کعبہ میں گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ بھائی ہمیں اپنی دعاء میں ضرور یاد رکھنا، بھول نہ جانا،

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ اگر اس ایک کلمہ کے بدلے میں مجھے کوئی ساری دنیا کی بادشاہت دے تو میں نہ لوں ؎

سوالات

۱۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں آپ نے کیا خاص خدمتیں کیں ؟

معانی بتاؤ

ثابت قدمی، جاسوس ، ہمرکاب ، اذیت ، درپے ،

حضرت عمرؓ کی خلافت

اصلاع ، نکتہ چینی ، لشکرِ جرّار ، آمادگی ،

تم پڑھ چکے ہو کہ پہلے خلیفۃ المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب بیمار ہوئے اور ان کا آخری وقت آیا تو انھوں نے سب مسلمانوں سے رضامندی لے کر حضرت عمرؓ کو اپنا جانشین اور دوسرا خلیفۃ المؤمنین مقرر فرمایا، حضرت ابو بکرؓ کی وفات کے بعد جمادی الثانی سنہ ۱۳ھ میں آپ خلیفہ ہوئے، خلیفہ ہونے کے بعد آپ نے سب مسلمانوں کے سامنے کھڑے ہو کر تقریر فرمائی، اور کہا کہ سب لوگ میرے غصّہ سے اور میری سخت مزاجی سے ڈرتے ہیں، مگر ہمارے آقا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیفۃ المؤمنین حضرت ابو بکرؓ بہت نرمی کرتے تھے، اور بالکل غصّہ نہیں کرتے تھے، تب میں سختی کرتا تھا، مگر آج وہ دونوں ہستیاں نہیں ہیں، اب میں ہرگز سختی نہ کروں گا مگر جو لوگ گناہ کریں گے اور جُرم کریں گے انھیں ہرگز نہ چھوڑوں گا،

پھر آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ اگر میں کوئی بُرا کام کروں یا غلط کہوں تو سب مسلمانوں کو حق ہے کہ وہ مجھے سب کے سامنے روک دیں، اور نکتہ چینی کریں، پھر آپ نے سب سے پوچھا کہ اگر میں کوئی بات اللہ اور اس کے رسولؐ

کے خلاف کہوں تو تم لوگ کیا کروگے ؟ اس پر ایک مسلمان کھڑے ہوگئے ، اور تلوار کھینچ کر آپ کو دکھلائی ، اور فرمایا کہ اگر تم اللہ اور رسولؐ کے خلاف کوئی بات کروگے تو اسی تلوار سے تمہیں سیدھا کردوں گا،

اس جواب سے آپ بہت خوش ہوئے ، آپ نے سب لوگوں کو منع کردیا کہ مجھے خلیفۃ المؤمنین نہ کہا کرو، میں اتنے اچھے خطاب کے لائق نہیں ہوں ، مجھے صرف امیرالمؤمنین کہا کرو،

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حالات میں گذر چکا ہے کہ اُن کے زمانے میں سلطنتِ ایران اور سلطنتِ روم پر مسلمان حملہ کرچکے تھے ، اور کئی بار لڑائیاں ہوچکی تھیں، اور ان لڑائیوں میں اللہ نے دونوں سلطنتوں کے کئی اضلاع اور بہت سا علاقہ مسلمانوں کے ماتحت کردیا تھا —— ابھی رومیوں اور ایرانیوں سے یہ لڑائیاں جاری تھیں ، کہ حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا، اسلامی فوجیں عراق میں ایرانیوں کے ساتھ لڑ رہی تھیں کہ اسلامی سالار مُثنّیٰ بن حارثہؓ کو پتہ چلا کہ ایرانیوں نے مسلمانوں کے خلاف لشکرِ جرار جمع کیا ہے، اور بہت ساز و سامان کے ساتھ مقابلہ پر آرہے ہیں ، یہ سُنکر مثنیٰ بن حارثہ مدینہ تشریف لے گئے، تاکہ خلیفۃ المؤمنین سے کہہ کر اور فوج جمع کرکے عراق پہنچائیں،

ان کے آتے ہی حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا ، اور حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے ، آپ نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے عراق کی طرف پوری توجہ کی ، اور جو مسلمان دوسرے شہروں سے آپ سے بیعت کرنے کے لئے مدینہ آئے تھے انھیں جمع کرکے آپ نے تقریر فرمائی، اور کہا کہ سب لوگ اللہ کے راستہ میں جہاد

کرنے کے لئے تیار ہو جائیں، اور عراق جاکر ایرانیوں سے لڑیں،

پہلے تو مسلمان یہ سوچ کر تیار نہیں ہوتے تھے کہ ایرانی بہت طاقتور ہیں ان کا مقابلہ مشکل ہے، مگر پھر مُثنّیٰ ابن حارثہ رضؓ نے جو عراق سے اسلامی فوجیں لینے مدینہ آئے تھے، کھڑے ہو کر کہا کہ "اے مسلمانو! ایرانیوں کو ہم نے پوری طرح آزمالیا ہے، وہ بالکل بُزدل ہیں، اور ہم سے کمزور ہیں"

یہ سنکر قبیلہ کے سردار ابُو عُبَیدُ ثقفی نے کھڑے ہو کر کہا کہ میں تیار ہوں، اَبُو عُبَیدُ ثَقَفِیُ کی آمادگی دیکھ کر چاروں طرف سے آوازیں آنے لگیں کہ ہم سب عراق میں ایرانیوں سے جنگ کے لئے تیار ہیں،

امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے پانچ ہزار مسلمانوں کا لشکر عراق کی طرف روانہ فرمادیا،

اب یہاں سے ہم امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کے زمانہ کی مشہور جنگوں کا حال بیان کرتے ہیں :

سوالات

١۔ آپ نے خلافت کے بعد مسلمانوں سے کیا فرمایا ؟

١۔ خلافت کے بعد سب سے پہلے عراق کی طرف کیوں توجہ کی ؟

واقعہ جبر اور دُوسری لڑائیاں

متحد ، بغاوت ، امان ، متبرک ، ناہموار ،

پیچھے گذر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں عراق میں اُبلّہ سے لے کر فراض تک کا علاقہ مسلمانوں کے قبضہ میں آچکا تھا، اور ایرانیوں کو کئی مرتبہ شکست ہوئی، اس شکست سے ایرانیوں کی آنکھیں کھُل گئیں، اور انھوں نے ایران کے ایک مشہور سپہ سالار رستم کو ایران کا وزیر مقرر کیا، اور کہا کہ تم ایران کا انتظام کرو، اور مسلمانوں کو ہرانے کی پوری کوشش کرو،

رستم نے ایران میں ہر طرف پیغام بھیجدیا کہ سب لوگ اگر مسلمانوں کے خلاف متحد ہو کر نہ لڑیں گے تو ایران تباہ ہو جائے گا،

اس بات سے تمام ایران میں مسلمانوں کے خلاف ایک آگ لگ گئی، اور جو علاقے پہلے مسلمانوں کے قبضہ میں آچکے تھے وہاں سے لوگ بغاوت کر کے الگ ہو گئے،

رُستم نے سب سے پہلے دو فوجیں مسلمانوں کے مقابلہ میں بھیجیں، ایک فوج کے سپہ سالار کا نام جاباں تھا، اور دوسری فوج کے سپہ سالار کا

نام نرسی تھا، یہ دونوں فوجیں الگ الگ راستوں سے مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئیں، جاپان کی فوج جب نمازق کے مقام پر پہنچی تو مسلمانوں سے لڑائی ہوئی، اور جاپان کی فوج نے بُری طرح شکست کھائی، اور ایک مسلمان سپاہی نے جاپان کو گرفتار کرلیا، مگر وہ سپاہی جاپان کو پہچانتا نہیں تھا، اس لئے جاپان نے اس سپاہی سے کہا کہ میں ایک بوڑھا سپاہی ہوں، مجھے چھوڑ دو تو میں تمہیں بہت انعام دوں گا،

اس سپاہی نے جاپان کو چھوڑ دیا، پھر جاپان نے کہا کہ تم مجھے اپنے سپہ سالار کے پاس لے چلو، اور ان کے سامنے مجھے امان دو، تاکہ پھر کوئی مجھے مسلمان کچھ نہ کہے،

جب جاپان اسلامی سپہ سالار حضرت اَبُوعُبَیدَہ ثقفیؓ کے پاس پہنچا تو مسلمانوں نے اُسے پہچان لیا، اور کہا اس نے دھوکہ دے کر رہائی حاصل کی ہے اِسے قتل کردینا چاہیئے، مگر حضرت ابوعُبَیدؓ نے کہا کہ جب ایک مسلمان سپاہی نے اسے امان دیدی ہے تو سب مسلمانوں کی طرف سے امان ہے، اور جاپان کو چھوڑ دیا،

اس لڑائی کے بعد لشکر کے مقام پر نرسی کی فوج سے مقابلہ ہوا، اور اللہ میاں نے اس میں بھی مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی،

جب ان دونوں فوجوں کی شکست کا حال رُستم کو معلوم ہوا تو اس نے ایک بہت بڑے سپہ سالار کو چار ہزار سپاہیوں کے ساتھ مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا، اس فوج کے سپہ سالار کا نام بہمن تھا، بہمن

یہ فوج اور ایران کی بہت سی فوجیں لے کر ایک جرّار لشکر کے ساتھ مسلمانوں سے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا، رستم نے بہمن کو ایک عَلَم دیا، یہ عَلَم بہت پرانے زمانہ سے ایران کے خزانہ میں رکھا ہوا تھا، اور ایرانی اسے بہت متبرک اور فتح کا نشان سمجھتے تھے، بہمن نے یہ لشکر اور عَلَم لے کر ایک دریا کے کنارے پر آکر پڑاؤ ڈالا، اس دریا کا نام فرات تھا، فرات کے ایک کنارے پر مسلمانوں کا پڑاؤ تھا، دوسرے کنارے پر ایرانیوں کا لشکر تھا،

بہمن نے حضرت ابو عبیدؓ کے پاس پیغام بھیجا کہ یا تو دریا کے اُس پار ہماری طرف آکر لڑو، ورنہ ہم تمہاری طرف آئیں، ابو عُبید ثقفیؓ نے جواب دیا کہ ہم ہی اُدھر آکر جہاد کریں گے،

یہ سُنکر اسلامی فوج کے بعض افسروں نے سپہ سالار اعظم سے عرض کی کہ انہی کو اس پار آنے دیجیے، خود اُدھر چلنا مناسب نہیں ہے، مگر حضرت ابو عبیدؓ نے کہا کہ بہادر ہمیشہ آگے بڑھکر حملہ کرتا ہے، اسس لئے اسلامی فوجیں بھی بہادروں کی طرح آگے بڑھکر حملہ کریں گی،

چونکہ ابو عبیدؓ سب سے بڑے افسر تھے اس لئے مجبوراً سب کو اُن کی بات ماننی پڑی، اور دریائے فرات پر کشتیوں کا پُل باندھکر مسلمان فوجیں ایرانیوں کی فوج کی طرف چلی گئیں، ایرانیوں کی طرف والا میدان بہت چھوٹا اور ناہموار تھا، اور ایران والوں کی فوج میں بہت سے ہاتھی تھے، اس لئے مسلمان فوجوں کو بڑی دقّت کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ مسلمانوں اور اُن کے گھوڑوں نے کبھی ہاتھی نہیں دیکھے تھے، جب لڑائی شروع ہوئی تو

ہاتھیوں سے مسلمانوں کا بہت نقصان ہونے لگا، جدھر ہاتھی جاتے تھے ادھر ہی کے گھوڑے چونک چونک کر بھاگتے تھے، اس لئے حضرت ابوعُبیدؓ نے مسلمانوں سے کہا کہ گھوڑوں سے کود پڑو اور تلوار سے ہاتھیوں کے ہودوں کی رسّیاں کاٹ کر سواروں کو نیچے گرادو

چنانچہ خود ابوعُبیدؓ اور بہت سے مسلمانوں نے ہاتھیوں کے ہودوں پر حملہ کر دیا، اور بہت سے سواروں کو نیچے گرادیا، مگر سواروں کے نیچے گرنے کے بعد بھی ہاتھی جدھر جاتے تھے اُدھر بہت نقصان ہوتا تھا،

یہ دیکھکر حضرت ابوعُبیدؓ نے سب سے بڑے ہاتھی پر تلوار سے حملہ کیا اور اس کی سونڈ کاٹ ڈالی، ہاتھی نے چنگھاڑ مار کر غصّہ سے ابوعُبیدؓ پر حملہ کر دیا، اور انھیں پیروں سے کچل ڈالا، اس طرح مسلمانوں کے سپہ سالار حضرت ابوعُبیدؓ ثقفی شہید ہو گئے، اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن،

ابوعُبیدؓ کے بعد اُن کے بھائی نے اُسی ہاتھی پر حملہ کیا، ہاتھی نے انھیں بھی کُچل دیا، اسی طرح سات مجاہدوں کو اس ہاتھی نے پیروں سے کُچل کر شہید کر دیا، آخر ابوعُبیدؓ کی شہادت کے بعد مسلمان فوجیوں کے پیر اُکھڑ گئے، اور وہ پیچھے ہٹنے لگے، مسلمانوں کو ہٹتا دیکھکر ایک مسلمان مجاہد نے دریا کا پُل توڑ دیا، تاکہ مسلمان پیچھے ہٹنے کا خیال چھوڑ دیں اور جم کر لڑیں، مگر مسلمانوں کے پیر اُکھڑ چکے تھے، وہ پیچھے ہٹتے رہے، اور بہت سے مسلمان دریا میں گر کر شہید ہو گئے،

یہ حالت دیکھ کر مثنیٰ بن حارثہ نے جن کا ذکر تم پڑھ چکے ہو اور جو حضرت

ابوبکرؓ کی وفات کے وقت مدینہ سے فوجیں لینے گئے تھے، انھوں نے حکم دیا کہ جلدی پُل دوبارہ تیار کرایا جائے،

یہ حکم دے کر سب مسلمانوں کو جوش دلایا اور پیچھے ہٹنے سے روکا، اور بہت بہادری سے لڑنے لگے، اتنے میں پُل بن کر تیار ہوگیا، اور مسلمان فوجیں پار اُتر گئیں،

اس لڑائی میں چار ہزار مسلمان شہید ہوئے اور مسلمانوں کا بیحد نقصان ہوا، اس لڑائی کو واقعۂ جسر کہتے ہیں ؛

سوالات

۱۔ واقعۂ جسر میں مسلمانوں کا کیوں نقصان ہوا؟

۲۔ مسلمان اور ایرانی سپہ سالاروں کے نام بتاؤ؟

۳۔

اِن لفظوں کی تشریح کرو

گنگر ، نمارق ، نرسیٰ ، فرات ، ہودوں ،

معرکۂ بُوَیب

انتقام ، صف آرار ، معرکہ ، مقرّرین

جب امیر المؤمنین حضرت عمرؓ کو واقعۂ جسرؔ کی اطلاع ہوئی تو انھیں بیحد افسوس ہوا، اور انھوں نے پھر سے جنگ کی تیاری شروع کی، اور تمام عرب میں بڑے بڑے مقررّین کو بھیجکر تقریریں کرائیں، اور مسلمانوں کو جنگ کے لئے تیار کیا،

عرب کے مسلمانوں نے جب سُنا کہ واقعۂ جسرؔ میں اس طرح مسلمان شہید ہوگئے، تو سب مسلمان شہیدوں کا انتقام لینے کے لئے تیار ہوگئے اور چاروں طرف سے مسلمان امیر المؤمنینؓ کے پاس آکر اسلامی فوج میں داخل ہونے لگے،

بہت سے عیسائی امیر المؤمنین کے پاس آئے اور کہا کہ جسرؔ میں ایرانیوں نے ہمارے بھائی عربوں کو شہید کیا ہے، ہم اپنے قومی اور مُلکی بھائیوں کا انتقام ضرور لیں گے، آپ ہمیں اسلامی فوج میں داخل کر لیجیے،

امیر المؤمنینؓ نے عیسائیوں کو بھی فوج میں داخل کر لیا، اور ہزاروں عیسائی ایرانیوں سے جہاد کے لئے تیار ہوگئے، امیر المؤمنینؓ نے جرِیرؓ بجلیؓ

کو سپہ سالار مقرر کر کے یہ تمام فوجیں عراق روانہ کر دیں، ادھر عراق میں مثنیٰ ابن حارثہ نے بھی بہت فوج اکھٹی کر لی تھی،

ایرانی حکومت کو جب اس فوج کا پتہ چلا تو انھوں نے بارہ ہزار سپاہی سب سے اچھی خاص فوج کے اور ہزاروں سپاہی دوسری فوجوں کے منتخب کر کے مِہرَان بن مِہرُوْیَہ کو سپہ سالار مقرر کر کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا،

مسلمانوں نے دریائے فرات کے کنارے ایک مقام پر پڑاؤ ڈالا، اس مقام کا نام "بُوَیْب" تھا، ایرانیوں نے دریا کے دوسرے کنارے پر اپنا لشکر اُتارا، پہلے کی طرح اس مرتبہ بھی ایرانیوں نے کہلایا کہ یا تو تم دریا کے اس پار آجاؤ یا ہمیں آنے دو،

مثنیٰ رضؓ نے کہلایا کہ ہم نہیں تم ہی اِس پار آکر لڑائی کے لئے تیار ہو جاؤ یہ سُنکر ایرانی لشکر دریا کے اِس پار آگیا، اور میدان میں لشکر اُتار کر صف آرا ہو گیا،

مثنیٰ رضؓ نے اپنا لشکر میدان میں جما دیا، اور نعرۂ تکبیر لگایا، اسلامی فوج کا قاعدہ تھا کہ جب سپہ سالار تیسرا نعرۂ تکبیر بلند کرتا تھا تب لڑائی شروع ہوتی تھی، مگر مثنیٰ رضؓ نے جب دوسرا نعرہ لگایا تب ہی بہت سے مسلمان لڑنے کے لئے بڑھ گئے، اس پر سپہ سالار حضرت مثنیٰ رضؓ بہت خفا ہوئے، اور حکم دیا کہ جو آگے نکلا ہے وہ صف کے اندر چلا جائے، آگے نکلنے والوں نے کہا کہ ہم لوگ جَسر کے واقعہ میں پیچھے ہٹے تھے، اب ہم جب تک شہید نہ ہو جائیں ہمیں چین نہ آئے گا، اور پھر صف میں چلے گئے،

جب سپہ سالار نے تیسرا نعرۂ تکبیر بلند کیا، تب لڑائی شروع ہو گئی، یہ لڑائی بہت سخت تھی، ایرانی فوج کے پاس بہت سامان اور بہت سپاہی تھے، اور وہ بہت بہادری سے حملہ کر رہے تھے، مگر مسلمان بڑی بہادری سے اُن کا مقابلہ کرتے رہے، اچانک مثنیٰؓ اپنے ساتھ چند سپاہیوں کو لے کر ایران والوں پر ٹوٹ پڑے، اور ان کے بیچ میں مارتے کاٹتے گھُس گئے، اس حملہ سے ایرانی گھبرا گئے، مگر پھر سنبھلے اور سنبھل کر جو مسلمانوں پر حملہ کیا تو مسلمانوں کے قدم اُکھڑ گئے،

اسی درمیان میں مثنیٰؓ کے بھائی مسعودؓ پر جو بہت مشہور بہادر تھے تلوار لگی، اور وہ شہید ہو کر گھوڑے سے گر پڑے، انھیں گرتا دیکھ کر مسلمان اور بھی گھبرا گئے، مگر مثنیٰؓ نے زور سے پکارا کہ مسلمانو! خبردار! میرا بھائی شہید ہو گیا، تو کیا ہوا؟ بہادر اسی طرح جان دیا کرتے ہیں،

یہ کہکر مسلمانوں کو للکارا اور سنبھال کر دوبارہ سخت حملہ کیا، ایک عیسائی اَنَس بن ہلال جو بہت بہادر سردار تھا اور ایرانیوں سے بہت بہادری سے لڑ رہا تھا قتل ہو کر گرا، مثنیٰؓ نے اُسے گرتے ہوئے دیکھا، تو فوراً گھوڑے سے اُتر گئے، اور اس کی لاش اپنے بھائی مسعودؓ کی لاش کے برابر ڈال کر پھر لڑنے لگے،

اتنے میں ایک مسلمان نوجوان ایرانیوں کی فوج میں گھُس گیا، اور ان کے سپہ سالار مہران کو قتل کر دیا، اور گھوڑے پر چڑھ کر چلّایا کہ میں نے ایرانیوں کے سردار مہران کو مار ڈالا،

مہران کے قتل ہونے سے ایرانی بدحواس ہو گئے، اور ان میں بھگدڑ مچ گئی، مگر ایرانیوں کے پیچھے دریائے فرات تھا، مثنیٰؓ نے انھیں بھاگتے ہوئے دیکھا تو جلدی سے دریا کا پُل کاٹ دیا، اب تو ایرانی دریا میں ڈوب ڈوب کر مرنے لگے، مگر پھر ایرانیوں نے دوسری طرف بھاگنا شروع کیا، مسلمانوں نے ان کا پیچھا کر کے بہت سے ایرانیوں کو قتل کر ڈالا،

اس طرح اللہ میاں نے اس معرکۂ بُوَیب میں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی، اس معرکہ میں ہزاروں ایرانی قتل ہوئے، اور سالہا سال تک اس میدان میں اُن کی ہڈیاں پڑی رہیں،،

یہ جنگ سنہ ۱۴ھ میں ہوئی :

سوالات

۱۔ یہ جنگ کس جگہ ہوئی، اور اس کا کیا نام ہے ؟

۲۔ مسلمانوں کے سپہ سالار اور ایرانیوں کے سپہ سالار کے نام بتاؤ ؟

۳۔ عیسائی مسلمانوں کے ساتھ ہو کر کیوں لڑے ؟

۴۔ اس جنگ کا نقشہ اپنے لفظوں میں بیان کرو ؟

جنگِ قادسیّہ (۱)

بارگاہِ خلافت ، منادی ، سفیر ، دارالسّلطنت ،

ایرانی جب اس جنگ میں ہار گئے تو دارالسلطنت میں کھلبلی مچ گئی، اور ایرانیوں نے آپس میں بیٹھکر فیصلہ کیا کہ ملکۂ ایران بُورَان دَخت کو تخت سے اُتار دیا جائے، اور سب لوگ مل کر مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کریں، کیونکہ عورت کی حکومت کمزور ہوتی ہے، اور آپس میں اتحاد نہ ہونے سے بہت کمزوری ہوتی ہے،

یہ فیصلہ کر کے ملکۂ بُورَان دَخت کے بجائے دوسرا بادشاہ مقرر کیا، اس کا نام "یزدگرد" تھا، اور اس کی عمر اکیس (۲) برس کی تھی، اور سب ایرانی سرداروں کو ملا کر لڑائی کی تیاری شروع کر دی،

جب بارگاہِ خلافت میں ایرانیوں کی ان تیاریوں کی اطلاع ہوئی تو امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ نے تمام عرب میں یہ منادی کرادی کہ ہر جگہ سے بڑے بڑے بہادر شاعر اور مقررین مدینہ منورہ میں حاضر ہوں، اس حکم پر چاروں طرف سے مسلمان مدینہ پہنچ گئے،

امیرالمؤمنین نے سب کو ایرانیوں سے جنگ کا حکم دیا، اور لشکر

تیار کر کے خود سپہ سالار بنکر چلنے کی تیاری کی، مگر بعض بڑے بڑے صحابہؓ نے عرض کی کہ آپ کے چلنے سے مدینہ خالی ہوجائے گا، اور آپ کا چلنا مناسب نہیں ہے،

صحابۂ کرام کی رائے سُن کر آپ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا، اور فرمایا کہ جہاں جہاں تم پہنچو وہاں کے سب حالات مجھے لکھ کر بھیجو، پھر جیسے میں یہاں سے لکھوں ویسے ہی عمل کرو،

حضرت سعدؓ مدینہ سے چلے، اور سترہ، اٹھارہ جگہ ٹھہر کر ایک جگہ شراف میں پہنچے، اور امیر المؤمنینؓ کے حکم کے مطابق شراف کا سب حال لکھ کر امیر المؤمنینؓ کو بھیج دیا،

تم پیچھے پڑھ چکے ہو مثنیٰؓ واقعۂ جسر میں کچھ زخمی ہو گئے تھے، اور پھر معرکۂ بُویب میں وہی اسلامی فوج کے سپہ سالار تھے، اب وہ اپنی چھ ہزار فوج لئے حضرت سعدؓ کی فوجوں کا انتظار کر رہے تھے، مگر واقعۂ جسر میں اُن کے بدن پر جو زخم لگے تھے وہ اچھے نہیں ہوئے، اور حضرت سعدؓ کے پہنچنے سے پہلے ہی اُن کا انتقال ہوگیا، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ،

شراف میں حضرت سعدؓ سے مثنیٰؓ کے بھائی مُعنیٰؓ آ کر ملے، اور انھیں مثنیٰؓ کے انتقال کی خبر دی، اور اُدھر حضرت عمرؓ نے مدینہ سے حکم بھیجا کہ بجائے شراف کے قادسیہ میں فوجوں کا پڑاؤ ڈالا جائے، یہ حکم پا کر حضرت سعدؓ نے فوجوں کو قادسیہ کے میدان میں اُتارا،

قادسیہ سے ایران کا دار السلطنت مدائن دو تین دن کے راستہ پر

رہ جاتا تھا، حضرت سعدؓ نے جب حضرت عمرؓ کو قادسیہ میں فوجیں اُتارنے کی اطلاع دی تو حضرت عمرؓ نے حکم بھیجا کہ پہلے ایران کے بادشاہ کے پاس چند مسلمان بھیجو، وہ جاکر بادشاہ کے سامنے اسلام پیش کریں، اور تبلیغ کریں،

حضرت سعدؓ نے چودہ[14] بڑے بڑے مسلمانوں کو سفیر بناکر ایران کے بادشاہ کے دربار میں بھیجا، ایرانیوں نے بڑے ٹھاٹھ باٹ سے دربار سجایا، اور بادشاہ نے بہت شان وشوکت سے اجلاس کیا، عربی سفیر گھٹنوں تک چمڑے کے موزے پہنے ہاتھوں میں کوڑے لئے ہوئے دربار میں داخل ہوئے، یزدگرد جو ایران کا بادشاہ تھا اس نے کہا کہ تم لوگ بہت ذلیل تھے، اور ہمیشہ ہمارے ہاتھ سے مار کھاتے تھے، اب ہم سے لڑنے آئے ہو؟

یہ سُنکر مُغیرہ بن زرارہ نے کہا کہ واقعی ہم بہت خراب تھے، اور مُردار کھاتے تھے، آپس میں لڑائی کرتے تھے، مگر اللہ میاں نے ہمارے پاس ایک رسُول بھیجا، اس نے ہم کو سیدھے رستہ پر لگادیا، اور اب ہم دنیا میں سب سے اچھے ہیں، اب یا تو تم مسلمان ہوجاؤ، یا ہمارے تابع ہوکر جزیہ دو، ورنہ لڑنے کے لئے تیار ہوجاؤ،

یہ سُنکر یزدگرد نے کہا، کہ اگر سفیروں کو قتل کرنا بُری بات نہ ہوتی تو میں تم سب کو قتل کرادیتا، یہ کہہ کر ایک ٹوکرے میں مٹی منگوائی اور سفیروں کے سردار عاصمؓ کے سر پر وہ ٹوکرا رکھوادیا،

عاصمؓ یہ کہہ کر وہاں سے لوٹ آئے کہ تم نے خود ہی اپنی زمین کی مٹی ہمارے حوالے کردی، یہ ہماری جیت کی نشانی ہے،

اس کے بعد دو مہینے تک دونوں فوجیں خاموش رہیں، دو ماہ کے بعد یزدگرد نے اپنی فوجوں کے سپہ سالار رُستم کو حکم دیا کہ تم قادسیہ پہونچ کر مسلمانوں کو ختم کردو، مگر رستم پہلے کی لڑائیوں کا حال دیکھ چکا تھا، اس لئے وہ برابر کوشش کرتا رہا کہ کسی طرح صُلح ہو جائے، اور قادسیہ پہنچ کر اس نے حضرت سعدؓ کے پاس کہلا بھیجا کہ تم اپنا کوئی آدمی بھیجدو، تو اس سے بات کرکے صُلح کرلی جائے،

حضرت سعدؓ نے رُبعِیؓ بن عامرؓ کو بھیجا، وہ رسّی کمر میں باندھکر اور تلوار کو چیتھڑے لپیٹے ہوئے ہاتھ میں ایک بھالا لئے ہوئے گھوڑے پر رستم کے پاس پہنچے، رستم نے بہت بڑھیا فرش بچھوایا تھا، اور عمدہ عمدہ گاؤ تکئے لگا کر بہت شان سے دربار لگایا تھا، رُبعیؓ فرش کے پاس پہونچکر گھوڑے سے اُتر گئے، اور ایک گاؤ تکئے میں گھوڑے کی لگام باندھ دی، اور اتنے عمدہ فرش کو بھالے سے چھیدتے اور چیرتے پھاڑتے رستم کے پاس پہونچ گئے،

رستم نے پوچھا کہ تم لوگ کیوں آئے؟ رُبعیؓ نے جواب دیا کہ ہم اس لئے آئے ہیں تاکہ تم سے اللہ میاں کی عبادت کرائیں،

رستم نے کہا کہ میں پھر جواب دوں گا، لوگ رُبعیؓ کی تلوار دیکھکر ہنسنے لگے، مگر انھوں نے جب چیتھڑے کھولے تو سب کی آنکھیں چمک گئیں، اور اُسی تلوار سے پھر رُبعیؓ نے ایرانیوں کی بڑی بڑی ڈھالوں کے ٹکڑے کرکے دکھلایا، اس کے بعد رُبعیؓ وہاں سے چلے آئے،

اُن کے بعد پھر رُستم نے مغیرہؓ کو بُلوایا، اور کہا کہ اگر تم لوگ واپس چلے جاؤ، اور لڑائی نہ کرو تو میں بہت انعام اور مال و دولت دوں گا،

اس پر مغیرہؓ نے میان سے تلوار کھینچ لی، اور کہا کہ زیادہ بات نہ کرو، اسلام لاؤ یا جزیہ دو، ورنہ پھر اس سے تمہارا فیصلہ کیا جاوے گا،

رُستم کو غصّہ آگیا، اور اس نے کہا کہ آفتاب کی قسم کل تمام مسلمانوں کو غارت کر دوں گا، یہ سُنکر مُغیرہؓ اُٹھ کر چلے آئے ؛

سوالات

۱۔ مسلمانوں کے سفیروں سے ایرانیوں نے کیا باتیں کیں ؟

۲۔ یزدگرد اور رستم کون تھے ؟

جنگِ قادسیّہ (۲)

شجاعت ، بدحواس ، فتحِ عظیم ، قاصد

اب رستم نے اپنی فوجوں کو ترتیب کے ساتھ میدان میں جما دیا، اور مسلمانوں کے ساتھ حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گیا، رستم کی کُل فوج ایک لاکھ بیس ہزار تھی، اور مسلمانوں کی فوج تیس ہزار تھی، رستم کی فوج میں بہت سے ہاتھی تھے، اور بیش قیمت تلواریں اور جنگ کا سامان تھا،

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی فوجیں مقابلہ پر جما دیں، مگر خود میدان میں نہیں آسکے، کیونکہ اُن کے گھٹنوں میں درد ہوتا تھا، اور وہ بہت بیمار تھے، اس لئے اپنی جگہ خالد بن عرفطہ کو سردار بنا کر ایک بہت اونچے قلعہ میں بیٹھ کر فوجوں کو دیکھتے رہے، اگر کوئی خاص ہدایت فوجوں کو دینی ہوتی تھی تو وہیں سے بیٹھے بیٹھے خالدؓ کے پاس پرچہ بھیج دیتے تھے

لڑائی شروع ہونے سے پہلے ایک ایرانی پہلوان شیر کی طرح ڈکارتا ہوا میدان میں نکلا، اور اسلامی فوجوں کو للکارا، ادھر سے معدیکربؓ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے، اس نے اُن کے تیر مارا، مگر یہ بال بال بچ گئے، اس کے بعد معدیکربؓ گھوڑا کودا کر اس کے پاس پہنچے، اور پیٹی پکڑ کر اُسے زمین پر

دے مارا اور پھر فوراً قتل کر دیا،

اب جنگ شروع ہوئی اور دونوں طرف کے بہادروں نے اپنی طاقت دکھانی شروع کی، ایرانیوں کی فوج میں جو ہاتھی تھے جب وہ آگے بڑھے، تو عربوں کے گھوڑے بدکنے اور چونکنے لگے، مسلمانوں کی پیدل فوج بھی ہاتھیوں سے گھبرا گئی، اور اس کے پیر اُکھڑنے لگے، اچانک قبیلۂ اسد کے کچھ نوجوان بڑھے، اور برچھیاں لیکر ہاتھیوں پر حملہ کیا، اس حملہ سے ہاتھیوں کا زور کم ہوا، اُدھر قبیلۂ تمیم نے ہاتھیوں پر تیروں کی بارش کر دی، اور فیل بانوں کو گرا دیا، شام تک لڑائی جاری رہی، جب اندھیرا ہو گیا تو دونوں فوجیں رُک گئیں، اور پہلے دن کی لڑائی ختم ہوئی،

عربی میں جنگِ قادسیہ کے پہلے دن کو یَوْمُ الْاُرْمَاث کہتے ہیں،

دوسرے دن حضرت سعدؓ نے شہیدوں کی لاشوں کو دفن کرایا، اور جو لوگ زخمی تھے اُن کی مرہم پٹی کرائی، اور پھر لڑائی کا حکم دیا،

حضرت عمرؓ نے شام کی فوجوں کے سپہ سالار حضرت ابو عبیدہؓ کو لکھا تھا کہ عراق جا کر حضرت سعدؓ کی مدد کریں، لڑائی شروع ہونے سے پہلے حضرت ابو عبیدہؓ کی فوجیں پہنچ گئیں، اس فوج کی تعداد گیارہ ہزار تھی، یہ فوج آتے ہی لڑائی میں شریک ہو گئی،

پہلے مسلمانوں کی طرف سے قعقاع نے میدان میں نکل کر پکارا کہ کوئی بہادر ہو تو آئے، اس پر ایرانیوں میں سے کئی بڑے بڑے بہادر نکلے، اور قعقاع سب کو قتل کرتے رہے، اب لڑائی شروع ہو گئی مسلمانوں نے

ہاتھیوں کے بدلے اپنے اونٹوں کو کالے کالے برقعے اُڑھا دیئے تھے، ان برقعہ والے اونٹوں سے ایرانی ہاتھی ڈر کے مارے بے تحاشا بھاگنے لگے، مسلمان بہت بہادری سے لڑے، لڑائی ہوتی رہی، کہ امیرالمؤمنینؓ کے پاس سے بہت سی تلواریں اور گھوڑے آئے اور اعلان کیا گیا کہ جو بہادر ہوگا اُسے امیرالمؤمنینؓ کی طرف سے یہ انعام دیا جائے گا، اس سے فوجوں میں جوش بڑھ گیا،

اَبُو مِحْجَنؓ ایک بڑے بہادر صحابی تھے، انھوں نے دھوکہ میں شراب پی لی تھی، حضرت سعدؓ نے اس جرم پر انھیں زنجیروں سے باندھکر قید کر دیا تھا، جب انھوں نے کھڑکی میں سے دیکھا کہ لڑائی زوروں پر ہے، تو حضرت سعدؓ کی بیوی سلمٰی سے کہا کہ مجھے کھول دو میں لڑوں گا، اور شام کو اگر زندہ رہا تو فوراً آکر زنجیریں پہن لوں گا،

انھوں نے کھول دیا، یہ بھالا لے کر پہنچے، اور سینکڑوں ایرانیوں کو قتل کر دیا، اور بہت بہادری سے لڑے، حضرت سعدؓ نے دیکھا تو سوچا کہ یہ کون آدمی ہے جو ایسی بہادری سے لڑ رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے ابو مِحْجَنؓ ہیں، مگر وہ تو قید میں ہیں،

شام کو جب حضرت سعدؓ کو پتہ چلا تو آپ نے حضرت ابو محجن رضؓ کو رہا کر دیا، انھوں نے فوراً گناہوں سے اور شراب سے توبہ کر لی،

جب اندھیرا ہوا تو یہ لڑائی بند ہوئی، اس دوسرے دن کو یَوْمِ اَغْوَاث کہتے ہیں، اس دن دو ۲۰۰۰ ہزار مسلمان شہید اور دس ۱۰ ہزار ایرانی قتل ہوئے،

تیسرے دن قعقاع نے یہ تدبیر کی کہ بہت سے سواروں کو پڑاؤ سے دور

بھیج دیا، اور کہا کہ جب لڑائی شروع ہو تو تم تھوڑے تھوڑے ہو کر گھوڑے دوڑاتے ہوئے اور نعرے لگاتے ہوئے آنا، اور شام تک آتے رہنا،

چنانچہ لڑائی شروع ہوئی تو نعرے لگاتی ہوئی فوجیں آنی شروع ہوئیں، اس سے ایرانیوں پر بہت رُعب پڑا، اور وہ یہ سمجھے کہ برابر اُن کے لئے مدد آرہی ہے، پہلے دن کی طرح آج بھی ہاتھیوں سے بڑا نقصان پہنچا، ہاتھی جدھر رُخ کرتے تھے لوگ بیٹھ جاتے تھے،

یہ دیکھ کر حضرت سعدؓ نے حکم دیا کہ تیروں سے ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑ دی جائیں، اور تلوار سے اُن کی سونڈ کاٹ ڈالی جائیں،

قعقاع اپنے ساتھ دو بہادروں کو لیکر ہاتھیوں کی طرف بڑھے، دو ہاتھی بہت بڑے اور سب ہاتھیوں کے سردار تھے، ایک کا نام "اَبْیَض" تھا، دوسرے کا نام "اَجْرَبْ" تھا، قعقاع اور عاصم نے ایک ساتھ ابیض کی آنکھوں پر برچھے سے وار کیا، اور اس کی آنکھوں کو پھوڑ ڈالا، اور پھر فوراً سونڈ کاٹ ڈالی، اُدھر دو بہادروں نے اَجْرَبْ کی آنکھیں پھوڑ دیں، یہ دونوں ہاتھی اندھے ہو کر بھاگے، اور اُن کے پیچھے سب ہاتھی بھاگ گئے، اور ہاتھیوں کی فوج بالکل صاف ہو گئی،

اب مسلمان مجاہدوں نے پوری طرح طاقت آزمائی شروع کی، دن بھر جنگ جاری رہی، رات ہو گئی تو مسلمانوں نے لڑائی اور بھی تیز کر دی، تمام رات گذر گئی، اور جنگ نہ ختم ہوئی، مجاہدین تھک کر چور ہو گئے، تب قعقاع بہت سے بہادروں کو جمع کر کے ایرانی سپہ سالار

رستم کی طرف بڑھے،

رُستم ایک تخت پر بیٹھا تھا، اِن لوگوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر تخت سے کودا، اور بہت بہادری کے ساتھ لڑنے لگا، مگر آخر زخموں سے چور ہو کر بھاگا، مسلمانوں نے اس کا پیچھا کیا، رستہ میں ایک نہر تھی، وہ اس میں کود گیا، کودتے ہی ایک مسلمان نے نہر میں گھس کر پکڑ کر قتل کر ڈالا، اور باہر نکل کر چلائے کہ میں نے رستم کو قتل کر دیا،

کچھ تو ایرانی فوجیں پہلے ہی سے بے دم ہو رہی تھیں، کچھ یہ خبر سنتے ہی اور بدحواس ہو گئیں، اور فوج کے پَیر اُکھڑ گئے، مسلمانوں نے پیچھا کیا، اور ہزاروں ایرانیوں کو قتل کر ڈالا، اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم نصیب فرمائی،

یہ جنگ اسلامی تاریخ میں مشہور جنگ ہی، حضرت سعدرضؓ نے فتح کے بعد حضرت عمررضؓ کو خوشخبری لکھ کر روانہ کی حضرت عمررضؓ روزانہ مدینہ سے نکل کر قاصد کا انتظار کیا کرتے تھے،

جس دن قاصد خوش خبری لے کر پہنچا تو وہ شہر سے باہر ہی تھے، قاصد کو دیکھ کر حال پوچھا، مگر اس نے سواری روکی نہیں، اور آپ کو نہ پہچانا، برابر سواری دوڑاتا رہا، امیرالمؤمنین رضؓ بھی اس کے پیچھے دَوڑتے رہے، اور حال پوچھتے رہے،

جب دونوں شہر میں پہنچے تو لوگوں نے کہا کہ امیرالمؤمنین السلام علیکم، تب قاصد نے کہا کہ آپ نے پہلے بتلا دیا ہوتا، مجھ سے بڑا قصور ہوا،

آپ نے فرمایا کچھ حرج نہیں،

پھر آپ نے سب مسلمانوں کو جمع کر کے فتح کا خط پڑھ کر سنایا، اور حضرت سعدؓ کے پاس حکم بھیج دیا کہ جو ایرانی چین سے رہنا چاہیں اور لڑائی نہ کریں انھیں اُن کے گھروں میں بسا دیا جائے اور کسی کو کوئی تکلیف نہ ہونے پائے ۔

سوالات

۱۔ تینوں دن کی لڑائیوں کا حال بیان کرو؟

۲۔ حضرت سعدؓ اس لڑائی میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟

مدائن اور دوسرے شہروں پر قبضہ

تکان ، محفوظ ، مصنوعی ، محاصرہ

قادسیہ کی جنگ میں فتح پا جانے کے بعد اسلامی فوجوں نے دو مہینے تک قادسیہ میں قیام کیا، اور جنگ کی تکان اُتاری، اس کے بعد حضرت سعدؓ ایران کے دارالسلطنت مدائن کی طرف بڑھے، ایرانی فوجیں قادسیہ سے بھاگ کر ایک جگہ برس میں پڑی تھیں، وہاں بھی ایرانیوں سے مقابلہ ہوا، مگر ایرانی بھاگ کر شہر بابل میں پہنچے، بابل میں پہلے سے بہت سی ایرانی فوجیں جمع تھیں، وہاں بھی مقابلہ ہوا، اور بہت جلد بابل پر قبضہ ہوگیا،

وہاں سے اسلامی فوجیں آگے بڑھیں، اور ایک مقام کوثیٰ پر قبضہ کیا، پھر مدائن کی طرف چلے، مدائن سے پہلے ایک شہر بہرہ شیر پڑتا تھا، یہاں ایرانیوں کی بہت عظیم الشان فوجیں تھیں، اور بادشاہ ایران کا ایک پالتو شیر رہتا تھا، اسی لئے اسے "بہرۂ شیر" کہتے تھے،

مدائن اور بہرۂ شیر کے درمیان میں ایک دریا تھا، اس کا نام دُجلہ تھا، ایرانی فوجیں بہرۂ شیر کے حلقہ میں بند ہوگئیں، اور مسلمانوں نے شہر کے چاروں طرف گھیرا ڈال کر شہر کا محاصرہ کرلیا، کبھی کبھی ایرانی فوجیں

شہر سے نکل کر لڑتیں، اور پھر شہر میں گھس گھس کر دروازہ بند کر لیتیں، آخر ایک دن بہت سخت لڑائی ہوئی، اور ایک اسلامی سپہ سالار زہرہ نے ایرانی سپہ سالار کو قتل کر دیا،

اس کے بعد ایرانیوں نے لڑائی بند کر دی، اور بہرہ شیر مسلمانوں کے حوالہ کر دیا، جب مسلمانوں نے بہرہ شیر پر قبضہ کر لیا، تو دار السلطنت مدائن پر حملہ کرنا چاہا، مگر راستہ میں دریا پڑتا تھا اور ایرانیوں نے مسلمانوں کے ڈر سے دریا کے سب پل توڑ ڈالے تھے، اس لئے مسلمانوں کو بہت مشکل پڑی، مگر حضرت سعدؓ نے فوج سے کہا کہ ہم اللہ کے لئے لڑتے ہیں، اس لئے ہمیں دریا کی پرواہ نہیں ہے،

یہ کہہ کر اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، ان کے ساتھ پوری فوج نے اپنے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے، اور دم کے دم میں صحیح وسلامت پار اتر گئے، ایرانیوں نے جب مسلمانوں کو دریا میں گھوڑے تیراتے ہوئے آتے دیکھا، تو یہ کہکر بھاگے کہ دیو آگئے، دیو آگئے، مدائن میں ایران کا بادشاہ یزدگرد مسلمانوں کے آنے کی خبر سنکر مدائن چھوڑ کر دوسرے شہر حلوان کو بھاگ گیا، اور مدائن پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا،

وہاں داخل ہو کر مسلمانوں نے سب سے پہلے شہنشاہِ ایران کسریٰ کے محل میں شکرانہ کی نماز پڑھی، پھر باقاعدہ جمعہ کی نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر حضرت سعدؓ نے فوجوں کو حکم دیا کہ محل کا سب سامان ایک جگہ اکھٹا کرو اور شہر کے لوگوں کو بالکل کچھ نہ کہو،

اس محل میں کروڑوں روپے کا سامان تھا، جب سب سامان جمع ہوا تو لوگوں کی آنکھیں کھل گئیں، اور حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر ہے کہ میری فوج کے سپاہی ایمان دار ہیں، کہ کوئی چیز خود نہیں لی، اور سب سامان جمع کر دیا،

اس سامان میں ایک سونے کا گھوڑا تھا، اس پر چاندی کا زین کسا ہوا تھا، اور اس کے سینہ پر ہیرے جواہرات جڑے ہوئے تھے، اور ایک چاندی کا اونٹ تھا اس پر سونے کا پالان پڑا ہوا تھا، اور اس کی مُہار میں ہیرے پڑے ہوئے تھے، اور ایک بہت بڑا قالین تھا، وہ سونے کے تاروں سے بُنا ہوا تھا، اس پر زمرد کی گھاس بنا کر لگائی گئی تھی، اور سونے اور چاندی کے بنے ہوئے درخت لگے ہوئے تھے، اور ہیرے جواہرات کے پھل لگے ہوئے تھے، اس قالین کا نام "فرش بہار" تھا، اس پر ایران کے بادشاہ بیٹھکر شراب پیا کرتے تھے،

حضرت سعدؓ نے بہت سا مال و دولت فوجوں کو تقسیم کر دیا، اور سب مال کا پانچواں حصہ امیرالمؤمنینؓ کے پاس بھیج دیا، جب سامان وہاں پہنچا، تو سب لوگ بہت حیران ہوئے، اور امیرالمؤمنینؓ نے بھی حضرت سعدؓ کی طرح اپنی فوج کی ایمان داری پر اللہ کا شکر ادا کیا،

پھر امیرالمؤمنینؓ نے سب مال و دولت مسلمانوں کو تقسیم کر دیا، اور "فرش بہار" کے متعلق صحابہؓ سے مشورہ کیا، سب نے کہا کہ اسے بیت المال میں یادگار کے طور پر رکھ لیا جائے، مگر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں،

یہ مسلمانوں کا حق ہے، اسے بیت المال میں محفوظ نہ رکھا جائے، چنانچہ اُسے ٹکڑے ٹکڑے کر کے سب مسلمانوں کو تقسیم کر دیا گیا،

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر مسلمانوں کے علاوہ کوئی قوم ہوتی تو عام لوگوں کو کوئی چیز دیکھنے کو بھی نہ ملتی، اور سب سامان بادشاہ اور وزیر لوگ آپس میں تقسیم کر لیتے، مگر اسلامی سلطنت اور پھر سچے مسلمانوں کی حکومت میں مال و دولت کی کوئی قدر نہیں ہوتی ؛

سوالات

۱۔ مدائن کس شہر کا نام تھا، اور وہاں سے کیا کیا سامان ملا ؟

۲۔ اس جملہ کا مطلب بتاؤ کہ "دَم کے دَم میں پار اُتر گئے"

معنی بتاؤ

تکان ، محفوظ ، مصنوعی ، محاصرہ

عراق کے دوسرے شہروں پر قبضہ

جرأت ، مستحکم ، خوں ریز

مدائن کے فتح ہو جانے کے بعد ایرانیوں نے ایک شہر "جلولاء" میں پناہ لی، اور یہاں بہت سی فوج جمع کر کے پھر لڑنے کے لئے تیار ہوئے، یہ شہر بہت بڑا اور مستحکم تھا، یہاں بہت سی ایرانی فوجیں جمع تھیں، اور بادشاہِ ایران یزدگرد برابر فوجیں بھیجے جا رہا تھا،

حضرت عمرؓ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے اسلامی سپہ سالار حضرت سعدؓ کو حکم بھیجا کہ ہاشم اور قعقاع کو جلولاء بھیج دو، یہ دونوں بہادر سپہ سالار بارہ ہزار مجاہدین کو لے کر جلولاء پہنچے، اور اسے کئی مہینوں کی لڑائی کے بعد فتح کر لیا، جلولاء کے بعد ایرانی شہر حلوان میں بھاگ گئے، قعقاع نے حلوان پہنچ کر وہاں بھی قبضہ کر لیا، اور منادی کرا دی کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں گے یا جزیہ دیں گے انھیں کوئی کچھ نہ کہے گا، اس سے بہت سے بڑے بڑے لوگ مسلمان ہو گئے،

یہ شہر عراق کا آخری شہر تھا، اس کے فتح ہونے کے بعد پورے صوبۂ عراق پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا، حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ اب ایرانیوں سے لڑائی

نہ ہو، مگر ایرانیوں نے پھر دوسرے صوبہ جزیرہ میں اپنی فوجیں جمع کرکے تیاری شروع کی، اور جزیرہ کے ایک بہت بڑے شہر تکریت میں جمع ہوئے،

حضرت سعدؓ نے یہ سب حال امیر المؤمنینؓ کو لکھ بھیجا، اس پر وہاں سے حکم آیا کہ عبد اللہ بن غنمؓ کو وہاں بھیجدو، حضرت سعدؓ نے عبد اللہ بن غنمؓ کو سپہ سالار مقرر کرکے ۱۶ھ میں پانچ ہزار مجاہدین وہاں روانہ کئے، انھوں نے کئی دن کی لڑائی کے بعد تکریت پر قبضہ کرلیا، مگر ابھی پورے صوبہ جزیرہ پر قبضہ نہیں ہوا،

پھر ۱۷ھ میں ایک سال بعد امیر المؤمنینؓ نے عیاض بن غنمؓ کو صوبہ جزیرہ فتح کرنے کے لئے بھیجا، انھوں نے چند ہی دنوں میں پورے جزیرہ پر قبضہ کرلیا،

اس کے بعد ایران کے تیسرے صوبہ خوزستان کے سب سے بڑے شہر اہواز کو فتح کرلیا، مگر تھوڑے دنوں کے بعد اہواز کے لوگوں نے بغاوت کردی، مگر اس مرتبہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے پھر انھیں شکست دے کر قبضہ کرلیا، اور پھر دوسرے شہروں کی طرف بڑھے، اور آخر ایرانی فوجوں کا سپہ سالار ہرمزان گرفتار ہوکر امیر المؤمنینؓ کی خدمت میں لایا گیا، امیر المؤمنین نے اس سے پوچھا کہ تم نے کئی مرتبہ بغاوت کی ہے، اب بتاؤ تمھاری کیا سزا ہے؟ اس نے کہا میں ذرا پانی پی لوں، پھر بتاؤں گا، آپ نے پانی منگوایا، مگر جب وہ پانی پینے لگا تو اس کا بدن کانپنے لگا، اور پانی منھ سے ہٹا لیا،

حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ پیتے کیوں نہیں؟ اس نے کہا، مجھے ڈر لگتا ہے کہ

میں پانی پیوں اور آپ مجھے قتل کرا دیں،

اس پر آپ نے فرمایا کہ جب تک تم یہ پانی نہ پی لوگے اُس وقت تک تمھیں کوئی قتل نہیں کرے گا، یہ سُنکر اس نے وہ پانی پھینک دیا، اور کہا کہ آپ نے کہا ہے کہ جب تک یہ پانی نہ پی لوگے تب تک تمہیں کوئی قتل نہ کرے گا، تو اب وہ پانی میں نے پھینک دیا ہے، اب آپ مجھے قتل نہیں کر سکتے، پھر وہ مسلمان ہوگیا،

اس کے بعد خوزستان کے دوسرے شہر بھی مسلمانوں نے فتح کر لئے، اور پورے صوبہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا، ایرانی سمجھتے تھے کہ صرف صوبۂ عراق پر قبضہ کر کے مسلمان بے فکر ہو جائیں گے، پھر ہم ان سے لڑ کر انھیں ختم کر ڈالیں گے، مگر جب پورا جزیرہ اور صوبۂ خوزستان ان دونوں پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا، تو ایرانیوں نے یزدگرد سے کہا کہ وہ جنگ کا سامان پوری طاقت سے کرے،

یزدگرد نے شہر مَرو کو اپنا دار السلطنت بنا کر از سرِ نو حکومت کا ٹھاٹھ بنایا، اور تمام ایران سے فوجیں جمع کر کے ڈیڑھ لاکھ آدمیوں کی فوج مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے روانہ کی،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نعمان بن مُقرن کو سپہ سالار بنا کر تیس ہزار مجاہدین کی فوج مقابلہ کے لئے روانہ کی، شہر نہاوند کے قریب مقابلہ ہوا، اور بہت زبردست تاریخی لڑائی ہوئی،

جنگِ قادسیہ کی طرح اس لڑائی میں بھی مسلمانوں کو بڑی جرأت اور بہادری دکھلانے کا موقع ملا، اور خون بہنے کی وجہ سے گھوڑے

میدان میں پھسل پھسل کر گرنے لگے،

اسلامی سپہ سالار نعمانؓ زخم کھا کر گھوڑے سے گرے تو اُن کے بھائی نعیمؓ نے عَلَم ہاتھ میں لیا، اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی، اور اللہ میاں نے اس جنگ میں بھی مسلمانوں کو شاندار فتح دی، فتح کے بعد لوگ سپہ سالار نعمانؓ کے پاس آئے، اُن میں کچھ کچھ جان باقی تھی، آنکھ کھول کر پوچھا کہ کیا ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ مسلمان جیت گئے، تو فرمایا، الحمدللہ، پھر فوراً انتقال ہوگیا،

حضرت عمرؓ کو جب فتح کی خبر ہوئی تو بیحد خوش ہوئے، مگر نعمانؓ کی شہادت کا حال سُنکر بہت روئے، اس جنگ میں تیس ہزار ایرانی قتل ہوئے، اور اُن کی طاقت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگئی ؛

سوالات

۱۔ نہاوند کی لڑائی میں کتنے ایرانی تھے؟

۲۔ مدائن کے بعد کن کن جگہوں پر مسلمانوں نے قبضہ کیا؟

مسلمانوں کا ہندوستان میں داخلہ

لشکرکشی ، متعینہ ، مطیع ، مجوسیوں ، سرحد،

نہاوند کی فتح کے بعد ایرانی چین سے نہیں بیٹھ سکتے تھے، اور جب موقع پاتے مسلمانوں پر حملہ کرتے، یہ سوچ کر حضرت عمرؓ نے پورے ایران پر لشکرکشی کا حکم دیا، اور سات عَلَم تیار کر کے سات سپہ سالاروں کو دے کر ایران کے مختلف صوبوں میں روانہ کیا، اور ۲۱ھ میں سب سپہ سالار اپنے متعلقہ صوبوں کی طرف روانہ ہو گئے،

سب سے پہلے اِصفہان میں عبداللہ بن عبداللہ نے فوج کشی کی، اور ایک ہی دن میں اِصفہان فتح کیا، اس کے بعد نعیم بن مُقرن نے ۲۲ھ میں مقام رَے فتح کیا، یہاں مدائن کے برابر مال و دولت ہاتھ آیا، جو بارگاہِ خلافت میں روانہ کر دیا گیا،

اس کے بعد اسلامی فوجیں طبرستان کی طرف بڑھیں، وہاں کے باشندوں نے خود ہی مسلمانوں کی اطاعت قبول کر لی، مگر صوبہ کے حاکم زرنان نے لڑائی کی تدبیریں کیں، زرنان شہر جرجان میں رہتا تھا، جب اسلامی فوجیں جرجان تک پہنچیں تو وہ بھی مطیع ہو گیا، اور پورے طبرستان پر

قبضہ ہوگیا، اس کے بعد صوبہ آذربائیجان پر مسلمانوں نے چڑھائی کی، مگر وہاں معمولی سی جنگ کے بعد بکر بن عبداللہ اور عتبہ نے آذربائیجان پر ۲۲ھ میں قبضہ کرلیا،

عبدالرحمٰن اور سراقہ بن عمرؓ نے ادھر آرمینیہ پر لشکر کشی کی، وہاں کے حاکم شہریار نے کہا کہ میں آپ کا غلام ہوں، اور ہمیشہ آپ کے ساتھ جنگ میں شریک رہوں گا، مگر مجھ سے جزیہ نہ لیا جائے، عبدالرحمٰن نے کہا کہ ہم یہ درخواست امیرالمؤمنینؓ کے پاس بھیجتے ہیں، جیسا وہ چاہیں گے حکم لکھ دیں گے،

چنانچہ شہریار کی درخواست امیرالمؤمنینؓ کے پاس بھیجی گئی، آپ نے اس پر حکم دیدیا کہ جزیہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ہمارے ساتھ جنگ میں شریک نہیں ہوتے، اگر شہریار جنگ میں شریک ہونے کا وعدہ کرتا ہے تو اسے جزیہ معاف کیا جاتا ہے،

اس طرح آرمینیہ پر قبضہ ہوگیا، اس کے بعد ایران کے دوسرے مقامات فتح ہوتے رہے، اور آخر میں ایران کا آخری صوبہ سیستان بھی عاصم بن عمرؓ کے ہاتھوں سے فتح ہوگیا، اب پورے ایران پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا،

اس کے بعد ایران کی سرحد ختم ہوکر ہندوستان کا علاقہ شروع ہوتا ہے، سیستان کے بعد حکم بن عمرؓ نے ہندوستان کے علاقہ مکران پر چڑھائی کی، مکران کے راجہ راسل نے سندھ کے راجہ سے مدد لے کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور شکست کھائی، اس طرح ۲۳ھ کے آخر میں مسلمانوں کا مکران پر قبضہ ہوگیا، مکران پہلے ہندوستان کی ایک ریاست تھا، اب وہ پاکستان میں شامل

ہوگیا ہے،

حضرت عمرؓ کو جب مکران کی فتح کا حال معلوم ہوا، تو آپ نے وہاں کی حالت پوچھی تو قاصد نے کہا کہ بہت خراب مُلک ہے، اس لئے حضرت عمرؓ نے حکم بھیج دیا کہ اب فوجیں آگے نہ بڑھیں،

ایران کا بادشاہ یزدگرد اِدھر اُدھر بھاگتا پھرتا تھا، اس سے ایرانیوں نے کہا کہ آپ مسلمانوں سے صلح کر کے اُن کے ساتھ رہیں، تو اچھا ہے، مگر وہ نہ مانا اور آخر برباد ہو کر ترکستان چلا گیا،

حضرت عمرؓ کو جب فتح ایران کی خبر ہوئی تو انھوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور سب مسلمانوں کے سامنے تقریر فرمائی، کہ آج مجوسیوں کی سلطنت برباد ہوگئی، اور پوری زمین ایران کا ایک چپہ بھی باقی نہیں رہا، اللہ نے اُن کے مُلک اور مال و دولت کا مالک تمھیں بنا دیا ہے، تاکہ وہ تمھیں آزمائے، تم اپنی حالت نہ بدلنا، ورنہ خدا تمھیں بھی اس طرح برباد کر دے گا۔

سوالات

۱۔ ایران کس سنہ اور کس کے زمانہ میں فتح ہوا؟

۲۔ حضرت عمرؓ کی تقریر کا مطلب بیان کرو؟

۳۔ مسلمان ہندوستان میں سب سے پہلے کہاں اور کب آئے؟

فتحِ شام

کمندِ ، فصیل ، شہرپناہ ، صلیب

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حالات میں گزر چکا ہے کہ ملکِ شام پر مسلمانوں کی لشکرکشی جاری تھی کہ خلیفۃ المؤمنین حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوگیا، اور حضرت عمرؓ امیرالمؤمنین بنائے گئے،

ملکِ شام عیسائیوں کا ملک تھا، وہاں کے مشہور شہر دمشق پر حضرت ابوبکرؓ کے زمانے ہی میں چڑھائی کی گئی تھی، اور آپ کی وفات کے بعد امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں ۱۴ھ میں فتح ہوگیا،

دمشق والے شہر میں بند ہوگئے تھے اور سب دروازے بند کرلئے تھے یہ دیکھکر ابوعبیدہؓ نے شہر کے الگ الگ دروازوں پر ایک ایک سپہ سالار اور فوجیں مقرر کردیں، ایک دروازہ پر حضرت خالد بن ولیدؓ مقرر تھے،

حضرت خالدؓ رات میں نہیں سوتے تھے، اور سوچا کرتے تھے کہ کسی طرح دمشق فتح ہوجائے، ایک دن رات کو آپ کو پتہ چلا کہ دمشق کے سب سے بڑے پادری کے یہاں بچہ پیدا ہوا ہے، اور سب عیسائی اس کی خوشی منارہے ہیں، بس آپ نے فوراً کمند لگاکر شہر پناہ کی فصیل پر چڑھ کر بہت سے مجاہدین

کو اوپر چڑھا لیا، اور نیچے اُتر کر دربانوں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا، پھر سب مسلمان فوج اندر داخل ہو گئی، اور شہر میں قبضہ شروع کر دیا،

یہ دیکھ کر عیسائیوں نے چالاکی کی، اور جدھر حضرت ابو عُبیدہ رضی اللہ عنہ تھے اُدھر کا دروازہ خود ہی کھول کر اُن کے پاس گئے، اور کہا کہ ہم جزیہ دیں گے۔ ہم سے صُلح کر لو،

حضرت ابو عُبیدہ رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ حضرت خالد سیف اللہ رضی اللہ عنہ نے فتح کر لیا ہے، انھوں نے صُلح کر لی، اور وہ اُدھر سے اطمینان سے شہر میں داخل ہوئے تو پتہ چلا کہ حضرت خالد سیف اللہ نے دمشق فتح کر لیا ہے،

مگر اب تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ صُلح کر چکے تھے، اس لئے پورے دمشق میں صُلح کی شرطیں مان لی گئیں، اور نہ مالِ غنیمت لیا گیا، اور نہ کسی کو قید کیا گیا،

دمشق کی فتح کے بعد عیسائیوں نے بیسان میں فوجیں جمع کیں، اور مسلمانوں نے اُن کے سامنے فحل میں فوجیں جمع کیں، اور پہلے عیسائیوں نے صُلح کی گفتگو کر کے جنگ کو ٹالنا چاہا، مگر کوئی بات طے نہ ہوئی، اور جنگ شروع ہو گئی،

حضرت خالد رضی اللہ عنہ چونکہ بہت بہادری سے لڑ رہے تھے، اس لئے اُن پر عیسائیوں کے ایک پورے سوار دستہ نے حملہ کیا، وہ برابر پیچھے ہٹتے چلے گئے، اور جب دیکھا کہ اب یہ دستہ اپنی فوج سے کافی دُور نکل آیا ہے، تو ایک بارگی حضرت سیف اللہ رضی اللہ عنہ بجلی کی طرح ٹوٹ پڑے، اور صفیں اُلٹ کر

رکھ دیں، بہت سے بڑے بڑے افسر مار ڈالے، اور آخر بیسان بھی فتح کرلیا، اور پھر اعلان کر دیا کہ سب کی جان، مال، زمینیں اور جائدادیں محفوظ ہیں، صرف مسجد بنانے کے لئے تھوڑی سی زمین لیں گے، اور اس کی قیمت دیدیں گے،

اب شام کے تین بڑے بڑے شہر اور رہ گئے تھے، ایک حمص دوسرا بیت المقدس اور تیسرا انطاکیہ مسلمان سب سے پہلے حمص کی طرف بڑھے، شہر والوں نے یہاں بھی شہر پناہ کے دروازے اندر سے بند کرلئے، مسلمان کئی مہینے محاصرہ کئے پڑے رہے، اور آخر شہر والوں نے عاجز آکر ۱۴ھ میں شہر حمص مسلمانوں کے حوالے کر دیا،

روم کا بادشاہ ہرقل انطاکیہ میں رہتا تھا، جب یہاں سے عیسائی شکست کھا کر بھاگے تو انھوں نے جاکر ہرقل کے دربار میں فریاد کی کہ مسلمانوں نے ہمیں برباد کر دیا ہے،

اس نے کہا کہ آخر عرب والوں کے پاس سامان بھی کم ہے، آدمی بھی کم ہیں پھر وہ کیوں تمھیں شکست دیدیتے ہیں؟ اس پر ایک عیسائی نے کہا کہ حضور وہ رات بھر اللہ کا ذکر کرتے ہیں، دن بھر روزہ رکھتے ہیں، اللہ کے لئے لڑتے ہیں، اس لئے اللہ اُن کی مدد کرتا ہے، کسی پر ظلم نہیں کرتے، آپس میں سب برابری سے رہتے ہیں،

پھر ہرقل نے بہت زوروں سے لڑائی کی تیاری کی، اور دو لاکھ عیسائیوں کی فوج جمع کرلی، مسلمانوں کو اس کی خبر ملی تو انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ کسی نے کہا کہ ہم حمص سے باہر نکل کر حملہ آور ہوں،

کسی نے کہا کہ ہم بھی انتظار کریں کہ امیر المؤمنینؓ ہماری مدد کے لئے فوجیں بھیجیں، آخر میں یہ بات ٹھیری کہ حمص چھوڑ کر دمشق چلے چلیں، وہاں حضرت خالد سیف اللہؓ موجود ہیں، دوسرے وہاں سے عرب قریب ہے، یہ بات طے ہوئی تو حضرت ابو عبیدہؓ نے حمص والوں سے جو رقم جزیہ کی لی تھی سب واپس کر دی، کہ یہ رقم اس لئے لی گئی تھی کہ ہم تمھاری حفاظت کریں گے، مگر اب ہم چھوڑ کر جارہے ہیں، اس لئے تمھاری رقم تمھیں واپس کرتے ہیں، یہ رقم کئی لاکھ روپے کے برابر تھی،

عیسائیوں نے رو رو کر مسلمانوں کو رخصت کیا، اور کہا کہ خدا کرے تم لوگ پھر یہاں آؤ، حضرت ابو عبیدہؓ دمشق آگئے، اور یہاں دوسری جگہوں کے مسلمان بھی آکر جمع ہوئے، پھر حضرت ابو عبیدہؓ نے حضرت عمرؓ کو ان حالات کی خبر بھیجدی، حضرت عمرؓ نے بھی مدد کے لئے تھوڑی سی فوج مدینہ سے بھیجدی،

عیسائیوں کے جوش کا یہ حال تھا کہ بچہ بچہ مسلمانوں کو برباد کر ڈالنے کی قسم کھائے ہوئے تھا، اور بڑے بڑے راہب اور پادری فوجوں کو صلیب دکھا دکھا کر جوش دلاتے تھے،

آخر ۱۵ھ میں بہت زبردست اور خوں ریز جنگ ہوئی، حضرت خالد سیف اللہؓ اس جنگ میں بڑی بہادری سے لڑے، اور آخر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی، اس جنگ کو "معرکہ اجنادین" کہتے ہیں، اس جنگ میں عیسائیوں کے ایک لاکھ سے زیادہ آدمی مارے گئے، اور مسلمان تین ہزار

شہید ہوئے،

اس معرکہ کے بعد رومیوں کی طاقت بہت کم ہوگئی، اور وہ ہمیشہ کے لئے کمزور ہوگئے،

ہرقل روم کو جس وقت اس جنگ میں شکست کی خبر ملی تو وہ قسطنطنیہ چلا گیا، اور ہمیشہ کے لئے شام سے رخصت ہوگیا،

اس جنگ کے بعد ہی حضرت ابو عبیدہؓ نے ۱۵ھ میں روم کا دارالسلطنت انطاکیہ بھی فتح کرلیا۔

سوالات

۱۔ دمشق کس نے فتح کیا؟

۲۔ اس سبق میں تم نے کون کون سے شہروں کی فتح کا حال پڑھا؟ تفصیل بیان کرو؟

بیت المقدس اور مصر کی فتح

متبرک ، باجگذار ، گرجا ، مشرق مغرب

فلسطین پر حضرت عمرو بن عاصؓ پہلے ہی چڑھائی کر چکے تھے ، مگر بیت المقدس جو فلسطین میں مسلمان اور عیسائیوں دونوں کا بہت متبرک اور مشہور شہر ہے نہیں فتح ہوا تھا، حضرت عمرو بن عاصؓ نے اجنادین کی جنگ کے بعد بیت المقدس کو گھیر لیا،

یہاں کے عیسائی پہلے سُن چکے تھے کہ جس شہر کو مسلمانوں نے فتح کیا وہاں کسی کو تکلیف نہیں دی، اور انھوں نے سوچا کہ چونکہ یہ شہر مسلمانوں کے لئے بھی مقدس ہے، اس لئے ان لوگوں نے عمرو بن عاصؓ سے کہا کہ اگر امیر المؤمنینؓ خود آکر ہمیں امن کا معاہدہ لکھ دیں تو ہم شہر چھوڑ دیں گے،

عمرو بن عاصؓ نے امیر المؤمنینؓ کو یہ حال لکھا، اس پر امیر المؤمنینؓ نے حضرت علیؓ کو اپنا نائب بنا کر بیت المقدس کا ارادہ کیا، اور شام کے سب سرداروں کو لکھ دیا کہ مقامِ جابیہ میں مجھ سے آکر ملو،

امیر المؤمنین معمولی کپڑے پہنے ہوئے ایک معمولی گھوڑے پر سوار تھے اور چند صحابہؓ آپ کے ساتھ تھے، کوئی لشکر اور کوئی ساز و سامان نہیں تھا،

جب جابیہ پہنچے تو حضرت خالد بن ولیدؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ اور دوسرے افسروں نے ان کا استقبال کیا، امیر المؤمنینؓ نے دیکھا کہ مسلمان عمدہ کپڑے پہنے ہوئے ہیں، یہ دیکھکر امیر المؤمنینؓ کو بہت غصہ آیا، اور زمین سے کنکریاں اٹھا کر ان افسروں کو مار کر کہا کہ تم لوگ اتنی جلدی عیش وعشرت میں پڑ گئے، افسروں نے اپنے کپڑے ہٹا کر دکھلائے تو کپڑوں کے نیچے تلواریں اور دوسرے ہتھیار بدن پر سجے ہوئے تھے،

اس پر امیر المؤمنینؓ نے انھیں معاف کر دیا، پھر سب لوگوں کو جمع کر کے بیت المقدس کے عیسائیوں کے لئے امن کا معاہدہ لکھا گیا، اور اس میں لکھا گیا کہ: خدا کے غلام عمرؓ کی طرف سے بیت المقدس کے عیسائیوں کو امن دیا گیا، اور نہ کسی گرجا کو کوئی نقصان پہنچے گا، نہ کسی شخص کو کوئی ستائے گا، نہ اُن کے مذہب میں کوئی دخل دے گا، نہ اُن کے مال و دولت کو کوئی ہاتھ لگائے گا یہ معاہدہ اُس وقت تک ہی جب تک یہ لوگ مسلمانوں کو جزیہ دیتے رہیں گے، جب یہ جزیہ بند کر دیں گے تو یہ معاہدہ بھی ختم ہو جائے گا،

اس معاہدہ کے بعد امیر المؤمنینؓ بیت المقدس میں داخل ہوئے، پُرانے اور پیوند لگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے پیدل شہر میں داخل ہوئے، مسلمانوں نے چاہا کہ بڑھیا گھوڑے پر سوار ہو کر اور بڑھیا لباس پہنکر شہر میں جائیں، اس لئے انھوں نے بڑھیا بڑھیا سامان پیش کیا، مگر مشرق سے لے کر مغرب تک کے بادشاہ، عرب، روم، ایران، مکران کے عظیم الشان فرماں روا نے کہا کہ مجھے اسلام کی عزت بہت کافی ہے، بیت المقدس میں جا کر سب سے پہلے آپ نے

نماز پڑھی، پھر کئی دن تک وہاں ٹھہر کر ایک مسجد کی بنیاد ڈالی، اور پھر واپس چلے آئے، یہ سفر ۱۶ھ میں ہوا،

اس کے بعد ۱۷ھ میں آپ پھر شام کے سفر کے لئے تیار ہوئے، مگر درمیان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ شام میں بہت طاعون پھیلا ہوا ہے، صحابہؓ نے آپ کو جانے سے منع کیا، اس پر آپ لوٹ آئے، اس سال طاعون میں پچیس ہزار مسلمانوں کا انتقال ہوگیا، اور حضرت ابوعبیدہؓ، معاذ بن جبلؓ اور بہت بڑے بڑے صحابی اور سرداروں کا طاعون میں انتقال ہوگیا،

طاعون کے ختم ہونے کے بعد حضرت عمرؓ نے دوبارہ شام کا سفر کیا، اور وہاں کا انتظام مکمل کیا، اس کی وجہ سے ۲ سال تک مسلمانوں کی فتوحات رُکی رہیں،

حضرت عَمرو بن عاصؓ مسلمان ہونے سے پہلے تجارت کے لئے مصر جایا کرتے تھے، وہ مُلک انھیں بے حد پسند تھا، جب مسلمانوں کو اطمینان ہوا تو ۲۰ھ میں عَمرو بن عاصؓ نے امیر المؤمنینؓ سے عرض کیا کہ حکم ہو تو مصر بھی فتح کیا جائے، کیونکہ وہ رومیوں کے ماتحت ہے، اس لئے اندیشہ ہے کہ رُومی عیسائی پھر سر نہ اٹھائیں،

امیر المؤمنین نے چار ہزار مجاہدین کے ساتھ انھیں مصر روانہ کیا، مصر کا بادشاہ مقوقس تھا، اور وہ ہرقل رُوم کے ماتحت تھا، اس نے سُنا تو قلعہ میں بند ہو کر لڑائی کی تیاری کرنے لگا،

حضرت عَمرو بن عاصؓ نے امیر المؤمنینؓ کو خط لکھا اور مدد طلب کی،

امیر المؤمنینؓ نے دس ہزار مجاہدین مدد کے لئے روانہ فرمائے، اس فوج میں بڑے بڑے افسر تھے، جب یہ فوج مصر پہنچی تو عمرو بن عاصؓ نے زبیر بن عوامؓ کو فوج کا افسر بنایا،

سات مہینے تک قلعہ کا محاصرہ جاری رہا، آخر ایک دن حضرت زبیر ابن عوامؓ قلعہ کی دیوار پر چڑھ گئے، اور بہت سے صحابہؓ کو چڑھالیا، پھر سب نے مل کر نعرہ لگایا، عیسائی سمجھے کہ مسلمان گھس آئے، اور دروازہ چھوڑ کر بھاگے، اُن کے بھاگتے ہی مسلمانوں نے نیچے اُتر کر دروازہ کھول دیا، اور مسلمان فوج قلعہ میں گھس گئی،

یہ دیکھکر مقوقس نے امن طلب کیا، حضرت زبیرؓ نے امن دیدیا، اور بغیر لڑائی اور خوں ریزی کے مصر فتح ہو گیا،

جب مصر کی فتح کا حال ہرقل کو معلوم ہوا تو وہ بہت خفا ہوا، اور اس نے مقوقس کو خط لکھا کہ میں فوجیں بھیج رہا ہوں، لڑائی کی تیاری کرو،

مگر مقوقس نے حضرت زبیرؓ سے کہا کہ:

"میں لڑنا نہیں چاہتا، رومی فوج آرہی ہے، میں اس کے ساتھ رہوں گا، اور جنگ کے درمیان میں بھاگ جاؤں گا، مگر تم میری قوم قبطیوں کو جو مصر کی باشندہ ہے، اُسے کچھ نہ کہنا، صرف رومیوں کو قتل کرنا،"

چنانچہ رومی فوجیں اسکندریہ میں جمع ہوئیں، اور مسلمانوں سے

بہت سخت جنگ ہوئی،

آخر اللہ تعالیٰ نے سن ۲۱ھ میں اسکندریہ پر بھی فتح نصیب فرمائی، اور پورے مصر، عراق، ایران، شام، فلسطین اور مکران اور روم پر اسلامی پرچم لہرانے لگا:

سوالات

۱۔ مصر اور بیت المقدس کس سنہ میں فتح ہوئے؟

۲۔ حضرت عمرؓ کس سنہ میں شام تشریف لائے؟ اور کیا معاہدہ لکھا؟

۳۔ امیر المؤمنینؓ نے بیت المقدس کی فتح پر کیا اعلان کیا؟

حضرت عمرؓ کی شہادت

مصلّٰی ، خودکشی ، بدبخت ،

مدینہ میں ایک پارسی تھا، اس کا نام فیروز تھا، یہ شخص حضرت مُغیرہ بن شعبہؓ کا غلام تھا، اور لوہار، بڑھئی کا کام کرتا تھا، مُغیرہ بن شعبہؓ اس سے محصول لیا کرتے تھے،

ایک دن یہ حضرت امیرالمؤمنین عمرؓ کے پاس آیا، اور کہا کہ میرے آقا نے میرے اوپر بہت زیادہ محصول لگا رکھا ہے، آپ اُسے کم کرادیجئے، امیرالمؤمنینؓ نے فرمایا کہ تم لوہار بڑھئی کا کام کرتے ہو، یہ محصول تمھارے اوپر زیادہ نہیں ہے، یہ سُنکر فیروز دل ہی دل میں غصّہ سے جل گیا، مگر مُنہ سے کچھ نہ بولا، اور واپس چلا گیا، دوسرے دن جب حضرت عمرؓ فجر کی نماز پڑھنے تشریف لے گئے تو وہ بھی خنجر لے کر مسجد کے پاس چھُپ گیا، اور جب امیرالمؤمنینؓ نماز پڑھانے کے لئے مصلّے پر پہنچے تو بدبخت فیروز نے ایک دم سے چھ وار کئے، اور ایک خنجر پیٹ میں مارا، امیرالمؤمنینؓ زخم کھا کر فوراً گرے، اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو نماز پڑھانے کے حکم دیا،

لوگوں نے فوراً فیروز کو پکڑ لیا، مگر اس نے فوراً اپنے بھی خنجر مار کر خودکشی

کرلی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے نماز پڑھائی، اور حضرت عمرؓ خون میں نہائے ہوئے فرش پر پڑے رہے،

نماز کے بعد لوگ آپ کو گھرلے گئے، وہاں پہنچ کر حکیم کو بلایا گیا، حکیم نے دَوا پلائی، اور دُودھ پلایا، مگر پیٹ میں جو زخم لگا تھا وہ سب دودھ اور دوا اسی زخم سے بہہ کر نکل گیا، یہ دیکھ کر لوگوں کو یقین ہو گیا کہ اب آپ نہ بچیں گے،

پھر حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے کہا کہ میرا قرضہ اُتار دینا، اور مسلمانوں کو نصیحت کی، اور اپنے بیٹے عبداللہ بن عمرؓ سے فرمایا کہ حضرت عائشہ رضؓ سے کہو کہ عمرؓ سلام کہتا ہے، اور کہتا ہے کہ اگر آپ اجازت دیں تو اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں دفن کر دیا جائے،

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ وہ جگہ میں نے اپنے لئے رکھی تھی، مگر حضرت عمرؓ کے لئے اجازت دیتی ہوں، یہ سُنکر آپ نے اللہ کا شکر ادا کیا، اور کہا کہ میری سب سے بڑی آرزو یہی تھی،

اس کے بعد آپ کو یہ فکر ہوا کہ میں اپنے بعد کسی کو جانشین مقرر کردوں، اس فکر میں آپ بہت پریشان ہوئے، اور کئی مرتبہ کہا کہ افسوس میرے بعد کوئی میرا جانشین نظر نہیں آتا، اخیر وقت میں آپ نے چھ صحابۂ کرامؓ کا نام لیا، اور فرمایا کہ اُن میں سے کسی کو عام مسلمانوں کے فیصلہ سے منتخب کرلیا جائے، اور جو شخص خلیفہ ہو وہ غیر مسلموں کا بے حد خیال رکھے، اور انھیں کوئی تکلیف نہ ہونے دے اور تمام رعایا کے آرام کا خیال رکھے،

آخر کار زخمی ہونے کے تین دن بعد یہ جلیل القدر اور عظیم الشان شہنشاہ

دونوں جہان کے اصلی بادشاہ اور اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے، اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

محرم کی پہلی تاریخ میں شنبہ کے دن دفن کئے گئے، آپ کُل ساڑھے دس برس تک خلیفہ رہے۔

سوالات

۱- فیروز کون تھا؟ اور اس نے کیوں قتل کیا؟

۲- حضرت عمرؓ نے کیا نصیحتیں کیں؟

معانی بتاؤ

متبرک ، باجگذار ، مصلّٰی ، خودکشی

نظامِ حکومت

قلیل ، پروانہ ، تابندہ ، نظام

تمھیں معلوم ہوچکا ہے کہ حضرت عمرؓ نے ساڑھے دس برس کی قلیل مدت میں عراق و شام، ایران اور روم یہاں تک کہ ہندوستان تک فتح کرلیا تھا،
جب یہ ممالک فتح ہوگئے تو ہر مُلک میں چھوٹے چھوٹے صوبے بنادیئے گئے، اور ہر صوبہ پر الگ الگ گورنر مقرر کردیئے گئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں بھی صوبہ کے الگ الگ گورنر ہوتے تھے، مگر اس زمانہ میں ایک ہی گورنر سب کام انجام دیا کرتے تھے،

حضرت عمرؓ نے ہر ایک کام کے لئے الگ الگ افسر مقرر کردیئے تھے، اور ہر گورنر کے نیچے فوج کے افسر الگ ہوتے تھے اور عدالت کے افسر الگ ہوتے تھے، اسی طرح کئی کئی افسر مقرر ہوتے تھے

جب کوئی گورنر ہوتا تھا تو اس کو ایک پروانہ دیتے تھے، جس میں اس کے فرائض لکھے ہوتے تھے، اور اُسے حکم دیتے تھے کہ کبھی چھنے ہوئے آٹے کی روٹی نہ کھانا، باریک کپڑا نہ پہننا، بڑھیا تُرکی گھوڑے پر سوار نہ ہونا، ہر صوبہ کے گورنر کو یہ حکم تھا کہ ہر سال حج کے زمانہ میں دربارِ خلافت میں حاضر ہو، تاکہ

جس کو کسی گورنر کے خلاف شکایت ہو وہ دربار میں پیش کرسکے،

حکومت کے کاموں میں مشورہ کرنے کے لئے تین مجلسیں تھیں، ایک مجلس روزمرّہ مسجدِ نبویؐ میں منعقد ہوتی تھی، اور حضرت عمرؓ روزانہ کے معاملات اس مجلس کے سامنے پیش کرتے تھے، دوسری مجلس خاص خاص صحابہؓ کی تھی، جو حضرتؓ عمرؓ کے بُلانے پر جمع ہوتی تھی، اور مجلس میں زیادہ اہم معاملات پیش ہوتے تھے، اور اگر کوئی بہت اہم معاملہ ہوتا تھا تو تمام مسلمان مسجدِ نبویؐ میں جمع کیے جاتے تھے، یہ مجلسیں جو فیصلہ کرتی تھیں اُنہی پر عمل ہوتا تھا،

آپنے پبلک کی بھلائی کے لئے بڑی بڑی نہریں بنوائیں اور مسجدیں اور سرائیں تعمیر کرائیں، بصرہ، کوفہ دو بڑے بڑے عظیم الشان شہر آباد کرائے، بصرہ میں علم بہت زیادہ پھیلا، لغت یعنی جس کتاب میں لفظوں کے معانی لکھے ہوتے ہیں اس کی کتاب سب سے پہلے بصرہ میں لکھی گئی، جس کا نام کتاب العین ہے،

تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ حضرت ابوبکرؓ کے زمانے میں لوگ تنخواہ نہیں لیتے تھے، اور بغیر تنخواہ کام کرتے تھے، مگر حضرت عمرؓ نے زبردستی سب کی تنخواہیں مقرر کیں،

بڑی بڑی فوجی چھاؤنیاں بنوائیں، کوفہ اور بصرہ بھی اصل میں فوجی چھاؤنیاں تھیں، جو بعد میں بڑے بڑے شہر بن گئے،

ان کے علاوہ بھی کئی فوجی چھاؤنیاں تھیں، جن میں فوجوں کے لئے بارگیں تھیں، اور گھوڑوں کے لئے بڑے بڑے اصطبل تھے،

حضرت عمرؓ نے مدرسے قائم کرائے، اور اُن میں قرآن شریف کی تعلیم

دلائی شروع کی، سنہ ہجری بھی حضرت عمرؓ ہی نے ایجاد فرمایا،

غیرمسلم رعایا کے حقوق کا بیحد خیال فرماتے تھے، اور اُن کو وہی حقوق حاصل تھے جو مسلمانوں کو تھے، اگر کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو ستاتا تھا تو اسے سخت سزا دی جاتی تھی، مسلمانوں سے جس طرح معاملات میں رائے لیتے تھے اسی طرح غیرمسلموں سے بھی مشورہ کرتے تھے، اس وجہ سے غیر مسلم رعایا ہمیشہ ملک کے لئے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار رہتی تھی،

آپ بیحد انصاف پسند تھے، اور کسی طرح بے انصافی گوارا نہ کرتے تھے، آپ کے انصاف کے بے شمار واقعات کتابوں میں لکھے ہیں، اور قیامت تک وہ واقعات دنیا میں چمکتے رہیں گے، اللہ نے چاہا تو جب بڑے ہوگے تو بڑی بڑی کتابوں میں سب باتیں تفصیل کے ساتھ معلوم ہوں گی (انشاء اللہ)

سوالات

۱۔ امیرالمؤمنین حضرت عمرؓ ملک کے کام سب سے پوچھ کر کرتے تھے، یا خود بخود کرتے تھے؟ اگر پوچھتے تھے تو اس کی تفصیل بتاؤ؟

۲۔ غیرمسلم رعایا کا خیال کیسا رکھتے تھے؟

۳۔ آپ نے کیا خاص کام کئے؟

حضرت عمرؓ کے فضائل،

محدّث ، جری ، متقی ، جابر

حضرت عمرؓ بیحد جری اور بہادر تھے، لوگ آپ کا نام سُنکر کانپتے تھے، آپ کا قد بہت لمبا تھا، اور بدن دوہرا تھا، اور رنگ خوب گورا تھا، آپ کے مزاج میں بہت سادگی تھی، کپڑوں میں پیوند لگے رہتے تھے، اور بالکل معمولی پھٹی ہوئی جوتی پہنتے تھے،

ایک مرتبہ آپ کی قمیص پر بارہ پیوند لگے ہوئے تھے، اور آپ اپنی پشت پر مَشک رکھے ہوئے کسی بیوہ عورت کا پانی بھرنے جارہے تھے،

ایک مرتبہ ایک بہت بڑا سردار آپ کو تلاش کرتا ہوا مدینہ آیا اور لوگوں سے آپ کا پتہ دریافت کیا، لوگوں نے بتلایا کہ مسجدِ نبویؐ میں جاکر تلاش کرو، وہ سردار مسجدِ نبویؐ میں آیا تو دیکھا کہ صرف ایک لُنگی باندھے ہوئے زمین پر لیٹے ہوئے سو رہے ہیں، وہ سردار آپ کو دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ اتنا بڑا بادشاہ جس کے نام سے بڑے بڑے بادشاہ اور سپہ سالار تھراتے ہیں اس طرح مسجد میں زمین پر پڑا ہے،

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے پہلی اُمتوں میں بہت سے محدّث

ہوتے تھے، میری اُمت میں اگر کوئی محدّث ہے تو وہ عمرؓ ہیں، ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو یقیناً حضرت عمرؓ کو نبوت ملتی،

ایک روز حضورؐ مسجد تشریف لے گئے، آپؐ کے ایک طرف حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے دوسری طرف حضرت عمرؓ تھے، آپؐ نے فرمایا کہ ہم تینوں جنت میں اسی طرح رہیں گے،

آپ کے چھ بیٹے تھے، جن کے نام یہ ہیں:۔ حضرت عبداللہؓ، حضرت عُبَیداللہؓ، حضرت عاصمؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ، حضرت زیدؓ، حضرت مُجَیرؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ بڑے پایہ کے صحابی گذرے ہیں، اور حدیث کی بڑی بڑی کتابوں میں ان کی بہت سی حدیثیں ہیں،

ایک دن حجّاج بن یوسف جو بہت ظالم بادشاہ تھا تقریر کر رہا تھا، حضرت عبداللہؓ ایک دم اُٹھ کھڑے ہوئے، اور حجّاج کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ خدا کا دشمن ہے، اس نے خدا کے دوستوں کو قتل کرایا ہے،

یہ سُنکر حجّاج نے ایک آدمی مقرر کر دیا، اس نے آپ کو ایک برچھے سے زخمی کر دیا اور آپ شہید ہو گئے،

حضرت عمرؓ کی ایک صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہؓ تھیں، جن کی شادی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئی تھی ؛

سوالات:۔ (۱) حضرت عمرؓ کا حُلیہ بتاؤ ؟

(۲) آپ کے کتنے بیٹے تھے، سب کے نام بتاؤ ؟

(۳) حضرت عمرؓ کس طرح شہید ہوئے ؟

تصانیف مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ

النفائس المرغوبۃ

اس رسالہ میں دعاؤں کا مسنون و اتباعی
طریقہ بتلایا گیا ہے جس کی مکمل منظوم وارنید و ہے
ایک صد زائد علماء نے تصدیق کی ہے، اس کتاب کا مطالعہ
سے ایک جواب حق کے شیدائی کی پرواہ
حق واضح ہو جاتا ہے
صفحات ۱۲۸ ، قیمت

اصول اسلام (عکسی)

اس رسالہ میں اسلامی عقائد نماز روزہ
زکوٰۃ، حج اور پیدائش سے لے کر مرنے کے وقت تک
کے مسائل اس پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں کہ
جو دریا بکوزہ کے مصداق ہیں
صفحات ۳۲
قیمت

تعلیم الاسلام (عکسی) مکمل

مفتی صاحب مرحوم کا مشہور زمانہ رسائل کا مجموعہ ہے
جو بہت سے اسکولوں میں داخلِ نصاب ہے،
اس کے چار حصے ہیں، چاروں حصے یک جا مجلّد، کتابت طباعت دیدہ زیب،
حصہ اوّل صفحات ۳۲، قیمت ،، حصہ دوم صفحات ۴۰، قیمت /
حصہ سوم صفحات ۹۶، قیمت ، حصہ چہارم صفحات ۱۱۲ قیمت
صفحات ہر چہار حصص ۲۸۰ ، قیمت مکمل مجلد

وعظ بے نظیر

مصنفہ مولانا ضمیر الدین صاحب حاجی مکی
یہ وعظ کی بے نظیر کتاب، فضائل ایمان اور
فضائل درود شریف و صدقات اور
معراج شریف، دیدار الٰہی، عمل صالح،
ذکر، خوف خدا، رحمت خداوندی،
اطاعت والدین وغیرہ، جلسے
دینی مواعظ کا مجموعہ تری مساجد
مجموعہ وعظ کہنے والوں کے لئے بے نظیر ہے،
صفحات ۱۲۸، قیمت

زیادہ کتب منگانے میں محصول ڈاک کم لگتا ہے،

تصانیف سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمۃ اللہ

معجزاتِ رسول ﷺ
پیغمبرِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً تین سو معجزات بڑے دلکش انداز میں، صفحات ۲۰۰
ہدیہ

صلوٰۃ وسلام
قرآن پاک اور احادیث اور بزرگانِ دین کے واقعات سے درود شریف کے فضائل، درود شریف کے مسنون الفاظ کا ذخیرہ
صفحات ۹۶
ہدیہ

موت کا جھٹکا (عکسی)
اس کتاب کے مطالعہ سے موت اور قبر کا منظر نگاہوں کے سامنے آجاتا ہے، قیمت مجلد مع پلاسٹک کور

جنت کی کنجی
جنت میں داخلہ کا راستہ بتلانیوالی احادیث کا ترجمہ

دوزخ کا کھٹکا
دوزخ سے بچنے کا طریقہ بتلانیوالی احادیث کا ترجمہ

خدا کی باتیں
تقریباً ۹۰۰ نو سو احادیث قدسیہ کا عام فہم اور دہلی کی سلیس، صاف وشستہ زبان میں ترجمہ اردو،
صفحات ۳۰۴ ہدیہ /

رسول کی باتیں
توحید، رسالت، قرآن، قیامت، عالمِ برزخ، عذابِ قبر، نکیرین کے سوالات جیسے مضامین کی اہمیت احادیث مقدسہ سے، ہدیہ

جنت کی ضمانت (عکسی)
زبان کے گناہ، مثلاً غیبت، جھوٹ، گالی، جھوٹی قسم، چغلی وغیرہ جیسے گناہوں کی مذمت پر اہم کتاب، ہدیہ،
صفحات ۹۶،

محصول ڈاک بذمہ خریدار ہوگا۔ بیرنگ خط وصول نہیں کیا جائے گا،

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ارحم امتی بامتی ابوبکر واشدہم فی امر اللہ عمر واصدقہم حیاءً عثمان واقضاہم علی

خلافتِ راشدہ (دوم)

تاریخ اسلام کا تیسرا حصہ

جس میں

حضورؐ کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنیؓ اور چوتھے خلیفہ حضرت علیؓ کی سوانح اور زمانۂ خلافت کا بیان ہے،

مرتبہ

مولانا سید فرید الوحیدی القاسمی

فہرست مضامین "خلافتِ راشدہ" حصّہ دوم

مضامین	صفحہ	مضامین	صفحہ
امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی ذی النورین رضی اللہ عنہ	۳	امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۵۲
قبولِ اسلام اور شادی	۵	حضورؐ کی صاحبزادی سے نکاح	۵۵
غزوات میں شرکت	۸	غزوات میں شرکت	۵۸
حضرت عثمانؓ کی خلافت	۱۱	حضرت علیؓ کی خلافت	۶۲
بغاوتوں پر قابو اور حاکموں کی معزولی	۱۴	حضرت عائشہؓ کی مخالفت	۶۷
طرابلس اور قبرص کی فتح	۱۷	حضرت عائشہؓ کی بصرہ کو روانگی	۷۱
طبرستان اور خراسان	۲۲	حضرت علیؓ کی بصرہ کو روانگی	۷۵
رومیوں سے جنگ اور متفرق فتوحات	۲۵	صلح کی کوشش	۷۸
مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت	۲۷	جنگِ جمل	۸۱
حضرت عثمانؓ کی مخالفت	۳۰	جنگِ صفین	۸۴
حضرت عثمانؓ کے خلاف سازش	۳۴	تحکیم	۸۹
حضرت عثمانؓ کی شہادت	۴۱	خارجی فتنہ	۹۱
حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد	۴۷	مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ	۹۳
حضرت عثمانؓ کے کارنامے	۵۰	حجاز پر امیر معاویہؓ کا قبضہ اور حضرت علیؓ کی شہادت	۹۵

تمت

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

امیرالمومنین حضرت عثمان غنی ذوالنورین رض

ذوالنورین ، ایام جاہلیت ، معزز ، علم

اس سے پہلی کتاب "خلافت راشدہ اوّل" میں خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے مفصل حالات گذر چکے ہیں،

حضرت عمر رض کی شہادت کے بعد سب مسلمانوں نے مل کر حضرت عثمان بن عفان رض کو امیرالمومنین منتخب کیا،

آپ کی کنیت ابوعبداللہ تھی اور لقب ذوالنورین تھا، جس طرح حضور ص کے خاندان کو بنو ہاشم کہتے ہیں، اسی طرح حضرت عثمان غنی رض کا خاندان بنو اُمیہ کے نام سے مشہور تھا، یہ خاندان ایام جاہلیت میں عرب میں بہت معزز اور مشہور تھا، عرب کے سب سے مشہور اور معزز قبیلہ قریش کا قومی جھنڈا "عقاب" اسی خاندان کے پاس رہتا تھا، اور بنو ہاشم کے بعد تمام عرب میں یہ خاندان بڑا سمجھا جاتا تھا،

حضرت عثمان غنی رضؓ اسی خاندان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرتِ مدینہ سے سینتالیس[۴۷] برس پہلے پیدا ہوئے تھے، آپ کی والدہ کا نام اَرْدی تھا، اور وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی پھوپھی تھیں،

بچپن ہی میں اچھی طرح تعلیم حاصل کی، اور جب جوان ہوئے تو تجارت شروع کردی، اور اپنی محنت، دیانتداری اور سچائی کی وجہ سے بہت کامیابی حاصل کی، آپ اسلام لانے سے پہلے بھی بہت سخی، سچے اور باحیا تھے، اور آپ نے کبھی بتوں کی پوجا نہیں کی، اور نہ کبھی شراب پی، اپنی دولت اور سخاوت کی وجہ سے آپ تمام مکہ میں "غنی" کے نام سے مشہور تھے، اسی لئے آج تک آپ کے نام کے ساتھ "غنی" بولا اور لکھا جاتا ہے ؏

سوالات

۱۔ آپ کا نام، لقب اور خاندان کے حالات بتاؤ ؟

۲۔ ایامِ جاہلیت کسے کہتے ہیں ؟

۳۔ بنو اُمیہ اور بنو ہاشم کا کیا مطلب ہے ؟

قبولِ اسلام اور شادی

زدوکوب ، معیت ، سعادت ، وقف ،

جب آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکّہ میں اسلام کی آواز بلند کی، تو حضرت عثمان غنی رضؓ کی عمر جو نتیس ۳۴ برس کی تھی، آپ سے اور خلیفۃ المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے بھائی بندی کے تعلقات تھے، حضرت ابوبکر رضؓ کے حالات میں تم پڑھ چکے ہو جب وہ اسلام لائے تو انھوں نے آہستہ آہستہ اسلام کی تبلیغ شروع کی، اسی سلسلہ میں ایک مرتبہ حضرت عثمان غنیؓ کے سامنے بھی آپ نے اسلام کی تبلیغ فرمائی، آپ کا دل اس قدر پاکیزہ اور صاف تھا کہ آپ فوراً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر اسلام سے مشرّف ہونے کے لئے تیار ہو گئے، اتنے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی تشریف لے آئے، اور آپ فوراً کلمہ پڑھکر مسلمان ہو گئے،

اسلام لانے کے بعد آپ کے خاندان کے لوگوں نے جو کہ کافر تھے آپ کو بہت ستانا اور زدوکوب کرنا شروع کیا، لیکن آپ کے دل میں اسلام کی محبت دوسرے صحابہ کی طرح اتنی جم گئی تھی کہ بڑے سے بڑا ظلم

آپ کو اسلام سے نہ ہٹا سکا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی شادی دین نازل ہونے سے پہلے ایک کافر عتبہ سے ہوئی تھی، جب اسلام نازل ہوا تو عتبہ نے حضرت رقیہؓ کو حضورؐ کی ضد میں طلاق دیدی، جب حضرت عثمان غنیؓ مسلمان ہوئے تو حضورؐ نے حضرت رقیہؓ کی شادی حضرت عثمانؓ سے کردی، اور اُن کو اپنا داماد بنالیا،

اسلام لانے کے بعد مکّہ کے کافروں نے اور خود حضرت عثمان غنیؓ کے خاندان والوں نے انھیں ستانا اور تنگ کرنا شروع کیا، اور یہ ظلم و ستم آہستہ آہستہ یہاں تک بڑھا کہ آپ کی برداشت سے باہر ہوگیا، آخر کار آپ اپنی بیوی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو ساتھ لے کر ملکِ حبش کو ہجرت کر گئے، یہ ہجرت اسلام کی سب سے پہلی ہجرت تھی، جس کی سعادت آپ کے حصّہ میں آئی،

چند سال کے بعد یہ خبر اڑی کہ مکّہ کے قریش مسلمان ہوگئے، یہ خبر سُنکر آپ حبشہ سے واپس چلے آئے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ یہ خبر غلط ہے، مگر آپ پھر مکّہ ہی میں رہ گئے،

تھوڑے دنوں کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کو ہجرت کا ارادہ فرمایا، اور اپنے اصحاب کو ہجرت کا حکم دیا، تو آپ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیّت میں مدینہ تشریف لے آئے، مدینہ میں ابتداءً میٹھے پانی کا ایک کنواں تھا، جس کا نام "بیرِ رُومہ" تھا، وہ کنواں ایک یہودی

کا تھا، مسلمانوں کی تکلیف دیکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں اس یہودی سے خرید لیا، اور عام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، اس سے مسلمانوں کو بہت اطمینان ہوگیا، اور سب مسلمان ہنسی خوشی اسی کنویں سے پانی بھرنے لگے ؎

سوالات

۱۔ حضرت عثمان غنیؓ کے اسلام کا واقعہ بتلاؤ ؟

۲۔ مسلمانوں کی سب سے پہلی ہجرت کہاں ہوئی ؟

۳۔ بیرِ رَدمہ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا معاملہ ہوا ؟

غزواتؐ میں شرکت

رفیقہ حیات ، منتشر ، بیعتِ رضوان ، ہمرکاب

ہجرت مدینہ کے بعد بھی کفارِ مکہ اطمینان سے نہ بیٹھے ، اور جیسا کہ تم پچھلی کتابوں میں پڑھ چکے ہو ، فتح مکہ تک برابر مسلمانوں سے لڑتے رہے ،

حضرت عثمان غنیؓ غزوۂ بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے ، غزوۂ بدر کے موقع پر آپ کی بیوی حضرت رقیہؓ بیمار تھیں ، اس لئے آپ انھیں تنہا چھوڑ کر نہ جاسکے ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم دیا کہ تم یہیں رہو ، چنانچہ اسی بیماری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا ، ایک تو یہ صدمہ کہ غزوۂ بدر میں شرکت جیسی عظیم الشان نعمت سے محروم ہوئے ، دوسرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی جیسی رفیقہ حیات کی وفات کا صدمہ ، آپ پر ان دونوں چیزوں کا بہت اثر ہوا ، اور آپ بے حد مغموم رہنے لگے ، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی یہ حالت دیکھ کر اپنی دوسری صاجزادی حضرت اُمّ کلثومؓ سے اُن کی شادی کردی ،

غزوۂ اُحد میں جب یہ مشہور ہوگیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے تو بہت سے مجاہدین پریشان ہوکر اِدھر اُدھر ہوگئے تھے ، انہی میں

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی تھے جس کا آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور آپ بہت غمگین ہو گئے، مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر معمولی خبر نہیں تھی، جس سے آپ کے جاں نثاروں پر اثر نہ پڑتا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان مجاہدین کو قرآن شریف کی آیت کے ذریعہ معاف فرمایا، جو اس خبر پر منتشر ہو گئے تھے، اس کے علاوہ جب غزوۂ ذات الرقاع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام بنا کر چھوڑ گئے، اس کے بعد تمام غزوات میں شریک ہوتے رہے،

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا، مگر کافروں نے آپ کو مکہ میں روک لیا، اور واپس نہیں آنے دیا، جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ سے واپس نہیں آئے تو مسلمانوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے، یہ سنکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب صحابۂ کرام کو ایک درخت کے نیچے جمع کر کے سب صحابہؓ سے یہ وعدہ لیا کہ ہم کافروں سے حضرت عثمانؓ کا بدلہ ضرور لیں گے،

جب سب صحابۂ کرامؓ وعدہ کر رہے تھے اسی وقت خبر ملی کہ حضرت عثمانؓ زندہ ہیں، مگر کافروں نے انھیں قید کر رکھا ہے، یہ سنکر آپؐ نے اپنے ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ سمجھ لیا، اور اس پر اپنا دوسرا ہاتھ مار کر کہا کہ میں عثمانؓ کی طرف سے وعدہ کرتا ہوں،

اس طرح وعدہ کرنے کو "بیعت" کہتے ہیں، اور اس بیعت کو "بیعتِ رضوان" کہتے ہیں، غزوۂ تبوک میں مسلمانوں کے پاس کچھ سامانِ جنگ نہیں تھا، تو آپ نے ایک ہزار اشرفیاں حضور کو پیش کیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیحد خوش ہوئے، حجۃ الوداع میں بھی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے۔

سوالات

۱۔ بیعتِ رضوان کسے کہتے ہیں؟ اس کا پورا واقعہ بیان کرو

۲۔ غزوۂ بدر اور غزوۂ اُحد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟

حضرت عثمانؓ کی خلافت

دیت ، سازش ، قاتل ، مقتول

اس سے پہلی کتاب میں تم امیر المؤمنین حضرت عمرؓ بن خطاب کے متعلق پورے حالات پڑھ چکے ہو، جب حضرت عمرؓ کو فیروز نے زخمی کر دیا، اور اس زخم کی وجہ سے آپ کے بچنے کی کوئی امید نہ رہی تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ کسی کو خلیفہ مقرر کر دیجئے، تو آپ نے چھ صحابہ کرام کا نام لیا، کہ ان چھ آدمیوں میں سے سب مسلمان جسے پسند کریں اُسے میرے انتقال کے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفہ مقرر کر دیا جائے،

اُن کے نام یہ ہیں :- ① حضرت علیؓ ② حضرت عثمانؓ ③ حضرت طلحہؓ ④ حضرت زبیرؓ ⑤ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ⑥ اور حضرت سعدؓ بن وقاصؓ رضی اللہ عنہم اجمعین،

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد دو دن تک کوئی فیصلہ نہیں ہو سکا، مگر تیسرے دن سب مسلمانوں کی متفقہ رائے سے دوشنبہ کے دن محرم کی چوتھی تاریخ ۲۴ھ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے،

خلیفہ ہونے کے بعد آپ خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے، مگر حیار کی وجہ سے کچھ نہیں بول سکے، اور چند الفاظ کہہ کر بیٹھ گئے،

جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہونے لگا تھا تو انھوں نے وصیت کی تھی کہ کوفہ کے گورنر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی جگہ پر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو گورنر بنا دیا جائے، چنانچہ حضرت عثمانؓ نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا،

خلافت کے بعد آپ کے سامنے سب سے پہلا مقدمہ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا پیش کیا گیا، اس کا یہ معاملہ تھا کہ جب فیروز نے حضرت عمرؓ کو خنجر مارا تو اس نے خنجر مارتے ہی خودکشی کرلی، مگر بعد میں معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ کے قتل کی سازش میں دو عیسائی اور ملے ہوئے تھے، ایک کا نام تھا ہرمزان اور دوسرے کا نام ابو حنیفہ تھا، جب حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو یہ معلوم ہوا کہ یہ دونوں بھی قتل کی سازش میں ملے ہوئے تھے، تو انھوں نے باپ کا بدلہ لینے کے لئے ہرمزان کو قتل کر دیا،

جب حضرت عثمانؓ خلیفہ ہوئے تو سب سے پہلے یہ مقدمہ آپ کے سامنے پیش ہوا، کہ اصل قاتل ہرمزان نہیں تھا اُسے قتل کرنا خلافِ قانون ہوا، اسلام کا یہ حکم ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کردے تو قاتل ہی کو قتل کیا جائے، اور اگر مقتول کے رشتہ دار روپے لے کر قاتل کو معاف کردیں تو جتنے روپے مقرر ہیں وہ قاتل کو دینے پڑیں گے،

اس لئے اب حضرت عثمانؓ کے سامنے بڑی مشکل پیش آئی، کیوں کہ

چار روز پہلے حضرت عمرؓ شہید ہو چکے تھے، اور اب عبیداللہ بن عمرؓ کو قتل کر دیا جاتا، تو بڑے صدمہ کی بات تھی، پس آپ نے ہرمزان کے بجائے اپنے پاس سے رُوپے دے کر اُنھیں معاف کرا دیا، جو روپیہ قتل کے بدلے میں دے کر قاتل کو معاف کرایا جائے اُسے دِیَتْ کہتے ہیں،

اس کے بعد آپ نے حکومت کے سب افسروں اور سب صوبوں کے گورنروں کے نام حکم بھیجا کہ تمام رعایا سے بہت اچھا سلوک کیا جائے کسی سے بے جا اور رواجی سے زیادہ محصول نہ لیا جائے، اور یتیموں، بیکسوں اور ذمیّوں کے حقوق کی بہت حفاظت کی جائے ؂

سوالات

۱۔ حضرت عثمانؓ کس طرح اور کب خلیفہ ہوئے؟

۲۔ ہرمزان کے مقدمہ کی تفصیل سُناؤ؟

۳۔ آپ نے حکومت کے افسروں کو کیا حکم بھیجا؟

بغاوتوں پر قابو اور حاکموں کی معزولی؛

خراج ، معزول ، بغاوت ، تنبیہ

خلافتِ راشدہ حصہ اوّل، ایرآن کی فتح کے تذکرہ میں گذر چکا ہے کہ آذربائیجان اور آرمینیہ جو ایران کے ۲ صوبے تھے اُن پر کس طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تھا، نیز یہ بھی آچکا ہے کہ مصر کس طرح آسانی کے ساتھ مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا تھا،

جب حضرت عمرؓ کی وفات ہوگئی تو رومیوں اور ایرانیوں نے خیال کیا کہ اب مسلمانوں کا عظیم الشان شہنشاہ دنیا سے رخصت ہوگیا، اب اُن کی طاقت کم ہوگئی ہوگی، یہ سوچ اُن علاقوں کے لوگوں نے بغاوت کردی ۲۴ھ میں آرمینیہ اور آذربائیجان کے لوگوں نے خراج دینا بند کردیا حضرت عثمان غنیؓ نے اُن پر فوج کشی کا حکم دیا، اور معمولی سی تنبیہ کے بعد انھوں نے خراج ادا کردیا،

اس کے بعد ۲۵ھ میں مصر کے علاقہ میں رومیوں نے بغاوت کردی مصر جب فتح ہوا تھا تو وہاں کے بادشاہ مقوقس سے جو روم کی سلطنت کے ماتحت تھا مسلمانوں سے اس شرط پر صلح کرلی تھی کہ میں اطاعت گذار

مگر میری قوم جو قبطی کہلاتی ہے اسے کچھ نہ کہا جائے، چنانچہ اب جب رومیوں نے بغاوت کردی تو مقوقس اور اس کی قوم اس بغاوت سے بالکل الگ رہی،

حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو مصر کے باغیوں کی سرکوبی کے لئے مقرر فرمایا، آپ نے بہت عمدہ اور آسان طریقہ سے باغیوں کو شکستِ فاش دی اور مصر سے نکال دیا، چونکہ مقوقس اور اس کی قوم نے مسلمانوں سے لڑائی نہیں کی تھی، اس پر باغی رومیوں کو بہت غصّہ آیا، اور وہ بھاگنے لگے، تو قبطیوں کو لُوٹتے ہوئے اور تباہ کرتے گئے،

اس کے بعد قبطیوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ سے یہ شکایت کی کہ ہم کو رومیوں نے لُوٹ لیا، آپ نے قبطیوں کا جتنا نقصان ہوا تھا سب پورا کردیا، بعض لوگ رہ گئے اور اُن کا نقصان پورا نہیں ہوسکا،

تم پڑھ چکے ہو کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ نے کوفہ کا والی بناکر بھیجا تھا، آپ نے کچھ روپے بیت المال سے قرض لئے، اور بہت دن تک وہ ادا نہیں کئے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مہتمم بیت المال نے کئی مرتبہ تقاضا کیا، مگر آپ اپنی ناداری کی وجہ سے نہ دے سکے، اور آخرکار یہ قصّہ امیر المؤمنین حضرت عثمانؓ کے پاس پہنچا، آپ اس پر بے حد خفا ہوئے، اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو معزول کردیا، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر بھی بہت خفا ہوئے کہ کیوں انھوں نے بیت المال کے روپے کسی کو دیئے، مگر انھیں معزول نہیں کیا،

حضرت سعدؓ ۲۶؁ھ میں معزول کئے گئے، اور ان کی جگہ ولید بن عقبہؓ

کوفہ کے گورنر مقرر ہوئے، مصر کے حاکم حضرت عمرو بن العاص رضؓ تھے، اور بہت دنوں سے مصر کے خراج کی رقم کم ہوتی جارہی تھی، حضرت عمر رضؓ کے زمانہ سے اس کی شکایت تھی، حضرت عثمان رضؓ نے خلیفہ مقرر ہونے کے بعد مصر کے خراج میں زیادتی کا حکم فرمایا، حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے جواب دیا کہ اونٹنی اس سے زیادہ دودھ نہیں دے سکتی، اس پر امیر المؤمنین حضرت عثمان رضؓ نے حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن سراح رضؓ کو مصر کا حاکم بنایا، حضرت عمرو بن العاص رضؓ کے زمانہ میں مصر کے خراج کی آمدنی بیس لاکھ روپے تھی، مگر جب حضرت عبداللہ بن سراح رضؓ کو حاکم بنایا گیا تو انھوں نے خراج کی آمدنی میں اضافہ کر کے چالیس لاکھ روپے دیئے، اس پر حضرت عثمان غنی رضؓ نے فرمایا کہ دیکھو اونٹنی نے زیادہ دودھ دیا نہیں؟ حضرت عمرو بن العاص رضؓ نے جواب دیا کہ دودھ تو زیادہ دیا مگر اس کے بچے بھوکے رہ گئے، اور بچوں کے حصہ کا دودھ آپنے دُوھ لیا،

حضرت عمرو بن العاص ۲۷ھ میں معزول کئے گئے۔

سوالات

۱۔ بغاوتیں کہاں اور کس سنہ ہجری میں ہوئیں؟

۲۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ اور حضرت عمرو بن العاص رضؓ کیوں معزول کئے گئے؟

طرابلس اور قبرص کی فتح اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی معزولی

زرخیز ، جزیرہ ، بحری جنگ ، فضائل

مصر کے بالکل قریب ہی شمالی افریقہ کے بعض بہت ہی زرخیز اور عمدہ علاقے تھے، چونکہ مصر پر پہلے ہی مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا، اس لئے عبداللہ بن ابی سراحؓ بہت دنوں پہلے یعنی ۲۵ھ میں شمالی افریقہ کے علاقوں میں طرابلس، الجزائر اور مراکش کو فتح کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھے، ابھی تم نے پڑھا ہے کہ ۲۷ھ میں عمرو بن العاص کو معزول کر کے عبداللہ بن ابی سراحؓ کو مصر کا حاکم بنایا گیا، حاکم ہونے کے بعد انھوں نے مذکورہ علاقوں کو فتح کرنے کا بیڑا اٹھایا، اور مسلمان مجاہدوں کو تیاری کا حکم دے کر طرابلس کی جانب کوچ کر دیا،

جب مجاہدین طرابلس پہنچ گئے تو یہاں کا حاکم جس کا نام جرجیر تھا ایک لاکھ بیس ہزار فوج لے کر مقابلہ کرنے کے لئے نکلا، اور عرصہ تک دونوں فوجوں میں جنگ ہوتی رہی، جب جنگ بہت طویل ہوگئی، تو امیرالمؤمنین حضرت عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن زبیرؓ کی سرکردگی میں ابن ابی سراحؓ کی مدد کے لئے ایک

فوج بھیجی، وہ فوج بھی آکر لڑائی میں شریک ہوگئی، مگر پھر بھی جنگ کا فیصلہ نہ ہوا، آخر ایک دن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فوج کے دو حصے کئے، اور ایک حصہ کو لڑنے کے لئے روانہ کیا، دوسرے حصہ کو آرام کرنے کے لئے روک لیا، دن بھر بہت زوروں سے لڑائی ہوتی رہی، اور جب دونوں فوجیں تھک کر بالکل چور ہوگئیں تو مسلمانوں کی فوج کا باقی حصہ جو ابھی آرام کر رہا تھا پہنچ گیا، اور تازہ دم حملہ کر دیا، طرابلس کی فوج تھک چکی تھی، وہ اس حملہ کی تاب نہ لاسکی، اور اس کے پیر اُکھڑ گئے، اور جرجیر جو طرابلس کا حاکم تھا حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھ سے قتل ہوا، جب لڑائی ہو رہی تھی، تو جرجیر نے اعلان کر دیا تھا کہ جو شخص عبداللہ بن ابی سراحؓ کا سر کاٹ کر لائے گا اس کے ساتھ میں اپنی لڑکی کی شادی کر دوں گا، اور بہت سا مال و دولت دوں گا، اس پر مسلمانوں کی فوج میں بھی اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص جرجیر کو قتل کر دے گا اسی کے ساتھ جرجیر کی لڑکی کی شادی کر دی جائے گی اور مال و دولت دیا جائے گا، تو جب حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے جرجیر کو قتل کر دیا تو اس کی لڑکی آپ کے حوالہ کر دی گئی،

یہ لڑائی بھی مسلمانوں کی بہت مشہور لڑائی ہے، اس جنگ میں چار افسر تھے، چاروں کا نام عبداللہ تھا، ایک عبداللہ بن سعد بن ابی سراحؓ، دوسرے عبداللہ بن زبیرؓ، تیسرے عبداللہ بن عمرؓ، اور چوتھے حضرت عبداللہ بن عباسؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین،

طرابلس کی فتح کے بعد شمالی افریقہ کے دوسرے چھوٹے چھوٹے علاقے الجزائر اور مراکش وغیرہ بہت آسانی سے فتح ہوگئے،

اس سے پہلی کتاب میں صفحہ ۱۳ پر شام کی فتح کا ذکر گذر چکا ہے، دمشق شام کا ایک شہر ہے، شام کی فتح کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دمشق کا حاکم بنا دیا، اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت معاویہؓ کو پورے شام کا حاکم بنا دیا، شام کے قریب بھی سمندر کے ساحل کے قریب ایک بہت عمدہ اور زرخیز جزیرہ تھا، اس کا نام قبرص ہے، اس جزیرہ کو فتح کئے بغیر شام کی حفاظت بہت مشکل تھی، اس لئے کہ رومی عیسائی جنھیں مسلمانوں نے شکست دے کر شام سے نکال دیا تھا ہر وقت اسی فکر میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح مسلمانوں کو نقصان پہنچائیں، اور یہ جزیرہ شام سے بالکل قریب تھا، اور یہاں رومی اپنا مورچہ بنا سکتے تھے، اسی لئے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرؓ کے سامنے اُن سے اس جزیرہ پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی تھی، مگر اس جزیرہ پر حملہ کرنے کے لئے سمندر میں سے ہو کر جانا پڑتا تھا، اور ایسی لڑائی کی تیاری کرنی پڑتی تھی جسے بحری جنگ کہتے ہیں، اور بحری جنگ کا مسلمانوں کو تجربہ نہیں تھا، اس لئے حضرت عمرؓ نے اجازت نہ دی،

جب حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت معاویہؓ نے آپ سے قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت مانگی، پہلے تو حضرت عثمان غنیؓ نے کچھ تامل کیا، مگر پھر اجازت دیدی، اور یہ شرط لگائی کہ جو مجاہدین اپنی خوشی سے اس حملہ میں شریک ہونا چاہیں انھیں شریک کیا جائے اور کسی پر جبر نہ کیا جائے

اس کے بعد حضرت امیر معاویہؓ نے ایک بحری بیڑہ قبرص کی طرف

روانہ کیا، قبرص کے رہنے والے جنگ سے گھبراتے تھے، اور بہت نرم تھے اس لئے بہت جلد انھوں نے صلح کرلی، صلح کے وقت مسلمانوں نے یہ شرطیں پیش کیں کہ قبرص والے ستر ہزار روپیہ سالانہ خراج دیں گے، اور رومیوں کو مسلمانوں پر حملہ کرنے میں مدد نہ دیں گے،

یہ حملہ اور صلح ۲۸ھ میں ہوئی اور ۳۲ھ تک جاری رہی، مگر ۳۳ھ میں قبرص والوں نے مسلمانوں کے خلاف ہو کر رومیوں کو مدد دی، اور صلح کی شرط کے خلاف کیا، چنانچہ امیر معاویہؓ نے ۳۳ھ میں پھر قبرص پر فوج کشی کر کے اس پر بالکل قبضہ کرلیا، اور اسے بھی اسلامی سلطنت میں شامل کرلیا،

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ ایک بڑے صحابی تھے، وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ سے بصرہ کے حاکم تھے، مگر بصرہ میں ایک گروہ آپ کے خلاف تھا، ایک روز حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے وعظ بیان کیا، اور اس میں جہاد کے لئے پیدل چلنے کی بہت تعریف کی، اور پیدل میدانِ جہاد میں جانے کے فضائل بیان کئے، آپ کا مطلب یہ تھا کہ جن مسلمانوں کے پاس گھوڑے نہیں ہیں وہ بھی چلیں، اس لئے کہ پیدل چلنے میں بہت بڑا ثواب ہے، یہ سنکر بعض لوگوں نے کہا کہ دیکھیں ہمارا حاکم بھی پیدل چلتا ہے یا نہیں،

اتفاق سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گھوڑا تھا، وہ اُس پر سوار ہو کر چلے، بس فوراً آپ کے مخالفوں نے گھوڑے کی باگ پکڑلی، اور کہا کہ لوگوں کو پیدل چلنے کا وعظ کہتے ہو، اور خود گھوڑے پر چلتے ہو؟

اس کے بعد بصرہ کے کچھ لوگ یہ شکایت لے کر حضرت عثمان غنی رضؓ کے پاس مدینہ پہونچے، اس پر آپ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے حضرت عبداللہ بن عامرؓ کو بصرہ کا حاکم بنایا، یہ واقعہ ۲۹ھ میں پیش آیا۔

سوالات

۱۔ طرابلس اور قبرص کہاں ہیں؟

۲۔ قبرص کی فتح کا اور طرابلس کی جنگ کا مفصل حال بتاؤ؟

۳۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کون تھے؟ اور کیوں معزول کئے گئے؟

طبرستان اور خراسان

برخواست ، ارغبان ، باحرز ، بیہق ، نیشاپور ،

تمھیں یاد ہوگا کہ جب ایرآن پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تھا تو ایرآن کا بادشاہ یزدگرد ترکستان بھاگ گیا تھا، مگر وہ ابھی چین سے نہ بیٹھا تھا بلکہ برابر اس فکر میں لگا ہوا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو ایرآن سے نکالے، مگر اُسے موقع نہیں ملا تھا، آخر حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ۲۹ھ میں اس نے ایران میں بغاوت کرادی،

جب حضرت عثمانؓ کو اس بغاوت کی خبر ملی تو آپ نے فوراً ایک لشکر ایرآن بھیجا، اور اس کا سردار عبداللہ بن معمرؓ کو مقرر کیا، مگر ایرانی بغاوت میں بہت طاقت پکڑ گئے تھے، چنانچہ اس بغاوت کے کچلنے میں عبداللہ بن معمرؓ شہید ہوگئے، اس کے بعد بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامرؓ نے ایرانیوں کو شکست دے کر دوبارہ ایران پر قبضہ کرلیا،

تم پچھلے سبقوں میں پڑھ چکے ہو کہ حضرت عثمان غنیؓ نے کوفہ کے حاکم حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو بیت المال سے روپے لینے کی بناء پر معزول کرکے اُن کی جگہ ولید بن عقبہ کو حاکم بنادیا گیا تھا، اب بعض لوگوں نے

ولید بن عقبہؓ پر الزام لگایا کہ وہ شراب پیتے ہیں، اور یہ مقدمہ امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ کے دربار میں پیش ہوا، دو آدمی جنھیں ولید بن عقبہ نے کسی ملازمت سے برخاست کر دیا تھا انھوں نے اُن کے خلاف حضرت عثمانؓ کے دربار میں گواہی دی، پس ولید بن عقبہ بھی سنہ ۳۰ھ میں معزول کر دیئے گئے، اور اُن کی جگہ پر سعید بن العاصؓ کوفہ کے حاکم مقرر کئے گئے،

سنہ ۳۰ھ میں بصرہ کے حاکم عبداللہ بن عامرؓ نے طبرستان اور خراسان کو فتح کرنے کا ارادہ کیا، اور طبرستان کی طرف چلے، اُدھر کوفہ کے حاکم سعید بن عاصؓ کئی بڑے صحابہ کو لے کر طبرستان کو فتح کرنے کے لئے چلے، اور عبداللہ بن عامرؓ کے پہنچنے سے پہلے سعید بن عاصؓ پہنچ گئے، اور انھوں نے سب سے پہلے جرجان بغیر لڑائی کے فتح کر لیا، اِدھر عبداللہ ابن عامرؓ جو بصرہ سے طبرستان کو فتح کرنے کے لئے چلے تھے، وہ طبرستان کے فتح ہو جانے کے بعد آگے بڑھتے چلے گئے، اور خراسان، ارغیان، باخرز، بیہق، اسفرائن، اور بہت سے علاقے فتح کر کے نیشاپور پر حملہ کیا، نیشاپور کے باشندوں نے ایک مہینہ تک مقابلہ کیا، مگر آخر کار مجبور ہو کر انھوں نے سات لاکھ روپیہ سالانہ خراج دینا منظور کیا، اور اس طرح صلح کر لی،

یہ سب علاقے ایران ہی میں شامل تھے، ایران کے دار السلطنت پر قبضہ ہو جانے کی وجہ سے ایرانیوں کی اور ان کے بادشاہ "یزدگرد" کی اصلی قوت ختم ہو چکی تھی، مگر جیسا کہ تم نے ابھی پڑھا کہ وہ برابر مسلمانوں کو

نقصان پہونچانے کی فکر میں لگا رہتا تھا، اور یہ علاقے بھی ابھی فتح نہ ہوئے تھے، نیشاپور کے فتح ہونے کے بعد اور بہت سے بڑے بڑے ایرانی علاقے مسلمانوں نے آسانی کے ساتھ فتح کر لئے، اور ایران کا بادشاہ "یزدگرد" بالکل بے یار و مددگار رہ گیا، اور ادھر اُدھر مارا مارا پھرنے لگا،

آخر کار ایک دن ایک گنوار نے اُسے قتل کر دیا، اور اس طرح یزدگرد کے خاندان کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔

سوالات

۱۔ عبداللہ بن عامرؓ اور سعید بن العاصؓ کون تھے؟

۲۔ یزدگرد کون تھا؟ اس نے کیا کیا؟ اور وہ کس طرح مرا؟

۳۔ جرجان اور طبرستان اور نیشاپور کس ملک کے علاقے ہیں؟ اور انھیں کس نے کس زمانہ میں فتح کیا؟

رومیوں سے جنگ اور متفرق فتوحات

بحری بیڑہ ، خوں ریز ، لاتعداد

خراسان پر مکمل قبضہ ہوجانے کے بعد عبداللہ بن عامرؓ نے احنف بن قیسؓ کو سردار بنا کر طخارستان کو فتح کرنے کے لئے بھیجا، وہاں آس پاس کے علاقوں، طالقان، قاریاب اور جوزجان کے باشندے مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہوگئے، مگر احنف بن قیسؓ نے بڑی خونریز جنگ کے بعد ان کو شکست دیدی، اور ان سب علاقوں پر قبضہ کرلیا، اور اس کے بعد عبداللہ بن عامرؓ نے جاشع بن مسعودؓ کو کرمان اور ربیع بن زیاد کو سجستان فتح کرنے کے لئے بھیجا،

ان حضرات نے ان دونوں جگہوں کو فتح کرلیا، ربیع بن زیادؓ سجستان فتح کرنے کے بعد سال بھر تک وہاں رہے، اور اپنا قائم مقام وہاں چھوڑ کر واپس آگئے، سجستان والوں نے بغاوت کردی، تب عبداللہ بن عامرؓ نے عبداللہ بن سمرہؓ کو سجستان کی بغاوت کو کچلنے کے لئے بھیجا، انھوں نے نہایت آسانی سے پھر سجستان پر قبضہ کرلیا، اور اس سے فارغ ہوکر عبداللہ بن سمرہؓ نے ہندوستان کی طرف فوجیں لانی شروع کیں، اور دوار اور کوہِ روز،

غزنہ اور کابل کو فتح کیا، یہ سب فتوحات ۳۱ھ میں ہوئیں،

۳۱ھ میں رومی عیسائیوں نے پھر مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ کیا، اور بہت بڑا سمندری جنگی بیڑا تیار کیا، اس بیڑہ میں پانچسو جہاز اور لاکھوں سپاہی تھے، تم پڑھ چکے ہو کہ رومیوں کو شام سے نکال دیا تھا، اور وہ قسطنطنیہ چلے گئے تھے، اس مرتبہ انھوں نے بحری بیڑہ کے ذریعہ سے شام کے سمندر کے کنارے والے علاقوں پر حملہ کیا، رومی قوت اور سامان کے لحاظ سے بہت زیادہ تھے، اور مسلمان کم تھے لیکن مسلمانوں نے بھی جہازوں کے ذریعہ سے رومیوں کا مقابلہ شروع کیا، مگر ہر طریقہ سے کم ہونے کی وجہ سے مسلمان کمزور پڑنے لگے، تو انھوں نے سب جہازوں کو آپس میں باندھ لیا، اور بہت خونریز جنگ ہوئی، لاتعداد رومی قتل ہوئے اور مسلمان مجاہدین بھی بہت شہید ہوگئے، مگر ایک مرتبہ جب رومی فوج بہت زور سے حملہ آور ہوئی تب مسلمانوں نے پوری طاقت سے نعرۂ تکبیر لگا کر حملہ کیا، اور اس قدر جم کر پے در پے حملے کئے کہ رومیوں کے پیر اکھڑ گئے، اور مسلمان بیڑہ فتحیاب ہو کر واپس ہوا ؏

سوالات

۱۔ اس سبق میں کن کن جگہوں کا تذکرہ ہوا؟

۲۔ رومیوں سے یہ جنگ کس سنہ میں ہوئی؟ اس کی تفصیل بتاؤ؟

مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت

فراوانی ، عمال، عیش وعشرت ، شیرازہ ، فیض

ابھی چند سال پہلے مسلمانوں کی یہ حالت تھی کہ کافر ہر طرح زدوکوب کرتے تھے، زندگی کا ہر راستہ مسلمانوں کے لئے بند تھا، عمدہ عمدہ سامان، بڑھیا اور بیش قیمت چیزیں تو الگ رہیں، کھانے پہننے کے لئے بھی مسلمانوں کو موٹا جھوٹا کپڑا اور معمولی غذا ملتی تھی، فاقہ اور بھوک سے بے تاب ہو کر بہت سے مسلمان پیٹ سے پتھر باندھے رہتے تھے، مگر کسی وقت اللہ میاں کی رضامندی کے علاوہ دوسری چیزوں کی خواہش نہیں کرتے تھے، کافروں سے جہاد کرتے ہوئے یہ حالت ہوتی تھی کہ تلواریں ٹوٹی ہوئی ہوتی تھیں، پیدل ہوتے تھے، نہ ٹھیک سامان ہوتا تھا، اور نہ ٹھیک ہتھیار ہوتے تھے مگر شہادت کے شوق میں اور اللہ میاں کی خوشی کی خاطر اپنی جانیں ہتھیلی پر رکھ کر میدانِ جہاد میں جاتے تھے، اور ہمیشہ جیت کر فتح مند ہو کر واپس ہوتے تھے، سب لوگ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک صحبت سے فیض اٹھائے ہوئے تھے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے، کبھی کوئی ایسی بات نہیں کرتے تھے جو اسلام اور اللہ کی مرضی

کے خلاف ہو، مگر اب حضرت عثمان غنی رضؓ کی خلافت کے وقت وہ بات نہیں رہی تھی، نہ وہ غربت تھی، اور نہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی دُھن تھی، برابر بڑے بڑے ممالک پر قبضہ ہوتا چلا جارہا تھا، اور مال و دولت کی فراوانی ہوگئی تھی، بڑے بڑے محل اور قیمتی سامان مسلمانوں نے بنوالئے تھے، اور روپیہ بھی کافی حاصل کرلیا تھا، مسلمان جب بھی روپے میں پھنستے ہیں وہ اللہ میاں کو بھول جاتے ہیں، دنیا کی جو قوم بھی روپے پیسوں اور عیش و عشرت میں پڑی وہ ہمیشہ تباہ ہوئی، مسلمان بھی اب اسی چکّر میں پڑ گئے تھے، ہر جگہ بڑے بڑے گورنر اور عمّال تھے، اور اُن کے ماتحت بڑے بڑے ملازمین تھے، جن کی خوب زیادہ تنخواہیں تھیں،

اس کے علاوہ اب صحابہ کم ہوگئے تھے، اور ایسے مسلمان زیادہ ہوگئے تھے جن کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب نہیں ہوئی تھی، اس لئے ان میں وہ قوتِ ایمانی باقی نہیں رہی تھی، عرب سے لے کر ہندوستان کے کنارے تک اور قسطنطنیہ تک اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا تھا، ان تمام ممالک میں بہت سی ایسی قومیں تھیں جنھیں مسلمانوں اور اسلام سے دشمنی تھی، جو ہر طرح اس کوشش میں لگی ہوئی تھیں کہ کسی طرح اسلام کا شیرازہ بکھر جائے،

اور اسی طرح تم پڑھ چکے ہو کہ وہ مسلمان جنھیں "منافق" کہتے ہیں جو ظاہر میں مسلمان تھے مگر اندر اندر اسلام کے دشمن تھے، وہ برابر اسی کوشش میں تھے کہ اسلام کو زیادہ سے زیادہ نقصان پہنچے،

سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تھے، وہ قریش کے خاندان کے تھے، دوسرے خلیفہ حضرت عمرؓ بھی قریش ہی کے قبیلہ سے تھے، اور حضرت عثمانؓ بھی قریشی تھے، اس کے علاوہ یہ بات طے ہو گئی تھی کہ خلیفہ وہی ہوگا جو قریشی ہو، اس سے قریشی یہ سمجھنے لگے تھے کہ ہم حاکم خاندان کے آدمی ہیں، اور حکومت میں ہمارا حق ہے، اور باقی سب مسلمان سمجھتے تھے کہ ہم نے جہاد میں شریک ہو کر اپنا خون بہا کر بھوکے پیاسے رہ کر اسلام کا جھنڈا بلند کیا، اس لئے ہمارا حق بھی کسی سے کم نہیں،

اس طرح آپس میں ایک طرح کی مقابلہ بازی ہونے لگی تھی، غرض اب مسلمان کچھ کچھ اللہ کو بھولنے لگے تھے، دنیاوی عیش و عشرت اور فتنہ و فساد میں مبتلا ہونے لگے تھے، اور یہ سب کچھ اسی مال و دولت کی زیادتی کا نتیجہ تھا، ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اس سے بہت ڈرتا ہوں کہ میری قوم میں روپیہ پیسہ اور مال و دولت ہو جائے مگر اس سے نہیں ڈرتا کہ میری قوم میں غربت رہے، بس وہی ہوا کہ مسلمان قوم میں مال و دولت، روپیہ کا فساد گھس گیا۔

سوالات

۱۔ مسلمانوں میں کیا خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں؟
۲۔ ان خرابیوں کے اسباب تفصیل کے ساتھ بتاؤ؟
۳۔ قریش کسے کہتے ہیں؟ اس خاندان میں کیا خصوصیت تھی؟

حضرت عثمانؓ کی مخالفت؛

مبادا ، فتنہ پرور ، شہر بدر ، کنبہ پرور

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بہت نرم اور رحم دل تھے، لوگوں کو چھوٹی چھوٹی خطاؤں پر معاف کر دیا کرتے تھے، اس لئے بدمعاش لوگوں کو شرارت کا بہت موقعہ ملتا تھا، اس کے علاوہ آپنے بڑے بڑے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو گورنری سے معزول کر دیا تھا جس کا ذکر پیچھے آچکا ہے، اور اُن کی جگہ اپنے خاندان کے یعنی بنوامیہ کے لوگوں کو مقرّر کر دیا، آپ بہت کنبہ پرور تھے، اور اپنے خاندان کے لوگوں کی ہر طرح مدد کرتے رہتے تھے، اور انھیں بڑی بڑی جگہوں پر ملازم رکھتے تھے،

ایک بہت بڑے صحابی تھے، جن کا نام حضرت ابوذر غفاریؓ تھا، وہ مسلمانوں میں مال و دولت کی فراوانی نہیں پسند کرتے تھے، اس لئے وہ اس طریقے کے خلاف وعظ کہتے تھے، اور کہتے تھے کہ مسلمانوں کو روپیہ جمع کرنا اور عیش کی زندگی گذارنا حرام ہے، اس سے حکومت کے کام میں خلل پڑتا تھا، حضرت عثمان غنیؓ نے اُن کو بُلوایا، اور کہا کہ آپ میرے پاس رہئے، مگر وہ مدینہ سے چلے گئے، اور جنگلوں اور ریگستانوں میں رہتے تھے،

اور وہیں اُن کا انتقال ہوگیا، اس سے مسلمانوں کو بہت صدمہ ہوا، کیونکہ وہ بہت بڑے صحابی اور بزرگ تھے، اس پر بعض لوگوں نے حضرت عثمان رضؓ پر یہ الزام لگایا کہ آپ نے حضرت ابوذر رضؓ کو شہر بدر کر دیا، اس کے علاوہ بنو ہاشم کے لوگ جو مدینہ میں رہتے تھے حضرت عمر رضؓ نے انھیں مدینہ سے باہر جانے سے منع کر دیا اور مدینہ ہی میں انھیں ہر طرح کا آرام پہنچاتے تھے،

تم پیچھے پڑھ چکے ہو کہ قریش کے قبیلہ میں ۲ دو خاندان تھے، ایک خاندان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حضرت علیؓ وغیرہ کا تھا جسے بنو ہاشم کہتے ہیں، دوسرا خاندان حضرت عثمانؓ کا تھا جسے بنو امیہ کہتے ہیں، تو اگر بنو ہاشم کے خاندان کے لوگ مدینہ سے باہر جاتے تو لوگ اُن کی بڑی عزت کرتے کیونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے تھے، اور جو وہ کہتے سب مسلمان اس پر عمل کرتے، اس لئے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں مدینہ سے باہر جانے سے روک دیا تھا، کہ مبادا وہ مسلمانوں سے جا کر کہیں کہ دیکھو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کے ہیں، خلافت ہمیں ملنی چاہئے، تم لوگ ہماری مدد کرو، اور خلافت ہمیں دلواؤ،

مگر امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضؓ کے بعد حضرت عثمان غنی رضؓ نے ان لوگوں کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت دیدی، اور جیسے ہی یہ لوگ مدینہ سے باہر پہنچے بس یہی بات پیش آئی کہ لوگوں نے ان کی بڑی خاطر کی، اور سر آنکھوں پر بٹھایا، اور یہ کہنا شروع کیا کہ خلافت بنو ہاشم کے خاندان والوں کا حق ہے، اسی لئے انہی کو ملنی چاہئے، اور اس طرح

حضرت عثمان غنی رضؓ کی مخالفت شروع ہوگئی،

عرب میں ہر ہر قبیلہ کی زبان میں تھوڑا تھوڑا سا فرق تھا، جیسے ہمارے یہاں ہندوستان (اور پاکستان) میں ہر ہر صوبے اور ہر ہر ضلع کی اردو زبان میں تھوڑا تھوڑا سا فرق ہے، مثلاً حیدرآباد (دکن) میں قؔ کو خؔ بولتے ہیں، اور "قدرت" کو "خدرت" کہتے ہیں، اور پنجاب میں قؔ کو کؔ بولتے ہیں اور "قدرت" کو "کدرت" کہتے ہیں، اسی طرح بہت سے فرق ہیں، تو عرب میں بھی اسیطرح ہر قبیلہ کی الگ زبان تھی، اور سب قبیلے اپنی زبانوں میں قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، کوئی اِھدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ پڑھتا تھا، کوئی اِھدِنَا الزِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ زِرَاطَ الَّذِیْنَ پڑھتا تھا، اسی طرح پورے قرآن شریف کو ہر قبیلہ اپنی زبان میں پڑھتا تھا، مگر معانی اور مطلب اور ترجمہ سب ایک تھی، اُس میں کوئی فرق نہیں تھا،

مگر اس طرح الگ الگ طریقہ سے پڑھنے میں بہت خطرہ تھا، تھوڑے دنوں کے بعد سب قبیلے آپس میں لڑنے لگتے، ایک قبیلہ کہتا کہ ہمارا طریقہ صحیح ہے، دوسرا کہتا کہ تمھارا طریقہ بالکل غلط ہے، جس زبان میں ہم پڑھتے ہیں وہی قرآن شریف ہے، اور پھر اس طرح بہت بڑا فتنہ پیدا ہوجاتا،

یہ سوچ کر حضرت عثمان غنی رضؓ نے سب قرآن شریفوں کو جمع کیا، اور ان سب میں جو قرآن قبیلہء قریش کی زبان میں لکھا ہوا تھا جو سب سے اچھی اور صحیح زبان تھی وہ لکھوا کر تمام مسلمانوں میں تقسیم کروادیا، اور باقی

سب قرآن شریف ایک جگہ بند کر دیئے، تم جانو اس طرح جو اختلاف اور اور جھگڑنے والی بات تھی وہ ختم ہو گئی، اور قیامت تک مسلمان اس بہت بڑے جھگڑے سے محفوظ ہو گئے،

اس پر فتنہ پرور مسلمانوں اور منافقوں نے یہ بات کہنی شروع کی کہ حضرت عثمان رضؓ نے قرآن شریف جلا ڈالا، اور قرآن شریف کی بے عزتی کی، (نعوذ باللہ) غرض ان تمام باتوں کی وجہ سے بہت سے مسلمانوں کو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضؓ کی طرف سے غلط فہمی ہو گئی، اور اس پر منافقوں کو اور اسلام کے دشمنوں کو خوب موقع ملا کہ امیر المؤمنین کے خلاف مسلمانوں کو بھڑکا کر اسلام میں فتنہ اور خرابی پیدا کریں، چنانچہ انھوں نے پوری طرح مسلمانوں کو بھڑکایا، اور بہت سے مسلمان حضرت عثمان غنیؓ کے پوری طرح مخالف ہو گئے ؛

سوالات

۱۔ قرآن شریف کے پڑھنے میں کس طرح کے اختلاف تھے اور وہ کس طرح ختم ہوئے ؟

۲۔ اگر وہ اختلاف باقی رہتا تو کیا نقصان تھا ؟

۳۔ لوگ کیوں حضرت عثمان رضؓ کے خلاف باتیں کرتے تھے ؟

حضرت عثمان رضؓ کے خلاف سازش

(۱)

وعظ ، مفسد، معائنہ ، فرقہ ، بانی ، دَورہ ،

حضرت عثمان غنی رضؓ کی مخالفت آہستہ آہستہ پورے مُلک میں پھیل گئی بہت سے مسلمان ایسے تھے جو اپنی سادگی اور سیدھے پن سے دشمنوں کے کہنے سُننے میں آگئے، اور یہ سمجھنے لگے کہ حضرت عثمان غنی رضؓ غلط طریقے پر خلافت کے کام کر رہے ہیں، اور بعض مسلمان ایسے تھے جو جانتے بُوجھتے ہوئے بھی آپ کے خلاف تھے،

ایک یہودی تھا، اس کا نام عبداللہ بن سبا تھا، وہ بہت چالاک اور بہت مفسد تھا، اور اسلام کا پوری طرح دشمن تھا، اس نے دیکھا کہ یہودی ہوتے ہوئے اگر میں مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کروں گا تو لوگ میری بات نہ سنیں گے اور مجھے قتل کر دیں گے، اس لئے اُس نے چالاکی کی، اور بظاہر مسلمان ہو گیا، مگر اندر اندر یہودی رہا، اور آہستہ آہستہ مسلمانوں میں حضرت عثمان غنی رضؓ کے خلاف وعظ کہنے لگا،

تم پڑھ چکے ہو کہ مسلمانوں میں بہت سے لوگ حضرت عثمان رضؓ کے

خلاف ہو رہے تھے، اب جو عبداللہ بن سبا نے مسلمان ہو کر آپ کے خلاف وعظ کہنا شروع کیا تو لوگوں کو اور بھی موقعہ ملا،

تم پڑھ چکے ہو کہ قبیلۂ قریش میں ۲ خاندان تھے، ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان بنو ہاشم اور دوسرا حضرت عثمان غنی رضؓ کا خاندان بنو امیہ، ان دونوں خاندانوں میں برسوں سے مخالفت اور ناموافقت تھی، اب جب بنو امیہ میں سے حضرت عثمان رضؓ خلیفہ ہوئے اور بنو امیہ کے لوگوں کو بڑھنے کا موقع ملا تو بنو ہاشم کے لوگوں کو کچھ بُرا معلوم ہوا، مگر چونکہ سب مسلمان تھے اس لئے یہ بات بڑھی نہیں،

مگر عبداللہ بن سبا نے اسی بات کو لے کر لوگوں کو اُبھارا، اور یہ وعظ کہنا شروع کیا کہ خلافت بنو ہاشم کا حق ہے، انہی کو ملنی چاہیئے، اور ہر نبی کا ایک وصی ہوا کرتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جو بنو ہاشم کے خاندان سے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں، انہی کو خلافت ملنی چاہیئے، اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ پھر اس دنیا میں تشریف لائیں گے، اور وہ سب مسلمانوں سے پوچھیں گے کہ تم نے میرے خاندان والوں کو خلافت کیوں نہیں دی،

اسی طرح کی اور بہت سی بھڑکانے والی باتیں کر کے اس نے سارے مُلک میں حضرت عثمان غنی رضؓ کے خلاف ایک سازش پھیلا دی، اور ہر جگہ اپنے آدمی بھیج دیئے اور اپنے آدمیوں کو سکھا دیا کہ بالکل بزرگ بن کر رہو، اور بزرگوں اور صوفیوں کا لباس پہنو، اور وعظ میں حضرت عثمان رضؓ کی

مخالفت کرو اور ہر طرح اُن کے حاکموں کو پریشان کرو اور انھیں بدنام کرو، اس طرح اس کے آدمی تمام ملک میں پھیل گئے، اور چاروں طرف امیر المؤمنین کے خلاف لوگوں کو خوب اچھی طرح بھڑکانے لگے، اسی شخص یعنی عبد اللہ بن سبا نے شیعوں کا فرقہ شروع کیا، اور یہی اس فرقہ کا بانی ہے،

سب سے پہلے بصرہ کے گورنر عبد اللہ بن عامر رضؓ کو پتہ چلا کہ یہ شخص مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنا چاہتا ہے، انھوں نے بصرہ سے اُسے نکلوادیا، پھر یہ کوفہ پہنچا، اور وہاں سے بھی نکلوادیا گیا، وہاں سے نکل کر یہ مصر چلا گیا، اور وہاں جم کر اپنا کام کرنے لگا،

• جب حضرت عثمان غنی رضؓ نے دیکھا کہ فساد پھیل رہا ہے تو آپ نے سب گورنروں کو دار الخلافہ میں جمع ہونے کا حکم دیا، اور دریافت کیا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ سب نے عرض کی، امیر المؤمنین! یہ باتیں سب سچ ہیں کہ لوگ بہت فتنہ پر آمادہ ہیں، آپ سب کو جنگ میں لگادیجئے، تاکہ فتنہ نہ پھیلا سکیں، کسی نے کہا کہ ان مفسدین کو روپیہ دیدیجئے، تاکہ یہ لوگ خاموش ہوجائیں، مگر کوئی بات طے نہیں ہوئی،

آخر آپ نے تمام ملک میں اعلان کرادیا کہ میں ہر سال حج کے زمانہ میں سب صوبوں کے گورنروں کے کام کا معائنہ کروں گا، اور جس کو کسی سے کوئی شکایت ہو مجھ سے بیان کرے، اور جس کا حق میرے اوپر نکلتا ہو وہ مجھ سے ہر طرح اپنا حق لے سکتا ہے، اور اگر میں نہ دے سکوں تو مجھے

معاف کردے،

اس اعلان کو سُنکر لوگ بہت خوش ہوئے اور بہت سے مسلمان حضرت عثمانؓ کی مخالفت سے الگ ہوگئے،

اس کے بعد آپ نے بہت سے صحابہؓ کو تمام ملک میں بھیجا تاکہ وہ پورے ملک میں دورہ کرکے دیکھیں کہ کیا حال ہے؟ دارالخلافہ میں آکر امیرالمؤمنینؓ کو بتلائیں کہ فساد کہاں کہاں ہے؟ مگر سب لوگوں نے آکر بتلایا کہ معمولی طریقہ پر کہیں کہیں فسادی اور منافقین جھوٹی باتیں پھیلاتے ہیں، اور کہیں کچھ نہیں ہے، اُن صحابہ میں جو مُلک کا دَورہ کرنے کے لئے گئے تھے عمّار بن یاسرؓ بھی تھے، وہ دربار میں واپس نہیں آئے، اور مخالفین اور فسادیوں کے ساتھ ہوگئے؛

سوالات

۱۔ عبداللہ بن سبا کون تھا؟ اور اس سے اسلام کو کیا نقصان پہنچا؟

۲۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا اعلان کرایا؟ اور کیا تدبیریں کیں؟

حضرت عثمانؓ کے خلاف سازش

(۲)

بلوہ ، بلوائی ، سرفروشی ، فرد

جب سب صحابہؓ نے امن کی اطلاع دی تو کچھ اطمینان ہوا، اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سب صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کرکے حکومت کا انتظام اور زیادہ بہتر کرنے کا ارادہ کیا، اِدھر کوفہ، بصرہ، مصر کے منافقین نے آپس میں طے کرکے ایک بہت بڑی جماعت بنائی، اور تینوں جگہوں کے لوگ مل کر مدینہ کی طرف چلے، جب مدینہ کے قریب پہنچے تو امیر المؤمنینؓ کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک لشکر مدینہ آرہا ہے، اس لئے انھوں نے حضرت طلحہؓ حضرت زبیرؓ اور بعض صحابہؓ کو اُن لوگوں کے پاس بھیجا تاکہ معلوم کریں کہ اُن کا کیا مقصد ہے؟ اُن لوگوں نے واپس آکر بتلایا کہ وہ لوگ فتنہ وفساد پر آمادہ ہیں، اور مدینہ میں بدامنی پھیلانا چاہتے ہیں، اور کہتے یہ ہیں کہ ہم حکومت میں اصلاح پیدا کرنے کے لئے آئے ہیں، امیر المؤمنینؓ نے حضرت علیؓ کو بلایا، اور ان سے کہا کہ آپ جاکر اُن لوگوں کو سمجھائیں کہ میں اُن کی سب باتیں منظور کروں گا،

بشرطیکہ وہ باتیں اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے خلاف نہ ہوں، مگر اس وقت وہ لوگ واپس چلے جائیں، یہ سُنکر وہ لوگ واپس چلے گئے، ابھی یہ لوگ راستہ میں تھے اور واپس اپنے گھروں تک نہیں پہونچے تھے کہ ان لوگوں کو ایک حبشی غلام ملا، جو اونٹنی پر سوار تھا، اور دارالخلافہ سے مصر کی طرف اور بہت گھبرایا ہوا جا رہا تھا، اِن لوگوں نے اُس سے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں جا رہے ہو؟ تو کبھی وہ کہتا کہ میں امیرالمؤمنین کا غلام ہوں، کبھی کچھ کہتا اور کبھی کچھ، اس سے اُن بلوائیوں کو اس غلام پر شبہ ہوا، اور انھوں نے اس کی تلاشی لی، تو اس کے پاس سے ایک خط نکلا، جس پر حضرت عثمان امیرالمؤمنینؓ کی مُہر پڑی ہوئی تھی، اور وہ خط مصر کے گورنر کے نام لکھا تھا، اور اس میں لکھا تھا کہ :-

"مصر کے بہت سے لوگ مدینہ میں ایک لشکر بنا کر چڑھ آئے تھے اور بدامنی کرنا چاہتے تھے، مگر انھیں کسی نہ کسی طرح واپس کیا جا رہا ہے، اب جوں ہی یہ مصر پہونچیں تم ان سب کو قتل کرا دو"،

یہ خط دیکھ کر یہ لوگ غصہ کے مارے آگ بگولا ہو گئے، اور کہا کہ ہم سے تو یہ کہا کہ ہم تمھاری باتیں سب مان لیں گے، تم اس وقت چلے جاؤ، اور چُپکے چُپکے ہمارے قتل کا حکم لکھ دیا، اور وہ لوگ فوراً وہیں سے مدینہ واپس ہو گئے اور مدینہ پہنچتے ہی تمام شہر میں پھیل گئے، اور چلا چلا کر لوگوں سے کہنے لگے کہ دیکھو اس طرح ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کی گئی، اور ہمیں قتل کرنے کی تدبیریں کی گئیں، حضرت عثمان غنیؓ کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو آپ نے قسم کھا کر کہا کہ نہ میں نے یہ خط لکھا اور نہ مجھے اس خط کے متعلق کوئی خبر ہے،

اس سے اُن کو اس کا یقین ہو گیا کہ امیر المؤمنینؓ نے یہ خط نہیں لکھا ہے، اور نہ انھیں معلوم ہے، مگر تحقیق کرنے پر یہ معلوم ہوا کہ وہ خط مروان بن حکم نے لکھا تھا جو حضرت عثمانؓ کا خاص منشی تھا، اور اُن کا رشتہ دار بھی تھا، اس پر بلوائیوں نے کہا کہ مروان کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے تاکہ ہم اس سے اس دھوکہ بازی کا بدلہ لے سکیں، مگر حضرت عثمانؓ اس پر رضامند نہیں ہوئے اس لئے کہ آپ نے یہ مناسب سمجھا کہ ابھی اگر مروان بن حکم کو سزا دی جائے گی تو ممکن ہی کہ اور کچھ فساد پھیلے، کیونکہ وہ بہت دنوں سے امیر المؤمنینؓ کا میر منشی تھا، اس کا بہت اثر تھا، جب فساد فرو ہو جائے گا تو اُسے سزا دی جائے گی، مگر اس پر بلوائیوں نے کہا کہ ایسے آدمی کو حکومت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے جس کے نام اور مُہر سے اتنے بڑے بڑے حکم لکھ دیئے جائیں، اور اُسے پتہ بھی نہ چلے، اس لئے آپ خلافت چھوڑ دیجیے، ہم دوسرا خلیفہ بنائیں گے،

حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ جب تک میری جان میں جان باقی ہی میں ہرگز اس کُرتے کو نہیں اُتاروں گا جو اللہ نے خود مجھے پہنایا ہے، اس پر بلوائیوں نے کہا کہ یا تو تمہیں خلافت چھوڑنی پڑے گی ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے ؛

سوالات

۱۔ مصر سے کون لوگ آئے تھے اور اُن کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

۲۔ مروان بن حکم کون تھا؟ اُسے حضرت عثمانؓ نے سزا کیوں نہیں دی؟

۳۔ اس جملہ کا مطلب بتاؤ "جب تک میری جان میں جان باقی ہے اس کُرتے کو نہیں اُتاروں گا جو اللہ نے مجھے پہنایا ہے"؟

امیرُالمؤمنین حضرت عثمانؓ کی شہادت

وقت ، روضۂ اطہر ، آستانۂ خلافت ، بے حرمتی ،

جب حضرت عثمانؓ نے خلافت چھوڑنے سے انکار کر دیا تو بلوائیوں نے پورے مدینہ میں بدامنی کر دی، اور اعلان کر دیا کہ جو شخص بھی حضرت عثمانؓ کو بچانے کے لئے ساتھ دے گا ہم اُسے بھی قتل کر دیں گے، اس کے بعد ان لوگوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا، اور کھانا پانی اندر جانے سے روک دیا، امیر المؤمنینؓ پیاس اور بھوک سے بیتاب ہو گئے، مگر بلوائیوں نے کسی طرح پانی اندر نہیں لے جانے دیا، یہ حالت دیکھ کر بڑے بڑے صحابہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے بلوائیوں کو بہت سمجھانا چاہا مگر ان لوگوں نے ان صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی شان میں بھی گستاخی کی، اُم المؤمنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی تھیں انھوں نے چاہا کہ تھوڑا سا پانی آپ کے پاس پہنچا دیں، مگر باغیوں نے اُن کی شان میں بھی گستاخی کی، اور انھیں پانی نہ لے جانے دیا، یہ حالت دیکھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسین رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ

کو اور حضرت زبیرؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ کو اور بہت سے نوجوانوں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر پر بھیج دیا، کہ وہ پہرہ دیں اور باغیوں کو اندر نہ گھُسنے دیں، تاکہ وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو قتل نہ کردیں، یہ سب نوجوان قصرِ خلافت پر پہرہ دینے کے لئے کھڑے ہوگئے اور امیر المؤمنینؓ کے لئے اپنی جان کی بازی لگادی،

بلوائیوں کا بہت زور دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی چھت پر آئے، اور سب لوگوں سے کہا کہ اے لوگو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ تشریف لائے تو کہا کون زمین خرید کر مسجد کے لئے وقف کرے گا؟ تو میں نے آنحضورؐ کے حکم کی تعمیل کی، اور زمین خرید کر وقف کردی تھی، سب نے کہا ہاں معلوم ہے، آپ نے فرمایا کہ آج اُسی مسجد میں تم مجھے نماز بھی نہیں پڑھنے دیتے، اور تمہیں معلوم ہے کہ جب ہجرت کرکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو یہاں مسلمانوں کے لئے میٹھے پانی کا کوئی کنواں نہیں تھا، تو حضورؐ نے فرمایا کہ کون میٹھے پانی کا کُنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے گا؟ تو میں نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی تھی، سب نے کہا، ہاں معلوم ہے، آپ نے فرمایا کہ آج تم مجھے ایک گھونٹ پانی کے لئے ترسا رہے ہو،

پھر فرمایا کہ میں تمہیں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تمہیں وہ دن یاد نہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک کو میرا ہاتھ سمجھ کر میری طرف سے اپنے ہاتھ پر بیعت کی؟ سب نے کہا ہاں یاد ہے، تب

آپ نے فرمایا کہ اے لوگو! پھر کیوں تم میرے خون کے پیاسے ہو؟ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص بدکاری کرے وہ مار ڈالا جائے تو خدا گواہ ہے میں نے کبھی بدکاری نہیں کی، یا جو شخص قتل کرے وہ مار ڈالا جائے، تو تم جانتے ہو کہ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا، یا جو شخص اسلام سے پھر جائے اور مُرتد ہو جائے، تو اللہ کا احسان ہے کہ میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں، تم کیوں مجھے قتل کرنا چاہتے ہو؟

مگر ان باتوں کا باغیوں پر کوئی اثر نہیں ہوا، یہ حالت دیکھ کر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ اور دوسرے جاں نثاروں نے حاضر ہو کر عرض کی کہ حضور مدینہ میں آپ کے سینکڑوں جاں نثار موجود ہیں، انھیں اجازت دیجئے کہ وہ باغیوں کو مزہ چکھا دیں، یا پھر پیچھے کے دروازے سے چپکے سے نکل جائیے،

مگر آپ نے فرمایا کہ میں ان کو لڑائی کی اجازت دے کر مسلمانوں مسلمانوں میں جنگ کراؤں؟ یہ ناممکن ہے، اور میں مدینہ طیبہ جیسی پیاری جگہ چھوڑ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اطہر سے جدا ہو جاؤں یہ بھی نہیں ہو سکتا،

جو نوجوان گھر میں حفاظت کے لئے پہرہ دے رہے تھے انھوں نے عرض کی کہ اے امیر المؤمنین! اب حد ہو گئی، اور ہم سے برداشت نہیں ہوتا، ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم ان کا مقابلہ کریں،

مگر آپ نے فرمایا کہ اس وقت میں سب لوگوں کو خدا کا واسطہ

دیتا ہوں کہ وہ میری وجہ سے خون نہ بہائیں، اور اپنی تلواروں کو قبضہ میں رکھیں،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ "تم پر ایسا وقت آئے گا اور تم شہید ہوگے، اس وقت صبر کرنا، اور اللہ پر بھروسہ رکھنا" اس لئے آپ کو یقین تھا کہ میں ضرور شہید ہوں گا،

ایک دن جمعہ کے روز آپ نے روزہ رکھا، اور ذرا سو گئے، بس خواب دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ! ہم تمہارا انتظار کر رہے ہیں، جلدی کرو،

یہ خواب دیکھ کر جب آپ جاگے تو آپ نے اپنی بیوی حضرت نائلہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ آج میری شہادت کا وقت قریب آگیا ہے،

اور پھر بیس۲۰ غلام آزاد کئے، اور نئے کپڑے پہنے، اور قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگے، ادھر باہر سے باغیوں نے آستانۂ خلافت پر حملہ کر دیا، اور جو نوجوان پہرہ پر مقرر تھے انھیں مارتے اور زخمی کرتے ہوئے دروازے تک آگئے، اُدھر کئی باغی چھتوں پر سے چڑھ کر گھر میں پہنچ گئے، ان باغیوں میں سب سے آگے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہ تھے، وہ جانتے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ انھیں کوئی بڑا عہدہ دیں گے، مگر وہ نہیں ملا تھا، اس لئے آپ کے بے حد

مخالف تھے، انھوں نے بڑھ کر امیر المؤمنینؓ کی داڑھی پکڑی، اور زور سے کھینچی، آپ نے ان کو پہچان کر کہا، کہ بھتیجے اسے چھوڑ دو، اگر تمہارے والد زندہ ہوتے تو وہ کبھی تمھاری یہ حرکت پسند نہ کرتے،

اس پر محمد بن ابی بکرؓ فوراً پیچھے ہٹ گئے، اس کے بعد ایک شخص کنانہ بن بشر نے بڑھ کر لوہے کی ایک موٹی سی سلاخ پیشانی مبارک پر ایسی زور سے ماری کہ آپ چکرا کر قرآن شریف پر گر پڑے، اور زبان سے نکلا، بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ، "یعنی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اور اللہ ہی پر بھروسہ کرتا ہوں"،

اس کے بعد ہی فوراً ایک دوسرے شخص سودان بن حمران نے دوسری مرتبہ حملہ کیا، اور پیشانی پر ایک لوہا مارا، جس سے خون کا فوارہ بہہ نکلا، پھر ایک تیسرا شقی آپ کے سینۂ مبارک پر چڑھ کر بیٹھ گیا، اور تمام جسم مبارک نیزہ سے چھید ڈالا، مگر آپ ابھی تک شہید نہیں ہوئے تھے، ایک شخص نے تلوار کا ایسا حملہ کیا، کہ روحِ مبارک اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملی، اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

قرآن پڑھتے ہوئے شہید ہو گئے، تمام قرآن خون میں تر ہو گیا، باغیوں نے اس کی بھی بے حرمتی کی، جس وقت شہید ہوئے یہ آیت زبان پر جاری تھی:-

فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ٥

"خدا اُن کے لئے کافی ہے، اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے"

جتنے جان نثار تھے سب باہر باغیوں کو حملہ سے روک رہے تھے، اِدھر یہ لوگ چھت سے کود کر آ گئے، اس لئے سب کو پتہ بھی نہیں چلا، شہادت کے وقت صرف آپ کی بیوی حضرت نائلہ تھیں، وہ عورت ذات کیا کر سکتی تھیں، جب وار ہوا تو انھوں نے بے تاب ہو کر اپنے ہاتھ پر وار کو روکا، مگر ہاتھ اور انگلیاں کٹ گئیں، جمعہ کے دن عصر کے وقت آپ کی شہادت ہوئی، اور چالیس دن آستانۂ خلافت کا محاصرہ جاری رہا۔

سوالات

۱۔ شہادت کا مفصّل واقعہ بیان کرو؟
۲۔ کن لوگوں نے امیر المؤمنینؓ کی حفاظت کی؟
۳۔ محمد بن ابی بکرؓ کون تھے؟ اور وہ کیوں مخالف تھے؟
۴۔ کن بدبختوں نے آپ پر حملہ کیا؟

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد

تہمد ، نفاست ، گندمی رنگ

عصر کے وقت آپ کی شہادت ہوئی، اور فوراً تمام مدینہ میں یہ خبر پھیل گئی، جس نے سُنا کلیجہ تھام لیا، جو لوگ آپ کے مخالف تھے وہ بھی ہاتھ مَل مَل کر روتے تھے، حضرت علیؓ نے جب سُنا تو فوراً ہاتھ اُٹھا کر کہا کہ اے اللہ تو گواہ رہنا، میں نے حضرت عثمانؓ کے قتل میں کوئی حصہ نہیں لیا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو بہت بڑے صحابی تھے وہ دھاڑیں مار مار کر روتے تھے، آپ کا خون میں بھرا ہوا کُرتہ جو آپ شہادت کے وقت پہنے ہوئے تھے اور آپ کی بیوی کی کٹی ہوئی اُنگلیاں حضرت عثمانؓ کے طرفداروں نے چُپکے سے امیر معاویہؓ کے پاس جو شام کے گورنر تھے پہنچادیا، وہ کُرتہ اور اُنگلیاں وہاں سب مسلمانوں کے سامنے لٹکا دی گئیں، شام کے تمام مسلمان یہ دیکھ کر بیتاب ہوگئے اور چیخیں مار مار کر رونے لگے اور چلّانے لگے کہ ہم ضرور قاتلوں سے بدلہ لیں گے، اور بغیر بدلہ لئے نہیں مانیں گے، چونکہ تمام مدینہ میں باغیوں کا خوف چھایا ہوا تھا اس لئے کسی کی ہمت نہیں ہوتی تھی کہ آپ کے جنازے کو دفن کرے، سب باغیوں سے ڈرتے تھے،

چنانچہ جنازہ دو دن تک بے گور و کفن پڑا رہا، آخر دو دن کے بعد چند آدمی ہمت کر کے رات کے وقت آئے، اور بغیر غسل دیئے اور بغیر کفن پہنائے کُل سترہ آدمیوں نے جنازہ کی نماز پڑھی اور راتوں رات آپ کو دفن کر دیا، چونکہ شہیدوں کو غسل نہیں دیا جاتا، اور نہ کفن پہنایا جاتا ہے، اس لئے آپ کو بھی غسل و کفن نہیں دیا گیا،

آپ کُل بارہ ۱۲ سال خلیفہ رہے، آپ نے آٹھ شادیاں کیں جن میں پہلی دو ۲ بیویاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں تھیں، جن کا ذکر پیچھے گذر چکا ہے، آپ کے نو ۹ صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہوئیں، جن میں سے ایک صاحبزادے اَبانؒ بہت مشہور ہیں،

آپ کی طبیعت میں بہت صفائی اور نفاست تھی، روزانہ غسل کیا کرتے تھے، اور کپڑوں میں عطر لگایا کرتے تھے، اور زیادہ موٹے کپڑے پہنتے تھے،

آپ جب تک خلیفہ نہیں ہوئے تھے تب تک بھی بہت امیر اور مالدار آدمی تھے، اس لئے گھر میں بہت سے نوکر، غلام اور باندیاں رہتی تھیں، مگر آپ اپنا سب کام اپنے ہاتھ سے کرتے تھے، آپ ہمیشہ تہمد باندھا کرتے تھے، صرف شہادت کے وقت پاجامہ پہن لیا تھا، تاکہ جب دشمن قتل کرنے لگیں تو جان نکلتے ہوئے کہیں بدن نہ کھُل جائے،

آپ بہت خوب صورت تھے، گندمی رنگ تھا، درمیانہ قد تھا، داڑھی بہت گھنی اور لمبی تھی، سر کے بال بھی بہت لانبے تھے،

آپ نے خلیفہ ہونے کے بعد اپنے لئے بہت اچھا مکان بنوایا تھا، جو آج تک مدینہ طیبہ میں موجود ہے، جو قرآن شریف پڑھتے ہوئے آپ شہید ہو گئے تھے اس پر آپ کا خون لگا ہوا ہے، اور وہ اب تک مدینہ طیبہ میں موجود ہے،

آپ کے اندر حیاء بہت تھی، اور بیحد صبر کرتے تھے، دن کو خلافت کے کام کرتے تھے، اور رات کو تمام رات عبادت کرتے تھے، دوسرے تیسرے دن روزہ رکھا کرتے تھے،

آپ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیحد محبت تھی، اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، اللہ تعالیٰ اور آخرت سے بے حد ڈرتے تھے، جب کبھی کسی قبر کے پاس سے گذرتے تھے تو اس قدر روتے تھے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی، آپ کو قرآن شریف سے بہت عشق تھا، اور ہمیشہ تلاوت کرتے رہتے تھے، ایک دن میں پورا قرآن شریف ختم کر دیتے تھے:

سوالات

۱- آپ کی کتنی شادیاں ہوئیں؟ اور کتنی اولاد تھی؟

۲- آپ کا حلیہ بتاؤ؟

حضرت عثمانؓ کے کارنامے اور فضائل

چراگاہیں ، بحری فوج ، سرائیں

جن ممالک کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں فتح کیا گیا تھا، ان میں سے اکثر علاقوں میں حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد ہی وہاں کے لوگوں نے بغاوت کر دی، یہ تمام بغاوتیں پچھلے سبقوں میں گذر چکی ہیں،

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے بڑی خوبی سے ان تمام بغاوتوں کو دبا دیا، اور باغی ملکوں میں اسلام کی سلطنت مضبوط کی، اس کے علاوہ طبرستان، خراسان، کابل اور بہت سے ممالک جن کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے، آپ کے زمانہ میں فتح ہوئے، اُس وقت تک مسلمانوں میں سمندری یعنی بحری فوج اور بحری جنگ کا سلسلہ نہیں شروع ہوا تھا، یہ بھی آپ ہی کے زمانہ میں شروع ہوا، آپ نے عام لوگوں کے فائدے کے لئے بہت سی سرائیں اور بازار اور چراگاہیں بنوائیں،

آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے قرآن شریف میں جو اختلاف تھا اُسے ختم کرا دیا، سارے مسلمانوں کو ایک بہت بڑے فتنہ سے بچا لیا، ورنہ آج ہر ہر قبیلہ اور ہر ہر ملک کے پڑھنے کا طریقہ الگ الگ ہوتا، اور کوئی

ایسا طریقہ نہ ہوتا جو تمام دنیا کے مسلمان مانتے، اس کے متعلق تم پوری تفصیل پیچھے پڑھ چکے ہو،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ "ہر نبی کا ایک ساتھی ہوگا، اور جنت میں میرے ساتھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہوں گے،، آپ کی حیاء کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس قدر حیاء دار ہیں کہ اُن کا فرشتے بھی لحاظ کرتے ہیں، تو میں کیوں نہ اُن کی حیاء کا لحاظ کروں،

ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک پہاڑ پر گئے، جب آپ لوگ پہاڑ پر چڑھ گئے تو پہاڑ ہلنے لگا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے پہاڑ! رُک جا، تیری پیٹھ پر ایک پیغمبر، ایک صدیق اور ایک شہید ہیں، پس پہاڑ فوراً رُک گیا:

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ

کثیر العیال ، مخاطب ، تعمیر ، رسالت

آپ کا نام علی تھا، اور ابوالحسن ابو تراب یہ دونوں آپ کی کنیتیں تھیں، اور حیدر اور شیرِ خدا یہ دونوں آپ کے لقب تھے، آپ کے والد کا نامِ نامی ابو طالب تھا،

تمھیں یاد ہوگا اور تم نے تاریخ الاسلام کے پہلے حصہ رسولِ عربیؐ میں پڑھا ہوگا کہ جناب ابو طالب نے ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کتنی پریشانیاں اُٹھائیں، اور کس طرح محبت و شفقت سے آپؐ کی پرورش کی، جب تک زندہ رہے اُس وقت تک ہمارے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ نہ چھوڑا،

تمھیں یہ بھی یاد ہوگا کہ ابو طالب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے، تو اس طرح حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی ہوئے، آپ کی والدہ ماجدہ یعنی ابو طالب کی زوجۂ محترمہ کا نام فاطمہ تھا، اور وہ مسلمان ہوگئی تھیں،

ابو طالب بہت غریب اور کثیر العیال آدمی تھے، اس لئے اُن کا بوجھ

ہلکا کرنے کے لئے اُن کے لڑکے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پرورش میں لے لیا تھا، اور وہ بچپن ہی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہنے لگے تھے، مگر اس وقت تک حضورؐ پر رسالت نہیں نازل ہوئی تھی، جب حضورؐ نے رسالت کا اعلان کر دیا اور اپنے سب خاندان والوں کو بُلا کر کہا کہ میں تم کو سیدھا راستہ دکھلاتا ہوں، کون میرا ساتھ دے گا؟ تو آپ چھوٹے سے بچّے تھے کھڑے ہو کر کہا کہ میں آپ کا ساتھ دوں گا، اگرچہ میری ٹانگیں دُبلی پتلی ہیں اور آنکھیں دُکھتی ہیں اور میں کمزور ہوں، مگر میں آپ کا ساتھ دوں گا،

یہ سُنکر حضورؐ نے فرمایا کہ اچھا تم بیٹھ جاؤ، اور پھر سب خاندان والوں کو خطاب کیا، مگر کسی نے جواب نہ دیا، اور پھر حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر یہی کہا، پھر آپؐ نے بٹھلا دیا، اور سب سے مخاطب ہوئے، مگر اس مرتبہ بھی کوئی نہیں بولا، اور حضرت علیؓ نے کھڑے ہو کر یہی الفاظ دُہرائے، اس پر آپؐ نے فرمایا کہ تو میرا بھائی اور وارث ہے،

لڑکوں میں آپ سب سے پہلے دس برس کی عمر میں مسلمان ہوئے، اسلام لانے کے بعد تیرہ ۱۳ سال تک مکہ معظمہ میں تشریف فرما رہے، اور دن رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ اسلام کے لئے کہیں تشریف لے جاتے تھے تو آپ بھی ساتھ ہوتے تھے، مگر بچپن کی وجہ سے آپ کچھ نہیں کر سکتے تھے تو موقع پاکر بتوں کو توڑ ڈالتے تھے، اور جب آپ کی عمر تیئیس ۲۳ برس کی ہوئی، تو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ہجرت کا حکم دیا، اس وقت آپ نے وہ کام انجام دیا کہ جس کی مثال نہیں ملتی، تم نے پڑھا ہوگا کہ کافر ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی فکر میں رہتے تھے،

ہجرت کی رات کو سب کافروں نے مل کر طے کیا کہ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے، اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو اس ارادہ سے آگاہ کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر حضرت علیؓ کو سُلا دیا، اور خود مکہ سے نکل کر مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے، جب کافروں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پایا تو گھر میں گھُس کر تلاش کرنے لگے، وہاں دیکھا تو شہنشاہِ دوعالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بجائے اُن کا ایک نوجوان غلام اپنے آقا پر قربان ہونے کے لئے سو رہا ہے،

حضورؐ کے مدینہ تشریف لے جانے کے تین روز بعد حضرت علیؓ بھی مدینہ روانہ ہو گئے، وہاں پہنچ کر مسجدِ نبویؐ کی تعمیر میں حصّہ لیا، اور گارا مٹی اپنے ہاتھوں سے ڈھوئی :

سوالات

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کس خاندان سے تعلق رکھتے تھے ؟

۲۔ آپ کتنے دنوں مکّہ میں رہے اور کس عمر میں ایمان لائے ؟

۳۔ آپ نے حضورؐ کے ساتھ کیا جاں نثاری کی ؟

حضورؐ کی صاحبزادی سے حضرت علیؓ کا نکاح

مربی ، خاتونِ جنتؓ ، زرہ ،

سنہ ۲ھ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی، حضرت فاطمہؓ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبت تھی، حضرت فاطمہؓ حضورؐ کی سب سے پیاری بیوی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بیٹی تھیں، اور حضرت خدیجہؓ بچپن ہی میں حضرت فاطمہؓ کو چھوڑ کر اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں، اس لئے حضورؐ اور بھی محبت کرتے تھے، اور فرمایا کرتے تھے کہ میری بیٹی فاطمہؓ جنت کی عورتوں کی سردار ہے، اور فرمایا کرتے تھے کہ جس نے فاطمہؓ کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف دی،

سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ سے شادی کا پیغام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دیا، مگر حضورؐ نے کچھ جواب نہیں دیا، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی درخواست کی، انھیں بھی کوئی جواب نہیں دیا، سب سے آخر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ڈرتے ڈرتے

اپنے بڑے بھائی اور مربی سے درخواست کی کہ آج تک آپؐ نے مجھے اولاد کی طرح پرورش کیا، اب مجھے بالکل ہی اپنی غلامی کا شرف عطا فرمائیے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً قبول فرمالیا،

حضرت علیؓ حضورؐ کے گھر آپ کے زیرِ تربیت تھے، اپنا ہی لڑکا تھا اپنی ہی بیٹی تھیں، ہاں ایک بات یہ تھی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بالکل غریب تھے، نہ روپیہ تھا نہ مال و دولت تھی،

جب شادی کا وقت قریب آیا تو علیؓ کے پاس ایک گھوڑا اور ایک زرہ تھی، اور کوئی چیز نہ تھی، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ گھوڑا جہاد کے لئے رہنے دو اور زرہ بیچ کر شادی کا سامان خرید لو، چنانچہ زرہ چار سو اسی[480] درہم میں فروخت کر کے حضرت علیؓ عطر اور چھوارے وغیرہ خرید لائے، باقی رقم حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مہر کے لئے رکھ دی،

دین و دنیا کے سب سے بڑے سردار اور شہنشاہ کی شہزادی کی شادی تھی، اور جنت کی اور دنیا کی سب عورتوں کی سردار کا نکاح تھا، نہ بڑھیا کپڑے تھے، اور نہ گوٹہ، لچکا، زری لگے ہوئے بھاری بھاری جوڑے تھے، نہ چاندی سونے کے برتن تھے، نہ ہزار دو ہزار روپے کا مہر تھا، کُل اَڑتیس روپے مہر تھا، اور سُسرال سے بس تھوڑا سا عطر اور خوشبو ملی تھی، اور جہیز میں ایک پلنگ اور کھجور کی چھال بھرا ہوا گدا، ایک چادر، دو چکیاں اور ایک پانی بھرنے کا مشکیزہ اور ایک لکڑی کا پیالہ ملا تھا، حضورؐ نے خود اپنی بیٹی کا نکاح پڑھایا، اور برکت کی دعاء دی،

نکاح کے گیارہ مہینے بعد رخصتی ہوئی، اب تک حضرت علیؓ حضورؐ ہی کے گھر میں رہتے تھے، اب جو رخصتی کا وقت آیا تو ایک چھوٹا مکان کرایہ پر لیا، اور اسی میں خاتونِ جنت سیّدہ پاکؓ کو لاکر اُتارا، اور پھر حضرت علیؓ کی طرف سے ولیمہ کی دعوت ہوئی، اس دعوت میں جَو کی روٹی، شوربا، کھجور اور پنیر کھلایا گیا،

شادی کے بعد حضرت فاطمہؓ روزانہ خود چکّی پیسنی تھیں، ہاتھ میں چکّی پلینے سے گٹّے پڑ گئے تھے، اور روزانہ خود ہی مشکیزہ میں پانی بھر کر لاتی تھیں جس سے کمر اور سینۂ مبارک پر نشان پڑ گئے تھے۔

سوالات

۱۔ حضرت فاطمہؓ کا مہر اور جہیز کا سامان کیا کیا تھا؟

۲۔ حضرت علیؓ کون تھے؟ اور حضورؐ سے اُن کا کیا رشتہ تھا؟

۳۔ شادی کے وقت حضرت علیؓ کے پاس کتنے رُوپے اور کتنا سامان تھا؟

غزوات میں شرکت

جہنم رسید ، مقدرہ ، فاتح خیبر

غزوۂ بدر کا حال تم پہلے پڑھ چکے ہو، اُس غزوہ میں حضرت علیؓ کے پاس ایک عَلَم تھا، اور وہ مجاہدوں کی فوج کے آگے آگے تھے، جب لڑائی شروع ہوئی تو کافروں کی فوج میں سے تین بہادر پہلوان نکلے، اور انھوں نے کہا کہ ہمارے مقابلہ کے لئے تین مسلمانوں کو بھیج دو،

یہ سنکر مجاہدین کی صف میں سے تین صحابہؓ نکلے، اُن میں ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے، انھوں نے ایک وار میں اپنے مقابل کو قتل کر دیا، اور پھر دوسرے کافر کو بھی قتل کر دیا، ایک بچا وہ بھاگ گیا، اور پھر لڑائی شروع ہوئی، تو آپ نے بڑی بہادری کا ثبوت دیا،

غزوۂ اُحد میں بھی آپ نے بڑی جواں مردی اور بڑی شجاعت سے عَلَم ہاتھ میں لے کر کفار کا مقابلہ کیا،

غزوۂ خندق کافروں کے ایک سردار نے مسلمانوں میں سے کسی کو مقابلہ کے لئے پکارا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اُس کے مقابلہ پر آ ئے تو اس نے کہا کہ میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا، آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں

یہ سُنکر وہ گھوڑے سے کود پڑا، اور مقابلہ کرنے لگا، مگر آپ نے ایک تلوار ایسی ماری کہ وہ جہنم رسید ہوگیا،

صُلح حُدَیبیہ کا واقعہ بھی تم پڑھ چکے ہو، اس میں حضرت علیؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ وہ صُلح نامہ لکھیں، آپ نے لکھنا شروع کیا، اور سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھ کر لکھا کہ! "یہ وہ صلح نامہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہے"،

اس پر کافروں نے کہا کہ ہم اسے نہیں مانیں گے، اور ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ نہیں سمجھتے، پھر کیوں اس پر "رسول اللہؐ" لکھا ہے؟

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دو، مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ہرگز اپنے ہاتھ سے یہ لفظ نہ مٹاؤں گا، تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے مٹایا،

فتح خیبر کے موقع پر آپ نے اتنی بہادری کا کارنامہ کیا کہ آج تک وہ کارنامہ یادگار ہے،

مدینہ کے قریب یہودیوں کے بہت بڑے بڑے قلعے تھے، اور ان میں یہودی بڑی طاقت اور سازوسامان کے ساتھ رہتے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنہ ۷ھ میں حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کو ان قلعوں کے فتح کرنے کا حکم دیا، اور اُن پر چڑھائی کی، اور بہت ہی خوں ریز جنگ کئی دن تک ہوتی رہی، مگر وہ قلعے فتح نہیں ہوئے، ان میں سب سے بڑے اور مضبوط قلعے کا نام "خیبر" تھا، آخر ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

اعلان فرمایا کہ کل میں اُس شخص کو فوج کا سپہ سالار بناؤں گا جو اللہ کے رسولؐ کا محبوب ہے، اور جس کے مقدر میں لکھا ہے کہ اس کے ہاتھ سے خیبر کا قلعہ فتح ہو،

سب لوگ رات بھر انتظار کرتے رہے، کہ دیکھیں وہ کون شخص ہے جس کے مقدر میں فاتح خیبر ہونا لکھا ہے،

صبح ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو پکارا، اور فرمایا:۔ کہ "تم فوج کے سپہ سالار بنائے جاتے ہو، جاؤ اور خیبر کے قلعہ کو فتح کرو"

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میری آنکھیں آئی ہوئی ہیں، اور ان میں سخت تکلیف ہے، "حضورؐ نے اپنا مبارک تھوک آپ کی آنکھوں میں لگا دیا، اور اس سے وہ فوراً اچھی ہوگئیں،

اس کے بعد آپ قلعۂ خیبر پر حملہ کرنے کے لئے روانہ ہوئے، یہودیوں کا سردار اُن کی فوج سے نکلا، اور کہا کہ "میں بہت بہادر تجربہ کار ہوں اور میرا نام مرحب ہے"

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "میں شیرِ خدا ہوں، اور میرا نام حیدر ہے" اتنا کہہ کر حضرت علیؓ نے جھپٹ کر ایک ہی وار میں مرحب کے قتلے کر ڈالے، اور پھر قلعہ کی طرف بڑھے، قلعہ والوں نے دروازہ بند کر لیا، مگر آپ نے دروازہ اُکھاڑ ڈالا، اور قلعہ پر قبضہ کر لیا، اور جب مکہ فتح ہوا تو مسلمانوں کا عَلَم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہاتھ میں تھا، اور اسلامی فوج کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئے،

اسی طرح ہر موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی بہادری اور شجاعت سے مسلمانوں کی دھاک جمادی، اور جہاں بڑے بڑے لوگ ناکامیاب ہوجاتے تھے وہاں آپ بہت آسانی سے فاتح ہوکر آتے تھے۔

سوالات

۱۔ حضرت علیؓ کے کارنامے بتلاؤ؟

۲۔ خیبر کہاں تھا؟ اور وہاں کیا واقعہ ہوا؟

۳۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علیؓ نے "رسول اللہ" کا لفظ مٹانے سے کیوں انکار کیا؟

حضرت علیؓ کی خلافت

قصاص، مطالبہ، ملتوی

تم اسی کتاب میں چند ورق پہلے حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت کا حال پڑھ چکے ہو، جب حضرت عثمان غنیؓ کے خلاف باغیوں نے بغاوت کردی، تو آپ نے انھیں بہت سمجھایا، اور فساد سے روکنا چاہا، مگر باغی نہ مانے، اور محل کے پیچھے چھت سے کود کر حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کرڈالا،

آپ کی شہادت کے بعد تین دن تک کوئی خلیفہ منتخب نہیں ہوسکا، تیسرے دن لوگوں نے حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی کہ آپ کے علاوہ اور کوئی خلافت کے لائق نہیں ہے، اس لئے ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلیں،

مگر آپ نے انکار فرمایا، لیکن بڑے بڑے مہاجرین اور انصاری صحابہؓ نے بہت اصرار کیا، اور مجبور کیا، تو آپ نے منظور فرمالیا، اور دوشنبہ کے روز ذی الحجہ کی اکیسویں تاریخ کو مسجدِ نبویؐ میں سب مسلمانوں نے آپ کے ہاتھوں پر بیعت کی، اور آپ کو

مسلمانوں کا خلیفہ منتخب کیا،

خلیفہ ہونے کے بعد سب سے پہلا کام آپ کے ذمہ یہ پڑا کہ خلیفۂ مظلوم حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں کو گرفتار کرا کے انھیں سزا دی جائے، مگر اُن کے قتل کے وقت وہاں سوائے حضرت عثمان رضؓ کی بیوی نائلہ رضؓ کے اور کوئی موجود نہیں تھا، اور وہ پردہ دار بیوی تھیں، کسی کو نہیں پہچانتی تھیں، اس لئے صحیح صحیح پتہ چلنا مشکل ہو گیا، کہ کس نے قتل کیا اور کیسے سزا دی جائے، اور سب فسادیوں کو سزا دی جاتی تو پھر فساد ہونا ضروری تھا، کیونکہ انھوں نے ہی حضرت علی رضؓ کو خلیفہ بنایا تھا، ان سب مصلحتوں کی وجہ سے حضرت علی رضؓ نے حضرت عثمان رضؓ کے قاتلوں کی سزا اور قصاص کے معاملہ کو دوسرے وقت پر ملتوی کر دیا،

پیچھے گذر چکا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضؓ نے بڑے بڑے صحابہ رضؓ کو صوبوں کی گورنری سے ہٹا کر اُن کی جگہ اپنے خاندان کے نوجوان حاکم مقرر کر دیئے تھے، حضرت علی رضؓ سوچتے تھے کہ یہی ناتجربہ کار اور نوجوان حاکم غلطی کرتے ہیں، اور اسی سے سب فسادات پھیلتے ہیں، اس لئے آپ نے خلیفہ ہوتے ہی سب سے پہلے حضرت عثمان رضؓ کے مقرر کئے ہوئے سب حاکموں کو معزولی کا حکم دے دیا، اور اُن کی جگہ دوسرے نئے حاکم مقرر کر کے سب صوبوں میں روانہ کر دیئے،

جن حاکموں کو حضرت علی رضؓ نے معزول کیا، انہی میں شام کے حاکم حضرت امیر معاویہ رضؓ بھی تھے، یہ بہت سمجھدار اور عقلمند حاکم تھے، اور

بائیس برس سے شام کے حاکم تھے، اس لئے پورے شام میں ان کا بڑا اثر تھا، انھیں معزول کرنا بہت مشکل تھا، اسی لئے جب حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے مقرر کئے ہوئے حاکموں کو الگ کرنا چاہا تو بہت سے بزرگ اور سمجھدار صحابہؓ اور مسلمانوں نے آپ کو سمجھایا، اور کہا کہ سب کو الگ کر دو، مگر امیر معاویہؓ کو الگ نہ کرو، ورنہ لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں گے، اور مشکل آپڑے گی،

مگر حضرت علیؓ نہ مانے، اور سہیل بن حنیفؓ نامی ایک بزرگ کو شام کا والی بنا کر بھیجا، اور کہا کہ تم معاویہؓ کو میرا حکم دے کر وہاں کی حکومت سنبھال لینا، اور اس کے ساتھ ہی امیر معاویہؓ کے پاس ایک دوسرا آدمی خط لے کر بھیجا، اس میں لکھا تھا کہ تم میری خلافت تسلیم کرو اور یہاں آکر میرے ہاتھوں پر بیعت کرو،

لیکن امیر معاویہؓ کے سپاہیوں نے سہیل بن حنیفؓ کو شام میں گھسنے ہی نہیں دیا، اور راستہ ہی سے واپس کر دیا، اور اس آدمی کو جو بیعت کا خط لے کر گیا تھا، شہر میں لے گئے، وہاں اس نے دیکھا کہ جامع مسجد کے اوپر حضرت عثمانؓ کا خون میں بھرا ہوا کرتہ اور آپ کی بیوی جنابہ نائلہ رضؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں لٹکی ہوئی ہیں، اور ہزارہا بڑے بڑے مسلمان انھیں دیکھ کر زار وقطار رو رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ پہلے حضرت عثمانؓ کا بدلہ لیا جائے پھر کسی کو خلیفہ مانیں گے،

یہ دیکھ کر وہ آدمی وہاں سے چلا آیا، اور مدینہ شریف میں آکر امیر المؤمنین رضؓ

سے کہا کہ شام میں پچاس ہزار مسلمان حضرت عثمانؓ کا خون آلود کرتہ دیکھ کر روتے ہیں اور ان کے قتل کا بدلہ لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں،

اُدھر سہیل بن حنیفؓ پہنچے، اور عرض کی کہ اے امیر المؤمنین! مجھے امیر معاویہؓ نے شام میں گھسنے بھی نہیں دیا، اور راستہ ہی سے بھگا دیا،

یہ سُنکر امیر المؤمنین حضرت علیؓ سمجھ گئے کہ میری خلافت میں بہت فساد ہے، اور امیر معاویہؓ کے خلاف لڑائی کے لئے تیاری کرنے لگے، کیونکہ امیر معاویہؓ نے خلیفۃ المؤمنین کے حکم کے خلاف کیا، اور اُن کے مقرر کئے ہوئے حاکم کو واپس کر دیا تھا،

یہ مسلمانوں کی سب سے پہلی بدنصیبی تھی، اور پہلی مرتبہ مسلمانوں کی دو جماعتیں الگ الگ ہو کر لڑنے کا ارادہ کر رہی تھیں، اس لئے بہت سے صحابہؓ اور مسلمان بالکل الگ ہو کر بیٹھ گئے، اور یہ طے کر لیا کہ کسی کا ساتھ نہ دیں گے،

اور بعض صحابہ کرامؓ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیاری دیکھ کر جنگ سے بچنے کے لئے مدینہ سے باہر چلے گئے،

حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ یہ دونوں بہت بڑے اور صاحب اثر تھے، انھوں نے بھی اس فتنہ سے بچنے کے لئے مدینہ چھوڑ دیا اور مکہ چلے گئے ؛

سوالات

۱۔ امیر معاویہؓ کون تھے؟ اور ان کے متعلق امیر المؤمنینؓ نے کیا حکم دیا؟

۲۔ سہیل بن حنیفؓ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

۳۔ حضرت عثمانؓ کا قصاص کیوں نہیں لیا گیا؟ اور شام میں قصاص نہ لینے کی وجہ سے کیا حالت ہوئی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت

سانحہ ، شورش ، بلوائی

اِدھر تو حضرت علیؓ امیر معاویہؓ سے مقابلہ کرنے کی تیاری کر رہے تھے، اُدھر اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضرت علیؓ کے خلاف ہو گئیں،

واقعہ یہ ہوا کہ جب حضرت عثمانؓ شہید ہوئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ مدینہ میں نہیں تھیں، اور حج کرنے کے لئے مکّہ آئی ہوئی تھیں، اُن کی غیر موجودگی ہی میں حضرت عثمانؓ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا، اور اس کے بعد اُن کی غیر موجودگی ہی میں حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے، اور مدینہ میں امیر معاویہؓ سے مقابلہ کی تیاریاں اور مسلمانوں میں اختلاف رائے ہوا، جب وہ حج کر کے مکّہ سے مدینہ جانے لگیں تو راستہ میں آپ کو یہ اطلاع ملی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور حضرت علیؓ خلیفہ ہو گئے، اور مسلمانوں میں بہت افراتفری پھیلی ہوئی ہے،

یہ سنکر آپ راستہ ہی سے واپس ہو پھر مکّہ آ گئیں، یہاں آ کر آپ کو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ ملے، جو مدینہ سے مکّہ آ گئے تھے، تاکہ فتنہ

سے پیچھے رہیں، حضرت عائشہؓ نے اُن سے حالات دریافت کئے تو انھوں نے سب حالات بیان کئے، حضرت عثمانؓ کی مظلومیت اور شہادت کا آپ کو بے حد رنج ہوا، اور آپ نے سب مسلمانوں سے کہا کہ حضرت عثمانؓ کا قصاص لینا بے حد ضروری ہے، اور مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی کہ :-

"اے مسلمانو! لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو معمولی باتوں پر بغیر کسی وجہ کے مظلوم شہید کر دیا، اور اب میں اس لئے واپس آئی ہوں کہ حضرت عثمانؓ کا بدلہ لوں، اور لوگوں کی اصلاح کروں"

اس تقریر سے بہت سے مسلمان حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہو گئے، کیونکہ بہت سے مسلمان ایسے تھے جو حضرت علیؓ کے خلاف تھے، اور حضرت علیؓ کے خلیفہ ہونے کے بعد وہ لوگ جنھوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا تھا، اور فتنہ و فساد کروایا تھا حضرت علیؓ کی فوج میں داخل ہو گئے تھے، اور حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کے سب لوگوں کو معزول کر دیا تھا، اور ان کے قتل کرنے والوں کو اب تک کوئی سزا نہیں دی گئی تھی، اس لئے بہت سے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ خدانخواستہ حضرت علیؓ بھی قتل کی سازش میں شریک تھے،

کچھ تو اس وجہ سے اور کچھ حضرت عائشہؓ کی زبان سے قصاص کی آواز سُنکر اور ان کی تقریر سُنکر تین ہزار مسلمان مع ساز و سامان کے حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہو گئے، اور حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو گئے،

مکہ کے حاکم عبداللہ بن حضرمی اور حضرت طلحہ رض اور حضرت زبیر رض بھی حضرت عائشہ رض کا ساتھ دینے کے لئے اور حضرت عثمان رض کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تیار ہو کر حضرت عائشہ رض کی فوج میں داخل ہو گئے،

تم پیچھے پڑھ چکے ہو کہ حضرت عثمان رض کا میر منشی مروان بن حکم تھا جو آپ کا قریبی رشتہ دار تھا، اُسی کی وجہ سے یہ سب فتنہ پھیلا تھا، اور باغیوں نے حضرت عثمان رض پر چڑھائی کی تھی، جب مصر کے باغی مدینہ میں بلوہ کرنے کے لئے آئے تھے تو اُن کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا گیا تھا، مگر راستہ میں انھیں ایک شخص امیر المؤمنین رض کا خط مصر کے حاکم کے نام لے جاتا ہوا ملا تھا، کہ ان سب لوگوں کو قتل کر دو، اس خط پر چونکہ امیر المؤمنین رض کی مُہر بھی تھی، یہ خط پا کر بلوائی پھر بگڑ گئے تھے کہ ہم کو سمجھا بجھا کر رخصت کر دیا، اور چپکے سے ہمارے قتل کا حکم جاری کر دیا، پھر وہ لوگ مدینہ آئے، اور تحقیق کی، تو معلوم ہوا کہ یہ خط مروان نے بغیر خلیفۃ المؤمنین رض کے حکم کے لکھوایا تھا انھیں پتہ بھی نہ تھا، پھر بلوائیوں نے کہا کہ مروان کو ہمیں دے دو، مگر امیر المؤمنین رض نے انکار کر دیا،

یہ پورا واقعہ تم پیچھے پڑھ چکے ہو، اور تمھیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ مروان کس قسم کا آدمی تھا، وہی مروان اس وقت حضرت عثمان رض کے قتل کے بعد مدینہ سے اپنے خاندان کے بہت سے آدمیوں کو لیکر مکہ بھاگ آیا تھا: اب وہ حضرت عائشہ رض کی فوج میں داخل ہو گیا،

غرض حضرت عائشہ رض کی فوج ہر طرح تیار ہو گئی، تو اُمّ المؤمنین رض

نے فرمایا کہ اب فوج کو لے کر مدینہ چلنا چاہئے، تاکہ وہاں جو شورش ہے اُسے بند کریں، اور وہیں حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو پکڑ کر قتل کریں، مگر آپ کے لشکر کے بہت سے لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ پہلے عراق، بصرہ، کوفہ وغیرہ چل کر وہاں قبضہ کر لیا جائے، اور سب مسلمانوں کے ذہن میں یہ آواز پہنچائی جائے کہ حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینا ضروری ہے، تاکہ تمام مسلمان ہماری طرف یعنی حضرت عائشہؓ کی طرف ہو جائیں، چنانچہ یہی رائے طے پائی۔

سوالات

۱۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کی مخالفت کیوں کی؟ اور کیا کیا؟

۲۔ مروان بن حکم کون تھا؟ اور وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ کیوں تھا؟

۳۔ حضرت عائشہؓ عراق، بصرہ کی طرف کیوں چلیں؟

حضرت عائشہ رضؓ کی بصرہ کو روانگی؛

امام المسلمین ، قاضی ، غیر جانبدار

جب یہ بات طے ہوگئی تو حضرت عائشہ رضؓ نے بصرہ کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیدیا، اور مکہ سے تین ۳ ہزار مسلمانوں کا لشکر بصرہ کی طرف روانہ ہوا، جو مسلمان کسی طرف نہیں تھے اور غیر جانبدار تھے وہ اس دن بہت روئے، کیونکہ مسلمانوں کا لشکر مسلمانوں سے، اور صحابۂ کرامؓ صحابۂ کرامؓ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہو رہے تھے،

بصرہ کے نئے قاضی عثمانؓ بن حنیفؓ تھے، اُن کو حضرت علیؓ نے مقرر کیا تھا، چنانچہ جب عثمانؓ بن حنیفؓ کو پتہ چلا کہ حضرت عائشہ رضؓ حضرت علیؓ کی مخالفت کرکے مسلمانوں کو حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تیار کرنے آرہی ہیں تو عثمانؓ بن حنیفؓ نے بصرہ سے باہر نکل کر حضرت عائشہ رضؓ کو روکنا چاہا، اور اپنا ایک قاصد حضرت عائشہؓ کی خدمت میں بھیجا، اس قاصد نے دریافت کیا کہ آپ بصرہ کس لئے تشریف لائی ہیں؟ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا کہ میں حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اور مسلمانوں کی اصلاح کا مقصد لیکر آئی ہوں،

..... لوگوں نے مدینہ میں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں ایک بے گناہ امام المسلمین کو قتل کیا، اور اُن کے گھر میں بے اجازت گھس گئے، اور ہر طرح بے گناہ مسلمانوں کو ستایا"

حضرت عائشہ رضؓ کا یہ جواب سُنکر وہ قاصد بالکل غیر جانبدار ہو گئے، اور عثمانؓ بن حنیف حاکمِ بصرہ نے طاقت کے ذریعہ حضرت عائشہ رضؓ کو روکنے کا ارادہ کیا، اور لڑائی کا ارادہ کر کے مقابلہ کرنے کے لئے نکلا،

حضرت عائشہ رضؓ نے لڑائی سے پہلے پھر مسلمانوں کے سامنے ایک تقریر کی، اس تقریر سے مسلمانوں کے دل پر بہت اثر پڑا، اور عثمانؓ بن حنیف کے لشکر میں سے ایک جماعت حضرت عائشہ رضؓ کے ساتھ ہو گئی،

اب لڑائی تھوڑی دیر کے لئے رُک گئی، لڑائی سے پہلے حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ سے عثمانؓ بن حنیف حاکمِ بصرہ نے کہا کہ جب تم دونوں نے امیر المؤمنین حضرت علی رضؓ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی ہے تو مجھ سے کیوں لڑتے ہو؟ اور میرا حکم کیوں نہیں مانتے! کیونکہ میں انہی کا مقرر کیا ہوا ہوں،

ان دونوں بزرگوں نے فرمایا کہ ہم سے زبردستی بیعت لی گئی ہے، ہم نے خوشی سے نہیں کی،

یہ سنکر عثمانؓ بن حنیف نے کہا کہ اچھا ہم تحقیق کرائے لیتے ہیں، اگر تم سے زبردستی بیعت لی گئی ہے تو میں تمھارے ساتھ ہو جاؤں گا، اور تم نے خوشی سے بیعت کی ہو گی تو تمھیں میرا حکم ماننا پڑے گا،

انھوں نے یہ شرط منظور کر لی، اور بصرہ کے قاضی کو مدینہ بھیجا گیا کہ وہ تحقیق کر کے صحیح معاملہ بتلائیں، وہ مدینہ گئے، اور مسجدِ نبوی میں سب مسلمانوں سے پوچھا، مگر کوئی کچھ نہ بولا، اتنے میں حضرت اُسامہ بن زید رضؓ نے اُٹھ کر کہا کہ اُن دونوں بزرگوں سے بہت زبردستی کر کے بیعت لی گئی ہے،

یہ سنکر حضرت علیؓ کے ساتھیوں نے حضرت اُسامہ رضؓ پر حملہ کر دیا، مگر بہت سے صحابہؓ نے حضرت اُسامہ رضؓ کو بچا لیا، بصرہ کے قاضی حالات معلوم کر کے چلے گئے، اور وہاں جا کر کہہ دیا کہ حضرت طلحہ رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ سے جبراً بیعت لی گئی ہے، لیکن عثمان بن حنیف نے اپنی شرط کے خلاف کیا، اور لڑائی شروع کر دی، بہت معمولی لڑائی کے بعد عثمان بن حنیف کو شکست ہوئی، اور وہ گرفتار کر کے حضرت عائشہ رضؓ کے حضور میں پیش کئے گئے، مگر حضرت عائشہ رضؓ نے انھیں چھوڑ دیا، اور فاتحانہ شان سے بصرہ میں داخل ہوئیں، اور منادی کرادی کہ جو لوگ ایسے ہیں جنھوں نے حضرت عثمان رضؓ کے قتل میں مدد کی ہے اور شریک رہے ہیں وہ تحقیق کر کے گرفتار کئے جائیں،

چنانچہ عبداللہ بن سبا جو مشہور منافق اور اسلام کا دشمن تھا، اور جس نے شیعہ فرقہ کی بنیاد رکھی ہے، جس کا ذکر تم پیچھے مفصّل پڑھ چکے ہو اس کے گروہ کے بہت سے لوگ جنھیں "سبائی" کہتے ہیں، گرفتار کر کے قتل کر ڈالے گئے، اور جن لوگوں کے متعلق پتہ چلتا رہا کہ یہ حضرت عثمان رضؓ کے قتل میں شریک تھے وہ سب پکڑ کر قتل

کر ڈالے گئے، اس قتل کی وجہ سے بصرہ کے سب لوگ حضرت عائشہؓ کے خلاف ہو گئے، اور مخالفین کی ایک بڑی جماعت بن گئی ؛

سوالات

۱۔ عثمانؓ بن حنیف کون تھا؟ اور اس نے کس طرح رد کیا؟ اور کیا انجام ہوا؟

۲۔ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کس فوج کے ساتھ تھے؟

۳۔ اور انھوں نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی؟

۴۔ حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ اور عثمانؓ بن حنیف کے درمیان کیا شرط ہوئی تھی؟ اور پھر کیا ہوا؟

حضرت علیؓ کی بصرہ کو روانگی

مدینۃ الرسولؐ ، دارالخلافہ ، قصاص عثمانؓ

پیچھے تم پڑھ چکے ہو کہ جب سُہیل بن حنیف کو حضرت علیؓ نے شام کا حاکم بنا کر بھیجا تو امیر معاویہؓ کے سپاہیوں نے سہیل بن حنیف کو راستہ ہی سے واپس کر دیا، اور حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انکار کر دیا یہ حالت دیکھ کر امیر المؤمنینؓ نے حضرت امیر معاویہؓ سے مقابلہ اور جنگ کی تیاری شروع کی، لیکن جب امیر المؤمنینؓ کو یہ اطلاع ہوئی کہ مکہ سے حضرت عائشہؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ اور بہت سے مسلمان لڑائی کی تیاری کر کے میری مخالفت کرنے اور مسلمانوں کو قصاص عثمانؓ پر آمادہ کرنے کے لئے بصرہ اور عراق جا رہے ہیں، تو آپ نے بھی بصرہ کا ارادہ کر لیا، اور مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے کر بصرہ اور عراق جانے کا فیصلہ کر لیا،

جب مسلمانوں کو یہ اطلاع ہوئی کہ امیر المؤمنینؓ مدینہ طیبہ چھوڑ کر عراق جا رہے ہیں تو بڑے بڑے صحابہؓ نے حاضر ہو کر حضرت علیؓ سے عرض کیا کہ آپ مدینہ سے ہرگز نہ جائیے، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں بڑی بڑی لڑائیاں ہوئیں، مگر ان دونوں خلفاء نے مدینۃ الرسول اور دار الخلافہ نہیں چھوڑا،

مگر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ صوبہ عراق میں بصرہ اور کوفہ دونوں بڑے بڑے شہر ہیں اور دونوں جگہوں پر بیت المال میں بہت خزانہ ہے، اور حضرت عائشہؓ اور بہت سے مسلمان مکہ سے عراق جانے والے ہیں تاکہ بصرہ وغیرہ پر قبضہ کر کے مسلمانوں کو میرے خلاف لڑائی پر آمادہ کریں، اگر یہ لوگ وہاں پہنچ گئے تو بہت مشکل پیش آئے گی، یہ کہہ کر آپ نے عام اعلان کرایا کہ لوگ فلاں وقت مدینہ سے کوچ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں، بہت سے صحابہؓ بالکل الگ ہو گئے، اور وہ مدینہ ہی میں رہے، جب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی سواری مدینہ سے روانہ ہونے لگی تو ایک صحابی جناب عبد اللہ بن سلامؓ نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی لگام پکڑی اور کہا کہ امیر المؤمنین! آپ مدینہ سے نہ جائیں، خدا کی قسم! اگر آپ مدینہ سے چلے گئے تو مدینہ پھر واپس نہ آئیں گے،

مگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا تھا، اگر مدینہ سے نہ روانہ ہوتے تو وہاں بصرہ کوفہ اور پورے عراق پر مخالفین کا قبضہ ہو جاتا، اور اگر نکلتے تو اُمّ المؤمنین حضرت عائشہؓ کا مقابلہ کرنا پڑتا، مگر اصل میں آپ کو معلوم تھا کہ امّ المؤمنین حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو مروان بن حکم اور بہت سے فسادی اور خود غرض لوگ بھڑکا رہے ہیں، اس لئے حضرت علیؓ نے ضروری سمجھا کہ اس معاملہ کو دبایا جائے، اور بصرہ کے لئے مسلمانوں کا لشکر لے کر روانہ ہو گئے، لیکن حضرت عائشہؓ کا لشکر پہلے ہی پہنچ چکا تھا، اور

عثمان بن حنیف حاکمِ بصرہ کو شکست دے کر بصرہ پر قبضہ کر چکا تھا، اس لئے حضرتِ علیؓ جب بصرہ کے قریب ایک جگہ "ذی قار" میں پہنچے، اور انھیں یہ حال معلوم ہوا تو وہیں رُک گئے اور پڑاؤ ڈال دیا، اس کے بعد اپنے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ کو کوفہ بھیجا کہ وہاں کا حال معلوم کر کے آئیں، اور مسلمانوں سے کہیں کہ وہ امیر المؤمنین کے ساتھ ہو کر لڑیں،

اس وقت کوفہ کے حاکم ایک بہت بڑے صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ تھے، جس وقت امام حسنؓ وہاں پہنچے تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مسجد میں کھڑے ہوئے تقریر کر رہے تھے، کہ مسلمان اس معاملہ سے الگ رہیں، اور کسی کا ساتھ نہ دیں، حضرت امام حسنؓ نے پہنچ کر اُن کو منبر پر سے اُتار دیا، اور خود کھڑے ہو کر تقریر کی، اور مسلمانوں کو امیر المؤمنین کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا، سب مسلمان تیار ہو گئے، اور دس ہزار مسلمان ذی قار میں آ کر جہاں امیر المؤمنین حضرت علیؓ کا قیام تھا امیر المؤمنین کی فوج میں داخل ہو گئے ۔

سوالات

۱۔ حضرت علیؓ بصرہ کیوں تشریف لائے ؟
۲۔ اگر آپ ام المؤمنین کی فوج سے مقابلہ نہ کرتے تو کیا خرابی پیش آتی ؟
۳۔ جب حضرت علیؓ ذی قار میں پہنچے تو بصرہ کا حاکم کون تھا ؟

صُلح کی کوشش

دائرہ، وعدہ خلافی، متفق

جو مسلمان کوفہ سے حضرت امام حسنؓ کے ساتھ آکر حضرت علیؓ کی فوج میں داخل ہوئے، اُن میں ایک بہت اچھے اور بزرگ مسلمان تھے، ان کا نام قعقاع تھا، وہ اور بہت سے مسلمان ایسے تھے جو دل سے چاہتے تھے کہ مسلمانوں میں جنگ نہ ہو، اس لئے قعقاع حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ "اے امّاں آپ کیا چاہتی ہیں؟"

آپ نے فرمایا کہ "میں حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتی ہوں، اور مسلمانوں میں جو خرابی ہے اُسے درست کرنا چاہتی ہوں۔"

قعقاع نے فرمایا کہ "آپ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کو بھی بلا لیجئے، تاکہ وہ بھی میری بات سُن لیں" جب وہ دونوں بزرگ تشریف لے آئے تو قعقاع نے کہا کہ اس وقت حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینا ناممکن ہے، عبداللہ بن سبا کے فرقہ کے لوگ ہر جگہ فتنہ پھیلا رہے ہیں، اور پتہ نہیں چلتا کہ کتنے آدمی اُن کے قتل میں شریک تھے، آپ نے خود بصرہ میں اُن کو پکڑ کر قتل کرنا شروع کیا، جس کی وجہ سے بصرہ کے

بہت سے لوگ آپ کے خلاف ہو گئے، آخر مخالفت کی وجہ سے آپ کو قتل بند کرنا پڑا تو اگر آپ کو بدلہ لینا ہی تھا تو آپ نے اُن کی مخالفت کی وجہ سے قتل کیوں بند کیا، اسی طرح اگر حضرت علیؓ اس وقت قصاص لینا شروع کر دیں تو ہزارہا مسلمان خلاف ہو جائیں گے، اور اسلام کی جڑ ہل جائے گی، اس وقت آپ حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیجئے، اور سب مسلمانوں کو متفق کرنے کی کوشش کیجئے، جب ذرا سکون ہو جائے گا تو فوراً آپ ہی لوگ مقدمہ دائر کر کے قصاص کا معاملہ طے کر لیجئے گا،،

حضرت قعقاع کی تقریر سے حضرت عائشہؓ اور حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ سب صلح پر راضی ہو گئے، اور قعقاع نے جا کر امیرالمؤمنین کو یہ واقعہ سُنایا، امیرالمؤمنین یہ سُنکر بے حد خوش ہوئے، اور صلح کی تیاری کرنے لگے، اور پھر فوج کے سامنے قعقاع نے یہ واقعہ سُنایا، اور کہا یہ معاملہ ساری اُمت کا ہے، اس لئے لڑائی وغیرہ سے پرہیز کرنا چاہئے، اور سب لوگ اپنے اپنے گھر چلے جائیں، میں بھی اپنے گھر جاتا ہوں، لیکن جن لوگوں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کرنے میں شرکت کی ہے، اُن کو ہم سے کوئی امید نہ رکھنی چاہئے،

جب مشہور منافق عبداللہ بن سبا کے فرقہ کے لوگوں نے جو حضرت علیؓ کی فوج میں تھے یہ سُنا کہ اب عنقریب صلح ہونے والی ہے، تو انھوں نے آپس میں مل کر مشورہ کیا کہ اگر صلح ہو گئی اور چاروں طرف امن ہو گیا، تو سب مسلمان آپس میں متفق ہو جائیں گے، اور متفق ہونے کے بعد جب اطمینان ہو جائیگا

تو حضرت علیؓ سب سے پہلے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کو تلاش کرائیں گے، اور ایک ایک سے بدلہ لیں گے، بس ہماری خیر نہیں، اب کونسی ایسی تدبیر کریں کہ صُلح نہ ہو اور لڑائی ہو جائے، ایک منافق نے کہا کہ یہ کرو کہ حضرت علیؓ کو بھی وہیں پہنچادو جہاں حضرت عثمانؓ کو پہنچایا ہی، آخر میں یہ رائے ہوئی کہ رات کو بغیر حضرت علیؓ کو بتائے ہوئے ایک دم حضرت عائشہؓ کی فوج پر حملہ کردو، اور حضرت علیؓ کی فوج میں یہ مشہور کردو کہ حضرت عائشہؓ کی فوج نے حملہ کیا تھا، اس لئے لڑائی شروع ہو گئی، اُدھر حضرت عائشہؓ کی فوج میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو جانتے تھے کہ اگر لڑائی نہ ہوئی اور صُلح ہو گئی تو ہماری خیر نہیں، مروان بن حکم نے سوچا کہ اگر لڑائی رُک گئی تو اطمینان ہوتے ہی مجھ سے پوچھا جائے گا کہ وہ مصریوں کے لئے قتل والا حکم کیسے لکھا گیا تھا؟

مروان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے اُن سب ہی کی مرضی تھی کہ لڑائی ہو،

چنانچہ اُدھر تو رات کو حضرت قعقاعؓ نے حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ کو صُلح پر تیار کیا اور سب یہ اطمینان کر کے سوئے کہ صبح صلح مکمل ہو جائے گی، اُدھر رات ہی کو فسادیوں نے جنگ شروع کردی، حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھی یہ سمجھے کہ حضرت طلحہؓ و حضرت زبیرؓ نے وعدہ خلافی کی، اور وہ یہ سمجھے کہ حضرت علیؓ نے وعدہ خلافی کی۔

سوالات

۱۔ یہ لڑائی کن لوگوں نے کرائی، اور کیوں کرائی؟

۲۔ مروان بن حکم اور عبداللہ بن سبا کون تھے؟ اور کس کی طرف تھے؟

۳۔ صُلح کی ابتدا کس نے کی اور کیا بات چیت کی؟

جنگِ جمل

ناحق ، جمل ، ہودج

جب دونوں طرف کے فسادیوں نے جنگ شروع کر دی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ فوراً اپنی فوج کے سپاہیوں کو چِلّا چِلّا کر روکنے لگے، ادھر حضرت عائشہ رضؓ ایک اُونٹ پر سوار ہوگئیں، اور اپنی طرف کے لوگوں کو جنگ سے روکنے لگیں، مگر فسادی اور منافق دونوں طرف اسی کوشش میں لگے ہوئے تھے کہ جنگ رُکنے نہ پائے، چنانچہ بہت زوروں سے جنگ ہونے لگی، یکایک حضرت علی رضؓ نے حضرت زبیر رضؓ کو دیکھا اور پکار کر کہا کہ اے زبیرؓ تمہیں یاد ہے کہ ایک دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے دریافت فرمایا تھا کہ کیا تم علی رضؓ کو اپنا دوست سمجھتے ہو؟ تو تم نے کہا تھا کہ ہاں! پھر حضور ؐ نے فرمایا تھا کہ دیکھو ایک دن تم علی رضؓ سے ناحق لڑوگے؟ حضرت زبیر رضؓ نے فرمایا کہ ہاں، اب یہ بات مجھے یاد آئی ہے، چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات یاد آتے ہی حضرت زبیر رضؓ جنگ سے الگ ہوگئے، اور بصرہ کی طرف چلے کہ اپنا سامان لے کر کہیں چلے جائیں، حضرت طلحہ رضؓ نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھا تو پوچھا، کیا بات ہے؟ آپ نے پورا واقعہ بتلایا اور کہا کہ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہم ناحق حضرت علیؓ سے لڑ رہے ہیں،
یہ سُنکر حضرت طلحہؓ نے فرمایا کہ پھر میں بھی اس جنگ سے الگ ہوتا ہوں کیونکہ ہم حق والے مسلمانوں سے جنگ کر رہے ہیں، چنانچہ یہ دونوں حضرات بصرہ کی طرف چلے، مروان نے دیکھا کہ یہ دونوں چلے جائیں گے تو جنگ کا رنگ پھیکا پڑ جائے گا، اور ممکن ہے کہ جنگ رُک جائے، یہ سوچ کر اس نے ایک نیزہ حضرت طلحہؓ کو مارا، وہ زہر میں بجھا ہوا تھا، اور جونہی حضرت طلحہؓ کے لگا وہ فوراً شہید ہو گئے، اب حضرت زبیرؓ تنہا واپس ہوئے، مگر حضرت علیؓ کی فوج کا ایک سپاہی آپ کے ساتھ ہو گیا، راستہ میں نماز کا وقت ہو گیا، تو دونوں نماز پڑھنے لگے، مگر جب حضرت زبیرؓ سجدے میں گئے تو اس نے نیت توڑ کر آپ پر تلوار ماری، اور سر تن سے جُدا کر دیا، اور آپ کا سر لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں گیا، کہ اب مجھے انعام ملے گا،

حضرت علیؓ نے فرمایا کہ "تو ضرور دوزخ میں جائے گا، یہ اُس آدمی کا سر ہے جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اپنی جان لڑا دی ہے"

ان دونوں حضرات کے چلے جانے کے بعد بھی لڑائی بند نہ ہوئی، دونوں طرف کے لوگ نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے، حضرت عائشہؓ اپنی فوج کے درمیان میں اونٹ پر ایک ہودج میں بیٹھی ہوئیں لوگوں کی حوصلہ افزائی کر رہی تھیں، بہت سے جاں نثار اونٹ کو گھیرے میں لئے ہوئے تھے، اور مخالف فوج کے لوگ اونٹ کے ہودج پر تیر برسا رہے تھے، وہ تمام

تیر ہودج میں اٹک کر رہ جاتے تھے، اور جو لوگ اونٹ گھیرے میں لئے ہوئے تھے وہ شہید ہو جاتے..... تو فوراً کوئی نوجوان آکر اس کی جگہ لے لیتا تھا، اس طرح اونٹ کی حفاظت میں دو ہزار سات سو آدمیوں نے اپنی جانیں اُمّ المؤمنین رضؓ کے لئے قربان کر دیں، جب لڑائی کا فیصلہ نہ ہوا تو حضرت علیؓ نے اپنے ایک سپاہی سے کہا کہ پیچھے سے جا کر حضرت عائشہ رضؓ کے اونٹ کے پَیر کاٹ دو، تاکہ وہ بیٹھ جائے، چنانچہ جیسے ہی اونٹ کے پَیر کٹے وہ بلبلا کر بیٹھ گیا، اس کے بیٹھتے ہی حضرت عائشہ رضؓ کے فوج کے سپاہیوں کے پَیر اُکھڑ گئے، اور وہ بھاگنے لگے، یہ رنگ دیکھ کر حضرت علیؓ نے فوراً اپنی فوج میں اعلان کر دیا کہ کوئی شخص کسی بھاگنے والے کا پیچھا نہ کرے، اور نہ کوئی کسی کا سامان لوٹے، جو شخص ہتھیار ڈال دے اُسے کچھ نہ کہا جائے،

غرض جنگ ختم ہو گئی اور حضرت علی رضؓ جیت گئے تو آپ حضرت عائشہ رضؓ کے اونٹ کے پاس آئے اور پوچھا کہ اماں! آپ کا مزاج کیسا ہے؟ کہیں خدانخواستہ کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی؟ حضرت عائشہ رضؓ نے محبت سے جواب دیا، اور اعلان کیا کہ میری حضرت علی رضؓ سے کوئی لڑائی نہیں ہے کچھ غلط فہمیوں کی وجہ سے ہم میں یہ جنگ ہوئی،، اس جنگ میں دس ہزار مسلمان شہید ہوئے اور یہ جمادی الثانی ۳۶ھ میں ہوئی، حضرت عائشہ رضؓ کے جمل پر بیٹھنے کی وجہ سے اس کو "جنگِ جمل" کہتے ہیں:۔

سوالات

۱۔ یہ جنگ کس طرح ختم ہوئی اور کب ہوئی؟ ۲۔ حضرت علی رضؓ اور حضرت زبیر رضؓ کا پورا واقعہ بیان کرو؟ ۳۔ اس جنگ کی پوری تفصیل اپنے لفظوں میں بیان کرو؟

جنگِ صفّین

از سرِ نو، حرص، علوی فوج

جنگِ جمل کے بعد حضرت علیؓ نے کوفہ کو دار الخلافہ بنا لیا اور وہیں قیام فرمایا تاکہ مدینہ منورہ فتنہ و فساد سے بچا رہے، اور دوسرے کوفہ میں مسلمانوں کی بڑی طاقت تھی، یہاں رہ کر وہ خلافت کے کام انجام دے سکتے تھے، اس لئے یہیں سے انھوں نے از سرِ نو خلافت کا انتظام شروع کر دیا، اور صوبوں میں اچھے اچھے حاکم مقرر کئے، تم پیچھے پڑھ چکے ہو کہ شام کے حاکم امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کی خلافت اور بیعت سے انکار کر دیا تھا، اب حضرت علیؓ نے جریر بن عبداللہ کو ان کے پاس بھیجا اور کہلایا کہ مجھے تمام مجاہدین اور انصار صحابہؓ نے خلیفہ مقرر کیا ہے، اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کی اطاعت کرو اور میری خلافت اور بیعت قبول کرو، حضرت معاویہؓ نے جواب دیا کہ ہم جب تک حضرت عثمانؓ کا بدلہ نہ لیلیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے، آپ حضرت عثمانؓ کے قتل میں شریک تھے، اس لئے ہم آپ کی خلافت تسلیم نہ کریں گے، حضرت عمرو بن عاصؓ ایک بہت بڑے صحابی تھے، اور بہت عقلمند تھے، حضرت معاویہؓ نے اُن سے وعدہ کر لیا تھا کہ اگر میں حضرت علیؓ سے جیت گیا اور خلیفہ ہو گیا تو تمھیں مصر کا حاکم بنا دوں گا، اس لئے عمرو بن عاصؓ امیر معاویہؓ کو مشورہ دیتے تھے اور بہت سے صحابہؓ اپنی اغراض سے امیر معاویہؓ کے ساتھ ہو گئے تھے، امیر معاویہؓ کا جواب پاکر پھر حضرت علیؓ نے کہا کہ تم ناحق ضد سے باز آجاؤ، حضرت عثمانؓ کے قتل میں

میں بالکل شریک نہیں تھا، اور عمرو بن عاصؓ کو لکھا کہ دُنیا کی حرص و لالچ نہ کرو، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، مگر امیر معاویہؓ نہ مانے تب حضرت علیؓ نے تمام ملک سے فوج جمع کرنے کا حکم دیا، اور شام کی طرف حضرت امیر معاویہؓ سے مقابلہ کے لئے اسّی ہزار فوج لیکر چلے، جب علوی فوج شام کے قریب پہنچی تو امیر معاویہؓ کے ایک سردار ابوالاعور نے روکنا چاہا، مگر شکست کھا کر بھاگا، اور امیر معاویہؓ کو علوی فوج کے آنے کی اطلاع دی، امیر معاویہؓ نے فوراً اپنی فوج کو مقابلہ کے لئے روانہ کیا، اُن کی فوج صِفّین کے میدان میں اُتری، وہاں دریائے فرات کے کنارہ پر اس نے قبضہ کرلیا، اور علوی فوج کو پانی سے روکنے لگی، اب حضرت علیؓ کے سپاہیوں کو پیاس کی بیحد تکلیف ہونے لگی، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ جنگ کر کے دریا پر قبضہ کرلو، چنانچہ معمولی سے مقابلہ کے بعد علوی فوج نے گھاٹ پر قبضہ کرلیا، مگر آپ نے حکم دیدیا کہ پانی سے کسی کو نہ روکا جائے اور دونوں طرف کے سپاہی آپس میں مل جُل کر پانی لینے لگے، دونوں فوجیں میدانِ جنگ میں تین مہینے تک پڑی رہیں، اور برابر صُلح کی کوشش ہوتی رہی، مگر صُلح نہ ہوسکی، اور بالآخر جنگ شروع ہوگئی، لیکن ابھی جنگ بہت معمولی طریقہ پر ہو رہی تھی کہ اتنے میں رجب کا مہینہ شروع ہوگیا، اور دونوں طرف کی فوجوں نے رمضان کی وجہ سے جنگ ملتوی کردی، اب علماء اور بزرگوں نے پھر صُلح کی کوشش شروع کردی، اور امیر معاویہؓ کے پاس گئے کہ تم کیا چاہتے ہو! اور جنگ کیوں نہیں روکتے ہو؟ امیر معاویہؓ نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کے قتل کا بدلہ چاہتا ہوں، صُلح کرانے والوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ نے تو نہیں قتل کرایا ہی جو تم اُن سے جنگ کرتے ہو؟ امیر معاویہؓ نے فرمایا کہ انھوں نے قتل نہیں کرایا، مگر قتل کرنیوالوں کے ساتھ

ہیں اگر وہ انھیں ہمارے حوالہ کردیں تو ہم ابھی صلح کرتے ہیں، یہ پیغام جب حضرت علیؓ کے لشکر میں پہنچا تو آپ کی فوج میں سے تیس ہزار آدمی نکل کر میدان میں کھڑے ہوگئے، اور کہا کہ ہم سب حضرت عثمانؓ کے قاتل ہیں، جس کا دل چاہے ہم سے بدلہ لے لے، یہ دیکھ کر صلح کرانے والے حضرت بالکل الگ ہوگئے، صفر کے مہینہ میں ۳۷ھ میں پھر بہت زبردست جنگ شروع ہوئی اور کئی مہینے تک جاری رہی، کسی طرح فیصلہ نہ ہوتا تھا، آخر ایک دن حضرت علیؓ نے اپنی فوج کے سامنے تقریر کی اور کہا کہ اس طرح جنگ کا کوئی فائدہ نہیں، ایک مرتبہ ایسا حملہ کرو کہ کوئی نہ کوئی فیصلہ ہوجائے، آپ کی فوج نے بہت پامردی کے ساتھ حملہ کیا، حضرت علیؓ خود فوج کے آگے آگے ہوکر بڑی جرأت اور پامردی کے ساتھ لڑ رہے تھے، اور رجز پڑھ کر فوجوں کو ابھارتے جاتے تھے، لڑتے لڑتے آپ امیر معاویہؓ کے سامنے پہنچے، تو للکار کر کہا کہ اگر ہمت ہے تو اکیلے آجاؤ اور مقابلہ کرلو، اس طرح مسلمانوں کا خون کیوں بہاتے ہو؟ مشہور صحابی حضرت عمر بن العاصؓ جو معاویہؓ کے ساتھ تھے انھوں نے امیر معاویہؓ سے یہ کہا کہ بات تو ٹھیک ہے، نکلئے اور مقابلہ کیجیے، امیر معاویہؓ نے کہا کہ واہ تم جانتے ہو کہ جو شخص اُن کے مقابلہ پر جاتا ہے وہ بچ کر واپس نہیں آسکتا، تم چاہتے ہو کہ مجھے قتل کرا کے میری جگہ قبضہ کرلو، یہ سنکر عمرو بن العاصؓ خود مقابلہ کے لئے نکل پڑے، دیر تک دونوں میں مقابلہ ہوا، ایکدم حضرت علیؓ نے ایسا وار کیا کہ حضرت عمر بن العاصؓ گھوڑے سے گر کر بالکل برہنہ ہوگئے، شیرِ خدا علی مرتضیٰؓ نے فوراً منہ پھیر لیا، اور انھیں زندہ چھوڑ کر واپس چلے آئے، اُس دن جنگ پھر ملتوی ہوگئی، اور فیصلہ نہ ہوسکا، دوسرے دن جمعہ کے روز صبح سے جنگ شروع ہوگئی اور شام تک بہت

خون ریز جنگ ہوتی رہی، شام کو بھی نہیں رُکی، اور رات بھر میدانِ کارزار گرم رہا، ہزاروں بچے یتیم ہوگئے، ہزاروں عورتیں بیوہ ہوگئیں اور میدان لاشوں اور زخمیوں اور گھوڑوں کی لاشوں سے پٹ گیا، اس جنگ میں حضرت علیؓ کی فوج کا پلہ بھاری رہا، دوسرے دن صبح کو لاشیں اُٹھانے کے لئے اور کفن و دفن کیلئے جنگ ملتوی کردی گئی، اس دن چونکہ امیر معاویہؓ کی فوجیں کمزور پڑ گئی تھیں اور امیر معاویہؓ کو اندازہ ہوگیا تھا کہ اب جیتنا مشکل ہے، اور حضرت امیر معاویہؓ کی فوج کے افسر بھی ہمت ہار گئے، اس لئے فوراً انھوں نے حضرت علیؓ کے پاس قاصد بھیجا، کہ اب صُلح کرلو، مگر حضرت علیؓ نے صُلح سے انکار فرمادیا، لیکن اب امیر معاویہؓ کی فوج کی ہمت نہیں تھی، کہ وہ مقابلہ کریں، اس لئے سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہئے ؟

حضرت عمر بن العاصؓ نے کہا کہ میں ایسی ترکیب کروں گا کہ یا تو حضرت علیؓ کو جنگ روکنی پڑے گی، یا پھر اُن کی فوج میں پھوٹ پڑجائے گی،

چنانچہ دوسرے دن جنگ شروع ہوئی تو عمرو بن عاصؓ کی ترکیب کے موافق ایک بہت بڑا عَلَم امیر معاویہؓ کی فوج کے آگے آگے بلند تھا، اُسے پانچ آدمی اٹھائے ہوئے تھے، اور اس پر ایک بہت بڑا قرآن شریف بندھا ہوا تھا، اور فوج میں ہزاروں آدمی نیزوں پر قرآن باندھے ہوئے تھے، اور بلند کئے ہوئے تھے، اور جب حضرت علیؓ کی طرف سے حملہ ہوا تو امیر معاویہؓ کی فوج کے آدمی چلّانے لگے کہ ہمارے اور تمھارے درمیان میں یہ قرآن شریف ہے، لڑائی بند کرو، اور اس کے مطابق فیصلہ کرو، اس چالنے

بہت کام دیا اور حضرت علیؓ کی فوج نے ہتھیار ڈالنا شروع کئے، حضرت علیؓ اور بڑے بڑے لوگوں نے بہت سمجھایا، کہ دیکھو یہ صرف ایک چال ہے، جب ہارنے لگے تب قرآن شریف درمیان میں لے آئے، یہی ہم پہلے کہتے تھے تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو صرف حضرت عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں، اور کچھ نہیں سنیں گے، لہٰذا اس پھندے میں آکر اپنی طاقت برباد نہ کرو، مگر حضرت علیؓ کی فوج نے کچھ نہ سُنا اور کہا کہ اگر آپ جنگ بند نہ کریں گے تو ہم آپ سے جنگ کریں گے، مجبور ہو کر حضرت علیؓ کو جنگ بند کرنے کا حکم دینا پڑا، اگر فوج عین وقت پر نافرمانی نہ کرتی تو جیت حضرت علیؓ ہی کی ہوتی،

اس جنگ میں حضرت علیؓ کی فوج کے پچیس ہزار مسلمان شہید ہوئے اور دوسری طرف کے پینتالیس ہزار مسلمان شہید ہوئے ؛

سوالات

۱۔ امیر معاویہؓ نے حضرت علیؓ کا مقابلہ کیوں نہیں کیا؟

۲۔ عمر بن العاصؓ کون تھے؟ انھوں نے کیا کیا؟

۳۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمر بن العاصؓ کے ساتھ کیا کیا؟

تحکیم

تحکیم ، فریق ، بحث مباحثہ

جب یہ جنگ رُک گئی اور یہ فیصلہ ہو گیا کہ قرآن کے مطابق عمل کیا جائیگا تو دونوں طرف کے لوگوں نے آپس میں مل کر یہ طے کیا کہ ایک آدمی امیر معاویہؓ اپنی طرف سے مقرر کریں، اور ایک آدمی حضرت علیؓ مقرر کریں، دونوں آدمی مل کر بات چیت کریں، اور قرآن وحدیث کے مطابق کوئی فیصلہ کریں، دونوں فریق وہ فیصلہ منظور کر لیں، چنانچہ امیر معاویہؓ کی طرف سے عمر بن عاصؓ مقرر کئے گئے اور حضرت علیؓ کی طرف سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ مقرر ہوئے، جب دونوں آدمی مقرر ہو گئے تب ایک معاہدہ لکھا گیا کہ جو کچھ یہ دونوں طے کر دیں گے وہ دونوں فریقوں کو منظور ہوگا اور اس پر حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے دستخط ہوئے اور یہ طے ہوا کہ شام اور عراق کے بیچوں بیچ یہ دونوں حضرات اپنا فیصلہ سُنائیں گے، اب دونوں حضرات نے گفتگو شروع کی، حضرت عمر بن عاصؓ نے ہر بات میں یہ کہنا شروع کیا، کہ آپ مجھ سے بہت بڑے ہیں، میری آپکے سامنے کیا مجال ہے، جو کچھ آپ کہیں گے منظور ہے، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سیدھے آدمی تھے، اس لئے بالکل صاف صاف بات کرتے تھے، آپنے عمر بن عاصؓ سے دریافت کیا کہ تم کس کو خلیفہ بنانا چاہتے ہو؟ انھوں نے کہا امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ کے ولی اور قصاص کے دعویدار ہیں اس لئے وہ زیادہ حقدار ہیں، حضرت ابو موسیٰؓ نے جواب دیا کہ خدا سے ڈرو، معاویہؓ کا مرتبہ اتنا اونچا نہیں ہے کہ وہ خلیفۃ المسلمین ہو سکیں،

اور پھر حضرت علیؓ کے مقابلہ میں اُن کی کیا حیثیت ہی؟ آخر بہت بحث مباحثہ کے بعد یہ بات طے ہوئی کہ عمر بن العاصؓ یہ اعلان کریں کہ میں معاویہؓ کو تخت سے اُتارتا ہوں، اور حضرت ابوموسیٰؓ حضرت علیؓ کو معزول کردیں، پھر مسلمانوں سے کہیں کہ اب تم جسے چاہو خلیفہ بنالو، یہ بات طے ہوگئی اور ایک دن مقرر ہوگیا کہ اس دن اس کا اعلان ہوگا، حضرت ابوموسیٰؓ سے لوگوں نے کہا کہ پہلے آپ ہرگز اعلان نہ کیجئے گا ورنہ ممکن ہی عمرو بن عاصؓ اپنے معاہدے سے پھر جائیں، مگر جب ہزاروں مسلمانوں کے سامنے اعلان کیلئے دونوں آدمی بڑھے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ عمر! تم کھڑے ہوکر اعلان کردو، تو عمرو بن عاصؓ نے کہا کہ بھلا میری کیا مجال ہی کہ آپ سے پہلے میں کھڑا ہوں، یہ سُنکر ابوموسیٰ اشعریؓ کھڑے ہوگئے، اور فرمایا کہ "ہم دونوں نے یہ طے کیا ہی کہ اپنے اپنے آدمیوں کو معزول کردیں، اور آپ لوگ جسے چاہیں خلیفہ بنالیں، اس لئے میں حضرت علیؓ کو معزول کرتا ہوں"، اب حضرت عمر بن عاصؓ نے فرمایا کہ "حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے تو اپنے آدمی کو معزول کردیا اس لئے اُنکی خلافت تو اب ختم ہوئی، مگر میں اپنے آدمی کو معزول نہیں کرتا، وہ خلیفۃ المومنین ہیں"، یہ سنکر حضرت ابوموسیٰؓ غصہ سے بیتاب ہوگئے، اور فرمایا کہ "عمر! تمھاری حالت کُتے کی طرح ہے، لاددو تب بھی چلاتا ہی چھوڑ دو تب بھی"، اس فیصلہ سے تمام مسلمانوں اور حضرت علیؓ کی فوج میں غصہ اور نفرت کی آگ لگ گئی، اور انھوں نے عمر بن عاصؓ پر حملہ کردیا، وہ بچ کر نکل گئے، اس کے بعد امیر معاویہؓ کے ہاتھوں پر انکی طرف کے لوگوں نے باقاعدہ بیعت کرلی اور وہ خلیفۃ المومنین کہلانے لگے اور حضرت علیؓ اپنی فوج کو لیکر واپس کوفہ چلے آئے۔

سوالات: ۱۔ حضرت عمر بن عاصؓ نے کیا ہوشیاری کی؟ (۲) حضرت معاویہؓ خلیفہ کس طرح بنے؟

خارجی فِتنہ

حَکَمْ ، خوارج ،

جنگِ صِفّین میں جب عمر بن عاص رضؓ نے قرآن شریف کو درمیان میں لاکر لڑائی بند کرانی چاہی تو حضرت علی رضؓ نے اپنے آدمیوں کو بہت سمجھایا کہ جنگ میں تم جیت رہے ہو، اس لئے دشمن اس چال سے لڑائی بند کرنا چاہتے ہیں، اس لئے تم برابر لڑتے رہو، مگر حضرت علی رضؓ کی فوج نے جواب دیدیا، اور آپ کا حکم نہ مانا، اور لڑائی بند ہونے کے بعد جب دونوں طرف سے بات چیت ہو کر حَکَمْ مقرر ہوئے تب حضرت علی رضؓ کی فوج میں بارہ ہزار مسلمانوں نے بغاوت کر دی، اور فوج سے نکل کر ایک جگہ حَرُورا میں رہنے لگے، اور کہا کہ سوائے قرآن کے اور کوئی حَکَم نہیں ہو سکتا تم نے آدمیوں کو حَکَم بنا کر کفر کیا ہی، جن لوگوں نے حَکَم بنایا ہی وہ کافر ہیں اور حَکَم بھی کافر ہیں، اور جو لوگ حَکَم مانتے ہیں انھیں قتل کر دینا چاہئے، آہستہ آہستہ ان بارہ ہزار باغیوں نے ایک مستقل گروہ اور مسلمانوں میں ایک فرقہ بنالیا، اس فرقہ کو "خارجی" کہتے ہیں،

خارجیوں نے عام مسلمانوں کو قتل کرنا اور لوٹنا شروع کر دیا، اور بہت ظلم کرنے لگے، حضرت علی رضؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے ایک قاصد بھیجا، تاکہ حالات معلوم کریں، خارجیوں نے قاصد بھی مار ڈالا، یہ سنکر حضرت علی رضؓ اُن سے مقابلہ کرنے کے لئے نکلے، اور نہروان کے مقام پر اُن سے جنگ ہوئی، پانچسو خارجی جنگ سے

الگ رہی، اور ایک ہزار آدمی توبہ کر کے حضرت علیؓ کے ساتھ ہوگئے، باقی جو بچے انھوں نے علوی فوج پر حملہ کیا، اور اس قدر زور سے حملہ کیا کہ ابتدا میں علوی فوج کے پیر اُکھڑ گئے، مگر پھر جو علوی فوج نے جم کر مقابلہ کیا، تو سب خارجی چُن چُن کر قتل کر ڈالے، مگر اس جنگ میں خوارج نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا، ہاتھ پَیر کٹ کٹ کر الگ ہوجاتے تھے مگر مقابلہ سے بھاگتے نہیں تھے، اللہ میاں نے ان حضرت علیؓ کو فتح دی، تو آپ نے فوج کو حکم دیا کہ اب شام پر چڑھائی کر کے امیر معاویہؓ کو شکست دو، مگر فوج نے انکار کر دیا، اور آہستہ آہستہ بھاگنا شروع کیا، یہ دیکھ کر حضرت علیؓ کوفہ واپس لَوٹ آئے، اس جنگ کو "جنگِ نہروان" کہتے ہیں:

سوالات

۱۔ خارجی اور خوارج کن لوگوں کو کہتے ہیں ؟

۲۔ جب حضرت علیؓ کی فوج جیتنے لگی تو حضرت عمرو بن العاصؓ نے کیا کیا ؟

۳۔ حَکَم کے معنی بتاؤ ؟

مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے مصر کے عثمانی حاکم کو معزول کر کے حضرت قیس بن سعدؓ کو مصر کا حاکم مقرر کر دیا تھا، حضرت قیسؓ بہت ہی سمجھدار اور بہت بہادر آدمی تھے، یہ جب مصر پہنچے تو وہاں کے سب لوگوں نے اطاعت کر لی، لیکن ایک جگہ "خربتا" کے دس ہزار مسلمان حضرت عثمانؓ کے قتل سے بہت غمزدہ تھے، انھوں نے بیعت نہیں کی، حضرت قیسؓ نے اُن سے کہہ دیا کہ میں تم سے اطاعت نہیں چاہتا اور نہ تمھیں مجبور کرتا ہوں، لیکن اگر تم نے فساد اور لڑائی کی بات کی تو پھر نہ چھوڑوں گا،

چنانچہ وہ لوگ امن و امان سے رہنے لگے، امیر معاویہؓ چاہتے تھے کہ یا تو قیس ابن سعدؓ میرے ساتھ ہو جائیں، یا مصر کے حاکم نہ رہیں، کیونکہ اگر یہ مصر کے حاکم رہے تو پھر میں مصر پر کبھی قبضہ نہیں کر سکتا، اس لئے امیر معاویہؓ نے انھیں اپنے ساتھ ملانے کے لئے خط لکھا، مگر انھوں نے انکار کر دیا، اس لئے کہ قیسؓ حضرت علیؓ کے سچے جاں نثار تھے، تب امیر معاویہؓ نے یہ چال چلی کہ سب جگہ یہ مشہور کر دیا کہ قیسؓ ہمارے ساتھی اور طرفدار ہیں، اسی لئے انھوں نے خربتا والوں سے اطاعت نہیں کرائی، ہوتے ہوتے یہ بات حضرت علیؓ کے کان تک پہنچی، کہ امیر معاویہؓ قیسؓ کی بہت تعریف کرتے ہیں، اور خربتا والے میری بیعت نہیں کرتے، مگر قیسؓ نے انھیں چھوڑ رکھا ہے، حضرت علیؓ کو شبہ ہوا

اور انھوں نے قیسؓ کو لکھا کہ "خربتا" والوں سے فوراً بیعت لے لو، قیسؓ نے جواب دیا کہ ان لوگوں نے بیعت تو نہیں کی لیکن چپ چاپ پڑے ہوئے ہیں، اگر انھیں چھیڑا گیا تو وہ لوگ دشمنوں کے ساتھ مل جائیں گے، یہ جواب سُنکر حضرت علیؓ کو یقین ہو گیا کہ وہ معاویہؓ کے ساتھ ہو گئے ہیں، چنانچہ آپ نے سختی سے حکم دیا کہ یا تو بیعت لو، ورنہ اُن سے جنگ کرو، یہ حکم پاکر حضرت قیسؓ نے مصر کی حکومت سے استعفیٰ دیدیا،

اب حضرت علیؓ نے محمد بن ابی بکرؓ کو مصر کا حاکم مقرر کیا، یہ ناتجربہ کار تھے اس لئے انھوں نے جاتے ہی خربتا والوں کو بیعت کے لئے مجبور کیا، وہ لوگ لڑائی پر آمادہ ہو گئے اور تمام مصر میں ایک شورش پھیل گئی، امیر معاویہؓ اسی انتظار میں تھے، جب دیکھا کہ مصر میں حضرت علیؓ کے خلاف شورش ہو گئی، تو فوراً چڑھائی کر دی، اور حضرت عمر بن عاصؓ کو سردار بنا کر ایک زبردست فوج محمد بن ابی بکرؓ کی طرف روانہ کی، محمد بن ابی بکرؓ نے پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا، لیکن یہ بہت کمزور ہو چکے تھے، مصر والے بھی مخالف تھے اس لئے ہار گئے، عمر بن عاصؓ کی فوج نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صاحبزادے محمدؓ کو قتل کر کے گدھے کی کھال میں سلوا کر جلا دیا، اور مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ ہو گیا۔

سوالات

۱۔ حضرت امیر معاویہؓ نے مصر پر قبضہ کرنے کے لئے کیا تدبیر کی؟

۲۔ محمد بن ابی بکرؓ کون تھے؟ اور حضرت عمر بن عاصؓ نے اُن کے کیا کیا؟

حجاز پر امیر معاویہؓ کا قبضہ

اور

حضرت علیؓ کی شہادت

اب امیر معاویہؓ یہ سمجھ گئے کہ علوی فوج کمزور پڑ گئی ہے، اور واقعی اس کی ہمت پست ہو چکی تھی، لہٰذا امیر معاویہؓ نے بصرہ پر چڑھائی کر کے قبضہ کر لیا، مگر حضرت علیؓ نے پھر وہاں سے شامیوں کو بھگا دیا، اس کے بعد ایک خارجی نے فساد برپا کر دیا، اور کافروں کو ساتھ ملا کر شورش کی، حضرت علیؓ نے اُسے بھی ٹھکانے لگا دیا، اُدھر ایرانیوں نے کرمان اور فارس میں بغاوت کر دی، مگر اسے بھی فوراً دبا دیا گیا، اب امیر معاویہؓ نے اپنی فوج کو تمام ملک میں پھیلا دیا اور وہ ہر جگہ لڑائی میں مصروف ہو گئے، تاکہ حضرت علیؓ کو بالکل پریشان کر دیا جائے، چنانچہ بہت سے علاقے انھوں نے فتح کر کے بسر بن ارطاۃ کی ماتحتی میں ایک فوج مکہ اور مدینہ بھیجی، بسر بن ارطاۃ نے بغیر لڑائی کے مکہ، مدینہ پر ۴۰ھ میں قبضہ کر لیا، اور وہاں سے یمن پہنچے، اور حضرت علیؓ کے بہت سے طرفداروں کو قتل کر کے یمن پر قبضہ کر لیا، حضرت علیؓ نے یہ سُن کر کوفہ میں ایک تقریر کی، کہ اب ہر مسلمان کو شامیوں سے بدلہ لینے کے لئے تیار ہو جانا چاہئے،

آپ کی تقریر سُن کر ہزارہا مسلمان تیار ہو گئے، مگر جب کوچ کا وقت آیا تو

صرف تین سو آدمی رہ گئے، اس لئے آپ نے جنگ کا ارادہ ملتوی کر دیا، اس کے بعد ہی آپ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا، جنگ نہروان میں چند خارجی زندہ رہ گئے تھے انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ جب تک حضرت علیؓ، حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن عاصؓ کو شہید نہ کیا جائے گا، اُس وقت تک اسلام میں فتنہ باقی رہے گا، اس لئے تین خارجی تینوں کے لئے مقرر کئے گئے، وہ دونوں حضرات تو بچ گئے اور ابن ملجم جو حضرت علیؓ کے قتل پر مقرر کیا گیا تھا، وہ مسجد میں آکر سو رہا، صبح کو حضرت علیؓ سب سے پہلے مسجد میں تشریف لائے، اور جگایا، جب جماعت کھڑی ہو گئی اور آپ سجدے میں گئے تو اُس شخص نے تلوار کا بھرپور وار کیا، آپ کو بہت زخم پہنچا، تلوار زہر میں بجھی ہوئی تھی، اس لئے اُسی دن ۲۰ رمضان سنہ ۴۰ھ میں آپ کی وفات ہو گئی، اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰

تمام شد

یہ کتاب اور ہر قسم کی مذہبی کتابیں ملنے کا مرکز
مکتبہ رشیدیہ قاری منزل پاکستان چوک کراچی